Toobaa-elibrary.blogspot.com

فنِ غریب الحدیث کا آغاز و ارتقاء

اور قاسم بن ثابت اندلسی کی

کتاب الدلائل

کا

مفصل تعارف

ترجمہ

ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی

تالیف

ڈاکٹر شاکر فحام

فنِ غریب الحدیث کا آغاز وارتقاء

اور

قاسم بن ثابت عوفی اندلسی کی

"کتاب الدّلائل"

کا مفصل تعارف

تالیف: ڈاکٹر شاکر فحام

ترجمہ: ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

Toobaa-elibrary.blogspot.com

فنِّ غریبُ الحدیث

کا آغاز و ارتقاء

اور قاسم بن ثابت اندلسی کی

کتابُ الدلائل

کا

مفصل تعارف

تالیف
ڈاکٹر شاکر فحام

ترجمہ
ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی

المصباح

Toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق کتابت بحق المصباح محفوظ ہیں

نام کتاب

فنِ غریبُ الحدیث کا آغاز و ارتقاء

تالیف
ڈاکٹر شاکر فحام

ترجمہ
ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی

ناشر
المصباح
۱۶- اُردو بازار، لاہور

تقسیم کنندہ
بُک لینڈ
ہیڈ آفس: ۱۶- اُردو بازار، لاہور
042-7124656, 7223210
برانچ آفس: سِٹی پلازا، کالج روڈ، راولپنڈی
051-5773341, 5557926

صحت متن، کتابت، تصحیح، طباعت اور جلد بندی میں بدرجہ اتم احتیاط کے باوجود بہ تقاضائے بشریت سہو و خامی کے امکانات موجود رہتے ہیں۔ برائے تصحیح و درستگی غلطی کی نشاندہی پہ ادارہ ممنون ہوگا۔ جزاک اللہ خیراً اراکین: المصباح

E-mail: info@almisbah.net, www.almisbah.net

فہرست

عرض مترجم ۵
مصنف کا مختصر تعارف ۱۲
پہلا باب: فن غریب الحدیث کا آغاز وارتقا۔ مشرق میں ۱۵
۱- تمہید ۱۶
۲- غریب الحدیث کا آغاز اور اس کا پہلا دور:
ائمہ لغت کی تصنیفات ۱۷
۳- وہ کتابیں جو تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں لکھی گئیں مگر ان کا نہج دور اول سے قریب تھا۔ ۲۱
۴- دوسرا دور: ابو عبید قاسم بن سلام ۲۲
۵- ابن قتیبہ ۳۵
۶- ابراہیم حربی ۵۴
۷- دور اول کے نہج کا تسلسل ۵۹
دوسرا باب: فن غریب الحدیث کا آغاز وارتقا۔ اندلس میں ۶۵
۱- عبد الملک بن حبیب سلمی ۶۶
۲- محمد بن عبد السلام خشنی ۷۰
تیسرا باب: قاسم بن ثابت عوفی اور ان کی کتاب الدلائل ۷۵

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۱- پیدائش، خاندان، تعلیم و تربیت ۷۶
۲- سرقسطہ ۷۸
۳- مشرق کا سفر ۷۹
۴- کتاب الدلائل کی تصنیف ۸۲
۵- ثابت بن قاسم بن ثابت ۸۴
۶- اندلس میں کتاب الدلائل کی مقبولیت، اس کے بارے میں مشاہیر علمائے لغت کے تاثرات، کتاب الدلائل کے مشہور راوی ۸۵
۷- کتاب الدلائل مشرق میں ۹۰
۸- قاسم بن ثابت کی دوسری تصنیف کتاب الرطب ۹۱
چوتھا باب: کتاب الدلائل کے قلمی نسخے ۹۲
۱- نسخۂ ظاہریہ: ۹۳
مخطوطہ کا اجمالی تعارف، مخطوطہ کی سرگزشت، مخطوطہ کا تعارف رسم الخط اور ضبط کے اعتبار سے، مخطوطہ کے حواشی، مخطوطہ کی فہرست۔
۲- نسخۂ رباط: ۱۵۰
مخطوطہ کا جزء ثانی، مخطوطہ کا جزء ثالث، مخطوطہ کے حواشی، مخطوطہ کی فہرست
۳- نسخۂ استانبول: ۱۷۳
مخطوطہ کا تعارف، مخطوطہ کی فہرست
۴- قاسم بن ثابت کی سوانح مخطوطۂ ظاہریہ میں ۱۸۱
۵- قاسم بن ثابت کی سوانح مخطوطۂ استانبول میں ۱۸۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مترجم

(۱)

اسلامی عہد میں جن علوم پر تصنیف و تالیف کا آغاز دوسری صدی ہجری سے شروع ہوا ان میں ایک غریب الحدیث کا علم بھی ہے۔ اس علم کا مقصد یہ تھا کہ حدیث کے مشکل اور نامانوس الفاظ و اسالیب کی تشریح کی جائے۔

مختلف صدیوں میں غریب الحدیث کے موضوع پر تصنیف و تالیف کا جو سلسلہ قائم رہا اس کی ایک اہم کڑی قاسم بن عوفی سرقسطی (۲۵۵-۳۰۲ھ) کی کتاب "الدلائل فی غریب الحدیث" بھی ہے۔ یہ کتاب جو در اصل ابو عبید القاسم بن سلام (۱۵۷-۲۲۴ھ) اور ابن قتیبہ (۲۱۳-۲۷۶ھ) کی کتابوں کا تتمہ ہے، تیسری صدی ہجری کے اواخر میں لکھی گئی، اور اپنی چند در چند خوبیوں کی بنا پر بہت مشہور و مقبول ہوئی۔ متعدد علمائے لغت کے نزدیک تو یہ کتاب مشرق و مغرب (اندلس و شمالی افریقہ) میں اس موضوع پر لکھی گئی ساری کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ افسوس کہ اس قیمتی کتاب کا پہلا حصہ دستبرد زمانہ کا شکار ہو گیا اور ب تک اس کے جن تین نسخوں کا سراغ لگا ہے ان میں کوئی بھی مکمل نہیں ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کی جانب سب سے پہلے عربی زبان کے مایۂ ناز محقق مولانا عبد العزیز میمن مرحوم (۱۸۸۸-۱۹۷۸ء) کو توجہ ہوئی جنھیں ۱۹۳۶ء میں اس کے مخطوطۂ ظاہریہ کے مطالعہ کا موقع ملا تھا۔ میمن صاحب نے استاذ عز الدین تنوخی (متوفی ۱۹۶۶ء) کو اس پر کام کرنے کی ترغیب دی

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(مجلة المجمع، جلد ۳:۷ ۳۶۲-۳۶۶)

۱۹۶۶ء میں رباط کے خزانہ اوقاف میں کتاب الدلائل کے ایک اور قلمی نسخے کا پتہ چلا، جب دو نسخے ہاتھ آگئے تو استاذ تنوخی نے اس پر کام شروع کیا مگر تکمیل سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا، استاذ تنوخی کے بعد اس کتاب کی تحقیق کا بیڑہ ڈاکٹر شاکر الفحام نے اٹھایا۔ موصوف نے کتاب کی اشاعت سے قبل اس پر ۱۷۳ صفحات کا طویل مقدمہ لکھا جو پانچ قسطوں میں مجلة مجمع اللغة العربية دمشق جلد ۵۰ کے ابتدائی تین شماروں اور جلد ۵۱ کے دوسرے اور تیسرے شمارے میں شائع ہوا۔ بعد میں مجمع اللغۃ نے اس مقالے کو کتابی صورت میں بھی شائع کیا۔

ڈاکٹر صاحب کی ترتیب و تقسیم کے اعتبار سے اس مقدمہ کے تین حصے ہیں:

۱۔ پہلے حصے کا عنوان ہے۔ "كتب الغريب قبل كتاب الدلائل"

اس حصے میں ڈاکٹر صاحب نے مشرق میں چوتھی صدی ہجری کے نصف تک علم غریب الحدیث کے آغاز و ارتقاء کا جائزہ لیا ہے اور اس کو دو ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پہلا دور علمائے لغت کا ہے۔ علم غریب الحدیث پر تصنیف و تالیف کے آغاز کا سہرا انہی کے سر ہے۔ یہ دور دوسری صدی ہجری سے شروع ہو کر تیسری صدی ہجری کے اوائل پر ختم ہوتا ہے۔ ان کتابوں کو بھی مقالہ نگار نے اسی دور میں شمار کیا ہے جو زمانی اعتبار سے اگرچہ دوسرے دور میں داخل ہو جاتی ہیں مگر طرز تصنیف کے اعتبار سے دور اول کی کتابوں سے قریب تھیں۔

دوسرا دور ابو عبید قاسم بن سلام (۱۵۷-۲۲۴) سے شروع ہوتا ہے جنھوں نے اس موضوع پر ایک نئے طرز تصنیف کی بنیاد ڈالی۔ ڈاکٹر صاحب نے ابو عبید کی زندگی، تعلیم و تربیت، تصنیفات، اساتذہ اور شاگردوں کا ذکر کرتے ہوئے ابو عبید کی کتاب غریب الحدیث، اس کے نہج، اس پر متاخرین کے

اعتراضات، اس کی شہرت اور دور رس اثرات کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے۔ یہی طریقہ اس نئے دور کی دوسری نمائندہ شخصیت ابن قتیبہ (۲۱۳-۲۷۶ھ) کے بارے میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ غریب الحدیث پر تصنیف کے بعض دوسرے نہج جو اس دور میں رائج رہے ان کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ مثلاً ابراہیم حربی (۱۹۸-۲۸۵ھ) کا نہج یا سابق ائمۂ لغت کا نہج۔ ابراہیم حربی کا تفصیل سے اور غلام ثعلب (متوفی ۳۴۵ھ)، فستقہ (متوفی ۲۸۹ھ) اور ابو بکر ابن الانباری (۲۷۱-۳۲۷ھ) کی کتابوں کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔

۲۔ مقالہ کے دوسرے حصہ کا عنوان ہے: "طلائع كتب الغريب في الاندلس وكتاب الدلائل" اس حصہ میں اندلس میں غریب الحدیث پر اولین تصنیفات اور خصوصیت سے کتاب الدلائل کا تذکرہ ہے جو اصل موضوع بحث ہے۔ کتاب الدلائل سے قبل عبد الملک بن حبیب سلمی (متوفی ۲۳۸ھ) اور محمد بن عبد السلام خشنی (متوفی ۲۸۴ھ) کی شخصیت، کارناموں اور غریب الحدیث پر ان کی تصنیفات کا تعارف ہے ان کے بعد قاسم بن ثابت سرقسطی (۲۵۵-۳۰۲ھ) اور ان کی کتاب الدلائل کا مفصل تذکرہ ہے، جس میں قاسم بن ثابت کی پیدائش، جائے پیدائش سرقسطہ، خاندان، نسب، قاسم بن ثابت اور ان کے والد کے اسفار، ان دونوں یا ان میں سے ایک کے اساتذہ، قاسم بن ثابت کے علم و فضل کتاب الدلائل کی تصنیف، کتاب الدلائل کے راوی خاص طور سے مصنف کے فرزند ثابت بن قاسم کے حالات، کتاب الدلائل کی شہرت اور مرتبہ، اس کے بارے میں مشاہیر کے تاثرات اور مشرق میں کتاب الدلائل کے تعارف وغیرہ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۳۔ مقالہ کے تیسرے اور آخری حصے کا عنوان ہے: "مخطوطات الدلائل"

اس حصہ میں کتاب الدلائل کے تین مخطوطات:

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۱. مخطوطۂ ظاہریہ
۲. مخطوطۂ رباط
۳. مخطوطۂ استانبول

کا نہایت تفصیل سے تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ مقالہ کا طویل ترین حصہ ہے اور مقالہ نگار کی دیدہ ریزی اور دیدہ وری دونوں کا شاہکار ہے خاص طور سے مخطوطہ ظاہریہ کی سرگزشت، اس کے رسم الخط، ضبط الفاظ اور حواشی کے تعارف میں جو داد تحقیق دی گئی ہے وہ محققین کے لئے قابل رشک اور قابل تقلید نمونہ ہے۔

آخر میں چند حرف خاص اس ترجمہ کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اس مقالہ کے ترجمہ میں میں نے ڈاکٹر صاحب کی مذکورہ ترتیب میں معمولی سی ترمیم کی ہے۔ ڈاکٹر شاکر فحام نے اس مقالے کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا، میں نے دوسرے حصے سے قاسم بن ثابت اور کتاب الدلائل کے تذکرہ کو علیحدہ کرکے اس کو تیسرا حصہ قرار دیا ہے اور اس طرح اسے درج ذیل چار ابواب میں تقسیم کیا ہے عنوان کے ترجمہ میں بھی مناسب ترمیم کی ہے۔

پہلا باب: فن غریب الحدیث کا آغاز وارتقا۔ مشرق میں
دوسرا باب: فن غریب الحدیث کا آغاز وارتقا۔ اندلس میں
تیسرا باب: قاسم بن ثابت عوفی اور ان کی کتاب الدلائل
چوتھا باب: کتاب الدلائل کے قلمی نسخے

ترجمہ میں حتی الامکان اردو زبان کے مزاج کی رعایت کے ساتھ اصل کی شگفتگی کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مخطوطات کے حواشی کا ترجمہ اس لئے نہیں کیا گیا ہے کہ اس صورت میں ان کی مطلوبہ افادیت ختم ہو جاتی۔ کتاب کا خاتمہ مقالہ نگار نے قاسم بن ثابت کی اس سوانح پر کیا ہے جو ظاہریہ اور استانبول کے قلمی نسخوں میں درج ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان میں بعض ایسی

مفید اور بیش قیمت معلومات ہیں جو دوسرے مآخذ میں نہیں ہیں۔ چوں کہ مقالہ نگار نے قاسم بن ثابت کے حالات کے ضمن میں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے اس لئے دوبارہ اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی اور اہل علم کے لئے اسے جوں کا توں درج کر دیا گیا ہے

کتاب کے ترجمہ سے پہلے مقالہ نگار ڈاکٹر شاکر فحام کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔ اس تعارف کا بڑا حصہ استاذ عبد الہادی ہاشم کی اس تقریر سے ماخوذ ہے جو ۱۹۷۵ء میں مجمع اللغہ العربیۃ کی روایتی تقریب میں مجمع کے نئے رکن کی حیثیت سے ڈاکٹر شاکر کے استقبال میں کی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حدیث نبوی اور عربی زبان کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے۔

۲۴۳ حبیب ہال	محمد اجمل اصلاحی
مسلم یونیورسٹی۔ علی گڈھ	۲۴ ستمبر ۱۹۷۹ء

(۲)

یہ ترجمہ جیسا کہ مذکورہ بالا تاریخ سے ظاہر ہے آج سے ۲۳ سال قبل ایک تعلیمی ضرورت کے تحت اس وقت کے صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ پروفیسر مختار الدین احمد کے حکم پر انجام پایا تھا۔ افسوس کہ اس طویل عرصہ میں ڈاکٹر شاکر فحام کی مرتبہ کتاب الدلائل منظر عام پر آئی نہ ان کے مقالے کا یہ اردو ترجمہ کہیں چھپ سکا۔

غالباً ڈاکٹر شاکر کے ایڈیشن کے انتظار میں ہی کسی اور معروف محقق نے کتاب الدلائل کو ہاتھ نہیں لگایا۔ البتہ چند سال قبل جامعۃ الامام محمد بن سعود

Toobaa-elibrary.blogspot.com

الاسلامیہ ریاض کے ایک طالب علم نے اس کتاب کو ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالے کا موضوع بنایا اور اس کا مرتبہ ایڈیشن گذشتہ سال مکتبۃ العبیکان ریاض سے تین جلدوں میں شائع ہوا۔

کتاب الدلائل کے نسخۂ رباط کی جو دو جلدیں ہم تک پہنچی ہیں ان کی مجموعی ضخامت ۶۱۴ صفحات ہے، لیکن اس ایڈیشن میں صرف ۳۰۸ صفحات کا متن شامل ہے۔ گویا ۲۳۸ صفحات کا متن ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ اس نقص کو ناشر اور محقق دونوں نے قارئین سے مخفی رکھا ہے، اور سرورق پر یا کتاب کے آغاز میں اس کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا۔ چنانچہ کتاب کے قاری کو جب صفحہ ۲۰۳ پر پہنچ کر اچانک اس نقص کی اطلاع ملتی ہے تو وہ ایک شدید صدمہ کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔ ڈاکٹریٹ کے لیے مخطوطہ کے ایک معتدبہ حصہ کی تحدید قابل اعتراض نہیں، لیکن اشاعت کے لیے دینے سے پہلے باقی حصہ کو بھی مرتب کرنا ضروری تھا تاکہ کتاب کے دو حصے جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہ گئے ہیں مکمل اور یکجا سامنے آجاتے۔

کتاب کے محقق ڈاکٹر محمد بن عبداللہ القناص نے متن کی تدوین میں کتاب کے دو نسخوں کو سامنے رکھا ہے: نسخۂ رباط اور نسخۂ ظاہریہ۔ استنبول کے نسخہ تک غالباً ان کی رسائی نہیں ہو سکی۔ مشرق کے کتب خانوں سے مخطوطات کا عکس حاصل کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ اکثر ناممکن ہوتا ہے۔ اس صورتحال کے پیش نظر استنبول کے نسبتاً کم اہم نسخے کو نظرانداز کردینے میں کوئی عیب نہیں تھا، لیکن اس نسخے کے بارے میں مقدمہ میں مکمل سکوت اختیار کرلینا تحقیق کے اصولوں کے منافی ضرور ہے۔ خاص طور پر جبکہ ڈاکٹر شاکر نے اپنے مقالہ میں اس نسخہ کا ذکر کیا تھا اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالی تھی۔ مناسب بات یہ تھی کہ انہی کے حوالے سے مقدمہ میں اس نسخے کا ذکر کیا جاتا اور اس سے استفادہ نہ کرنے کے

وجوہ بیان کردیئے جاتے۔ کتاب کے شروع میں محقق نے عوفی کے حالات اور کتاب الدلائل پر ایک طویل مقدمہ لکھا۔ ڈاکٹر شاکر کا مقدمہ پچیس سال قبل شائع ہوا تھا، اس کے بعد غریب الحدیث کی تمام اہم کتابیں جن کے قلمی نسخے مشرق ومغرب کے کتب خانوں میں محفوظ تھے، نیز زبان وادب اور تاریخ وسیر کے کتنے ہی قدیم مآخذ زیور طبع سے آراستہ ہو کر بازار میں آگئے تاہم ان موضوعات پر ڈاکٹر شاکر نے اس وقت جو کچھ لکھا تھا اس پر یہ مقدمہ بھی کوئی قابل ذکر اضافہ نہ کرسکا۔ اس کے علاوہ ان کے مقالے میں فن غریب الحدیث کی تاریخ اور کتاب الدلائل کے مخطوطات کا جس خوبصورتی، بالغ نظری اور دیدہ ریزی سے مطالعہ کیا گیا تھا وہ آج بھی محققین اور طلبہ کے لیے مشعل راہ ہے۔

اسی بنا پر تین سال قبل جب برادر عزیز ابو طلحہ اصلاحی نے اس ترجمہ کی اشاعت کی جانب توجہ دلائی تو میں نے کوئی پس وپیش نہیں کی۔ ترجمہ پر ایک نظر ڈالی، کہیں کہیں عبارت میں ردوبدل کے ساتھ دو ایک حاشیوں کا اضافہ کیا اور مسودہ ان کے حوالہ کردیا۔ پہلے کمپوزنگ میں تاخیر ہوئی پھر پروف ریڈنگ کے دو تین چکروں میں ایک ڈیڑھ سال لگا۔ اب توقع ہے کہ چند ماہ میں یہ کتاب قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی۔ کتاب کی طباعت کے مختلف مراحل میں جن عزیزوں نے بھی حصہ لیا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی محنت قبول فرمائے اور انھیں اس کا صلہ عطا کرے۔

محمد اجمل اصلاحی

ریاض

۱۶ ذیقعدہ ۱۴۲۳ھ

۱۸ جنوری ۲۰۰۳ء

Toobaa-elibrary.blogspot.com

مصنف کا مختصر تعارف

ڈاکٹر شاکر فحام ۱۹۲۱ء میں حمص میں پیدا ہوئے۔ جس خاندان میں آنکھیں کھولیں وہ نیکی تقویٰ اور دین داری میں معروف تھا۔ ابتدائی اور کچھ ثانوی تعلیم حمص کے سرکاری مدارس میں حاصل کی۔ پھر ثانوی تعلیم کی تکمیل کے لئے دمشق گئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۴۱ء میں جولان کے ایک گاؤں "تسیل" میں عارضی طور پر مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ ادب کی تعلیم کے لئے قاہرہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا فارغ ہونے کے بعد شام واپس آئے اور دمشق، حمص اور حسکہ کے ثانوی مدارس میں عربی زبان کے معلم کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

۱۹۵۷ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دوبارہ قاہرہ کا رخ کیا اور ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مقالات کے لئے بصرہ کے دو مشہور شعراء کو موضوع بحث بنایا۔ ایم۔ اے کے لئے بشار بن برد کو اور پی ایچ ڈی کے لئے فرزدق کو۔ پہلا مقالہ ۴۴۰ صفحات اور دوسرا ۱۰۰۴ صفحات میں لکھا۔ ان دونوں مقالوں میں جو معلومات اور نتائج تحقیق پیش کیے ان پر آج تک کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں ہو سکا۔

قاہرہ سے واپسی کے بعد ۱۹۶۳ء میں دمشق یونیورسٹی کے کلیۃ الآداب میں عربی کے لکچرر مقرر ہوئے۔ تدریس ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا جسے چھوڑنا کسی صورت میں گوارا نہ تھا مگر ۱۹۶۴ء میں شام کے سفیر ہو کر مجبوراً الجزائر جانا پڑا جہاں انھوں نے اپنے سفارتی فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیے اور دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات میں استواری پیدا کی۔

۱۹۶۸ء میں جب الجزائر سے واپس آئے تو دمشق یونیورسٹی میں پروفیسر اور اس کے بعد چانسلر کے عہدہ پر فائز کیے گئے۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد مجمع اللغۃ

العربیۃ نے ان کو اپنا رفیق بنانے کی تجویز رکھی اور انھیں منتخب کر لیا۔

یونیورسٹی کی چانسلر شپ کے بعد مختلف عہدوں پر فائز ہوتے رہے۔ چنانچہ پارلیمنٹ میں ثقافتی بورڈ کے صدر اور اعلیٰ تعلیم کے وزیر ہوئے۔ پھر وزیر تربیت و تعلیم کا منصب سنبھالا (۱۹۹۳ء میں انھیں مجمع اللغۃ العربیۃ کا صدر مقرر کیا گیا اور تا حال وہ اس عہدہ پر فائز ہیں۔)

ان مختلف سرکاری عہدوں اور ان کی غیر معمولی مصروفیات کے ہجوم میں بھی ڈاکٹر شاکر فحام کا محبوب مشغلہ یعنی مطالعہ، بحث و تحقیق، تعلیم و تدریس اور عربی زبان کی خدمت کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے سیاسی مشاغل کبھی اس راہ میں حائل نہیں ہوئے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف وہ الجزائر میں شام کی جانب سے سفارتی خدمات انجام دے رہے ہیں تو دوسری طرف فرزدق کے دیوان پر جس کا عکس مجمع اللغۃ العربیۃ دمشق نے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا نہایت نفیس، جامع اور مفصل مقدمہ تحریر کر رہے ہیں۔ اُدھر وزارت تعلیم کی ذمہ داریاں ہیں اور اِدھر مجلۃ المجمع میں احمد بن فارس لغوی کی کتاب اللامات شائع کر رہے ہیں اور اپنے مخصوص اسلوب میں اس کتاب سے پہلے "لامات" پر جو کام ہوا ہے اس کا اور ابن فارس کی زندگی اور ان کے کارناموں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

کتاب الدلائل پر یہ مقدمہ جس کا ترجمہ اس وقت پیش خدمت ہے وزیر تربیت کے منصب پر فائز ہوتے ہوئے لکھا گیا ہے۔ اور ان سرکاری مشغولیات کے ساتھ کتاب الدلائل کی تحقیق جیسا زبردست علمی و تحقیقی کارنامہ انجام دیا جا رہا ہے۔

ڈاکٹر شاکر فحام بیک وقت ایک تجربہ کار و بالغ نظر سیاست داں اور عربی زبان کے ممتاز ادیب اور محقق ہیں۔ اس پہلو سے وہ بجا طور پر "صاحب الریاستین" کا لقب پانے کے مستحق ہیں۔ تاریخ ادب عربی پر گہری نظر رکھتے

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں۔ عربیت پر حیرت انگیز عبور حاصل ہے۔ ان کی تحقیقات و مقالات سلامتی فکر دقت نظر، وسعت مطالعہ، رعنائی اسلوب اور اعتدال و توازن کا اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر شاکر فحام گنتی کے ان چند صاحب طرز ادیبوں میں ایک ہیں جو پختہ و پروقار، سلیس و فصیح اور خوبصورت و پرکشش اسلوب میں لکھتے ہیں۔ انھیں اپنے ادبی ورثہ پر فخر و اعتماد ہے اور قدیم عربی ادب کے حقیقی اور خالص و بے آمیز سرچشموں سے فیض اٹھانے پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انھوں نے ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالوں کے لئے بشار اور فرزدق کا انتخاب کیا۔

(۱۹۸۹ء میں انھیں عربی ادب کا شاہ فیصل ایوارڈ دیا گیا۔ اس ایوارڈ میں ان کے ساتھ ڈاکٹر یوسف خلیف بھی شریک تھے۔)

ہم اس وقت کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں جب ڈاکٹر صاحب کی کوششوں کا ثمرہ یعنی کتاب الدلائل ہمارے ہاتھوں میں ہو گی۔

پہلا باب

فن غریب الحدیث کا آغاز و ارتقا مشرق میں

Toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے جو بے نظیر اور شہرۂ آفاق تاریخی خطبہ دیا تھا اس میں آپؐ نے فرمایا تھا: "میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں جن کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے یعنی کتاب اللہ اور میری سنت "(۱)

اور نشۂ ایمان سے سرشار عرب بیک زبان و دل نوع انسانی کو ہدایت ربانی کی بشارت اور دین حق کی دعوت دینے کے لئے اپنے جزیرہ نما سے نکلے تو بحر ظلمات سے لیکر دیوار چین تک ساری دنیا ان کے قدموں تلے آ گئی۔ زمین ان کی طہارتِ قلب اور نور ایمان کی وجہ سے "آئینہ (۲)" کی طرح صاف و شفاف اور پاکیزہ ہو گئی اور اپنے خزانے ان کے لئے اگلنے لگی۔ ہر سو عدل و انصاف کے پھریرے لہرانے لگے۔ پاکیزگی و پاکبازی اور مساوات و مواخات کی فضا پیدا ہو گئی۔ اصحاب رسول نے اسلام کے دونوں ستونوں کتاب و سنت کو نہایت مضبوطی اور کمال دیانت داری کے ساتھ تھام لیا اور دین میں خود بصیرت پیدا کرنے اور دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے صبح و شام کتاب و سنت کا مطالعہ و مذاکرہ ان کا محبوب مشغلہ بن گیا۔ ان کی زندگی تعلیم و تعلم سے عبارت تھی۔ ان کا شعار (قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون)[سورہ زمر: ۹] تھا۔ ان کے دل جذبۂ ایمانی سے لبریز اور ان کے سینے حمیت اسلامی سے موجزن تھے۔ ایمان

---

(۱) المستدرک از حاکم (کتاب العلم) ۱: ۹۳، فیض القدیر ۳: ۲۴۰-۲۴۱، تاریخ طبری ۳: ۱۶۹

(۲) مقالہ نگار نے اس موقع پر متن میں لفظ "الزلفه" کا استعمال کیا ہے جو ایک حدیث سے ماخوذ ہے۔ اور اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے (مترجم): "زلفہ" آئینہ کو کہتے ہیں۔ صفائی ستھرائی میں زمین کو آئینہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ زلفہ سے مراد چمن ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم شرح نووی ۱۸: ۶۹

Toobaa-elibrary.blogspot.com

وحمیت سے زیادہ قوی اور فعال محرک کیا ہو سکتا ہے؟ سلف کے ورثہ کو خلف نے ترقی دی اور پیش رووں نے جو پودے لگائے تھے ان کو بعد میں آنے والی نسلوں نے پروان چڑھایا تو کتاب وسنت سے بے شمار خوش منظر اور سایہ دار و ثمر بار باغات وجود میں آئے۔ ہمارا مقصد ان سب کا شمار کرنا یا ان کا جائزہ پیش کرنا نہیں ہے کہ یہ کام متقدمین انجام دے چکے ہیں۔ جو شخص اس چمنستان سدا بہار کا نظارہ کرنا چاہتا ہو اسے علامہ سیوطی کی "الاتقان فی علوم القرآن" (ہر علم کا سرچشمہ قرآن ہے (۳)) اور مقدمہ ابن الصلاح (سنت قرآن کی توضیح و تشریح کرتی ہے (۴)) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس مقالے میں ہماری گفتگو کا موضوع ان بہت سے علوم میں سے جو حدیث کے مطالعہ اور اس کے معانی و مطالب پر غور و فکر سے وجود میں آئے صرف ایک علم ہے اور وہ ہے "غریب الحدیث" کا علم۔

(۲)

علم غریب الحدیث کے آغاز کا سہرا علمائے لغت کے سر ہے۔ اس علم کا اولین نشو نما انہی کی سرپرستی میں ہوا۔ اس کا مقصد احادیث رسول ﷺ کے ان مشکل اور نامانوس الفاظ اور دقیق اسالیب و معانی کی تشریح و توضیح تھا جن کو سمجھنے کے لئے غیر معمولی غور و فکر اور محنت و کاوش کی ضرورت تھی۔ علمائے لغت ہی اس میدان کے شہسوار تھے اس لئے انہی نے یہ خدمت انجام دی۔ چنانچہ انھوں نے حدیث نبوی کے غریب الفاظ اور مشکل اسالیب کی تشریح کی، ان کے معانی و مطالب سے پردہ اٹھایا اور اپنی تشریح و توضیح کی تائید میں کلام عرب سے شواہد پیش کیے۔

ابن الندیم نے اپنی کتاب الفہرست میں غریب الحدیث کے اولین

(۳) التیسیر فی علوم التفسیر از دیریجی: ۲

(۴) طبقات الحنابلہ از ابن ابی یعلی ۱: ۲۴۰، ۲۵۲، الاختلاف فی اللفظ: ۳۴

مصنفین کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے حسب ذیل نام گنائے ہیں:

۱- ابو عبیدہ معمر بن المثنی التیمی (۲۱۰ھ)

۲- ابو الحسن النضر بن شمیل المازنی (۲۰۴ھ)

۳- ابو علی محمد بن المستنیر الملقب بقطرب (۲۰۶ھ)
قطرب کی کتاب کا نام "غریب الآثار" تھا۔

۴- ابو سعید عبد الملک بن قریب الاصمعی (۲۱۳ھ)

۵- ابو عمرو اسحاق بن مرار الشیبانی (۲۱۳ھ)
غریب الحدیث پر ابو عمرو شیبانی کی کتاب کے راویوں میں عبد اللہ بن احمد بن حنبل بھی ہیں جنھوں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل کے واسطہ سے روایت کی ہے۔

۶- ابو زید سعید بن اوس الانصاری (۲۱۵ھ)

۷- ابو عدنان عبد الرحمن بن عبد الاعلیٰ السلمی الراویہ۔

۸- ابو عبد اللہ محمد بن زیاد الاعرابی (۲۳۱ھ) (۵)

خطیب بغدادی نے ابو الحسن سعید بن مسعدہ المجاشعی الاخفش الاوسط (۲۱۱ھ) کو بھی انہی مصنفین میں شمار کیا ہے۔ (۶) غریب الحدیث پر ان حضرات کے کام کی نوعیت کیا تھی اس کا اندازہ ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ نحوی

(۵) الفہرست: ۷۴، ۸۳-۸۵، ۸۷-۸۸، ۱۰۸-۱۰۹، ۱۳۵ (طبع مصر) نور القبس: ۲۱۷-۲۱۸، مراتب النحویین: ۹۱۔ ابو عبیدہ کی کتاب شرح غریب الحدیث عرصۂ دراز تک معروف و متداول رہی ہے۔ چنانچہ ابو بکر محمد بن خیر اموی اشبیلی (۵۰۲-۵۷۵ھ) کی مرویات میں یہ کتاب بھی تھی۔ اس کی روایت ابن خیر نے قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن العربی معافری اشبیلی (۴۶۸-۵۴۳ھ) سے کی ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست ابن خیر: ۱۸۵-۱۸۶۔ الازہری نے تہذیب اللغہ میں اپنی سند سے نضر بن شمیل کی غریب الحدیث کے بعض حصے نقل کیے ہیں (مقدمہ تہذیب اللغہ: ۵۳-۵۴)

(۶) تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۵، انباہ الرواۃ ۳: ۱۴

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲۴۳ھ) کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو ابو عبید القاسم بن سلام کی غریب الحدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے لکھے ہیں اور خطیب بغدادی نے انھیں نقل کیا ہے:

''سب سے پہلے اس موضوع پر جن علماء نے قلم اٹھایا وہ ہیں: ابو عبیدہ معمر بن المثنی، قطرب، الاخفش اور النضر بن شمیل۔ ان لوگوں نے سندیں درج نہیں کیں۔ ابو عدنان نحوی بصری نے غریب الحدیث پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں سندوں کا اہتمام کیا ہے اور اسے فقہ و سنن کے ابواب پر مرتب کیا ہے لیکن یہ کتاب ضخیم نہیں ہے''(۷)

ابن الندیم نے ابو عدنان کی کتاب کے بارے میں لکھا ہے:

''ابو عدنان کی ایک کتاب غریب الحدیث ہے جس کا پورا نام یہ ہے "ماجاء من الحديث المأثور عن النبی ﷺ مفسراً، وعلیٰ اثره ما فسر العلماء من السلف"(۸)

ابن الاثیر ابو السعادات المبارک مجد الدین (۶۰۶ھ) غریب الحدیث پر تصنیف و تالیف کے اس اولین مرحلہ اور علمائے لغت کے طرز تصنیف پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے اس موضوع پر کچھ مواد جمع کیا اور اس کو مرتب کیا وہ ابو عبیدہ معمر بن المثنی التیمی ہیں۔ ابو عبیدہ نے احادیث و آثار کے غریب الفاظ چند اوراق کی ایک مختصر کتاب میں جمع کیے۔

---

(۷) ماخذ سابق

(۸) الفہرست: ۴۷، انباہ الرواۃ ۴: ۱۴۳، ابن الندیم نے کتاب کے نام کے لئے ترجمہ'' کا لفظ استعمال کیا ہے اس پر مقالہ نگار نے یہ حاشیہ لکھا ہے (مترجم): ترجمۃ الکتاب: کتاب کا نام، ابن قتیبہ اصلاح الغلط کے مقدمہ میں لکھتے ہیں (ص ۳): "لعل ناظرا فی کتابنا هذا ینفر من عنوانه، و یستوحش من ترجمته" رمانی سے سوال کیا گیا: لکل کتاب ترجمة، فما ترجمة کتاب اللہ تعالیٰ؟ رمانی نے جواب دیا: ھذا بلاغ للناس ولینذروا بہ (البلغہ از فیروز آبادی: ۱۵۵-۱۶۰)

کتاب کے مختصر ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ احادیث کے دوسرے غریب الفاظ سے ناواقف تھے بلکہ اس کے دو اسباب تھے:

ایک سبب تو یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی ایسے کام کی ابتدا کرتا ہے جو اس سے پہلے نہیں ہوا تو اس کا دائرہ بہت محدود ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ پھیلتا ہے۔ اسی طرح جب اول اول جب کوئی نئی اختراع سامنے آتی ہے تو وہ معمولی ہوتی ہے پھر اس میں ترقی ہوتی ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ اس دور میں ابھی اصحاب علم اور ماہرین زبان زندہ تھے۔ جہل اس قدر عام اور معاملہ اتنا سنگین نہیں ہوا تھا

پھر ابو الحسین النضر بن شمیل المازنی نے غریب الحدیث پر ایک کتاب مرتب کی جس کا حجم ابو عبیدہ کی کتاب سے زیادہ تھا۔ اور مختصر ہونے کے باوجود اس میں شرح وبسط سے کام لیا گیا تھا۔ پھر عبد الملک بن قریب الاصمعی نے جو ابو عبیدہ کے معاصر تھے لیکن ان کے بعد تک زندہ رہے اس موضوع پر ایک نفیس کتاب لکھی اور ابو عبیدہ پر سبقت لے گئے۔ (۹) اسی طرح محمد بن المستنیر قطرب اور دوسرے ائمہ لغت وفقہ نے احادیث جمع کیں اور انکے الفاظ و مطالب پر گفتگو کی، لیکن یہ کتابیں معدودے چند اوراق میں تھیں اور کسی کتاب میں بھی ایسی کوئی بڑی حدیث نہیں ہوتی تھی جو دوسری کتاب میں نہ ہو''(۱۰)

غریب الحدیث پر تصنیف و تالیف کے پہلے مرحلہ پر علمائے لغت ہی چھائے

---

(۹) ابن الندیم نے الفہرست: ۸۸-۸۹ میں اصمعی کی تصنیفات کا شمار کرتے ہوئے لکھا ہے: اصمعی کی ایک کتاب غریب الحدیث بھی ہے جو دو سو (۲۰۰) اوراق میں ہے۔ میں نے یہ کتاب السکری کے خط میں دیکھی ہے، اسی جگہ ابن الندیم دوبارہ لکھتا ہے:'' کتاب غریب الحدیث والکلام الوحشی'' امام خطابی نے بھی اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں اصمعی کی کتاب کا ذکر کیا ہے لیکن یہ بھی لکھا ہے کہ ''یہ کتاب چند اوراق میں ہے'' ملاحظہ ہو غریب الحدیث ابو عبید مقدمہ: ص (۵) دوسری طرف بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ اصمعی کے تقویٰ اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی کے متعلق سوالات کا جواب نہیں دیتے تھے۔

(۱۰) النهاية فی غريب الحديث و الاثر (طبع الخيرية) ۱: ۴-۵

Toobaa-elibrary.blogspot.com

رہے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ صرف حدیث کو درج کرتے تھے اس کی سند ذکر نہیں کرتے تھے تا کہ حدیث کے مشکل الفاظ و اسالیب کی تشریح پر توجہ مرکوز کر سکیں۔ اس متفقہ اور عام طریقہ سے صرف ابو عدنان نے اختلاف کیا چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب میں سندوں کے ساتھ حدیثیں جمع کیں اور ان کو فقہ و سنن کے ابواب پر مرتب کیا۔ نیز عام طور پر ان علمائے لغت کی تالیفات بہت مختصر ہوتی تھیں احاطہ اور استیعاب ان کے پیش نظر نہیں تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابو بکر الحسین بن عیاش السلمی الباجدائی الرقی الجزری (۲۰۴ھ) نے بھی غریب الحدیث پر ایک کتاب لکھی تھی۔ حسین بن عیاش بلاشبہ ایک فاضل ادیب تھے لیکن علمائے لغت میں ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حسین کی کتاب کا کوئی تعارف بھی ہمارے سامنے نہیں ہے۔ یہ کتاب حسین سے ابو عمر ہلال بن العلاء الباھلی الرقی (۱۸۴-۲۸۰ھ) نے اور ہلال سے ابو القاسم الحسین بن عبد اللہ بن مناذر الواسطی نے روایت کی۔ (۱۱)

(۳)

چونکہ غریب الحدیث پر تصنیف و تالیف کا یہ دور اول دوسری صدی ہجری سے شروع ہو کر تیسری صدی کے اوائل پر ختم ہوتا ہے اس لئے ان کتابوں کو بھی اس دور میں شمار کرنا مناسب ہو گا جو تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں لکھی گئیں۔ یہ کتابیں زمانی اعتبار سے اگرچہ دوسرے دور کی تصنیفات میں

---

(۱۱) الفہرست: ۹۶ (طبع ایران)، تہذیب التہذیب ۲: ۳۶۲-۳۶۳، ۱۱: ۸۳-۸۴، غریب الحدیث از ابو عبید، مقدمہ ص (ہ) تاریخ بغداد کا مطبوعہ اڈیشن غالباً ناقص ہے اس لئے کہ اس میں حسین بن عیاش سلمی کے حالات نہیں ہیں۔ تاریخ الموصل کے مصنف نے (ص ۳۵۵) سن ۲۰۴ھ کے واقعات میں حسن بن عباس خزرجی کی وفات لکھی ہے اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ "وہ بنی سلیم کے مولی تھے، فصیح اللسان تھے، غریب الحدیث پر ان کی ایک تصنیف بھی ہے" میرا خیال ہے کہ نام اور نسبت دونوں میں تحریف ہو گئی ہے، مذکورہ بالا کے بجائے الحسین بن العیاش السلمی ہونا چاہئے۔

داخل ہو جاتی ہیں لیکن طرز تصنیف کے لحاظ سے دور اول کی کتابوں ہی سے زیادہ مشابہ اور قریب بلکہ انہی کی توسیع اور تتمہ ہیں۔ اس طرح کی کتب غریب الحدیث کے مصنفین میں نمایاں ترین نام یہ ہیں:

۱- عمرو بن ابی عمرو الشیبانی (۲۳۱ھ)
۲- ابو الحسن علی بن المغیرہ بن الاثرم (۲۳۰ھ)
۳- الفراء کے صاحبین: ابو جعفر محمد بن قادم اور ابو محمد سلمۃ بن عاصم الکوفی
۴- ابو جعفر محمد بن حبیب (۲۴۵ھ)
۵- ابو معاذ النحوی اللغوی صاحب القراءات
۶- ابو عمرو شمر بن حمدویہ الھروی (۲۵۵ھ)

موخر الذکر کی کتاب بہت ضخیم تھی (۱۲)

(۴)

غریب الحدیث کے موضوع پر تصنیف و تالیف کا دوسرا دور ابو عبید القاسم بن سلام الازدی البغدادی کی کتاب غریب الحدیث سے شروع ہوتا ہے (۱۳)

۱- ابو عبید (۱۴) ہرات میں ۱۵۷ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے بچپن

---

(۱۲) الفہرست: ۸۹-۹۰، ۱۰۶-۱۰۷، ۱۳۵، ۱۶۱، بغیۃ الوعاۃ: ۲۶۶-۲۶۷، انباہ الرواۃ ۴: ۱۷۹ غریب الحدیث از ابو عبید مقدمہ کتاب ص (ہ)، مقدمہ تہذیب اللغۃ از ازہری: ۶۵-۶۸ ازہری نے ابو معاذ نحوی کو ابو عبید القاسم بن سلام کے ساتھ علمائے لغت کے تیسرے طبقہ میں شمار کیا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ تہذیب اللغۃ: ۶۵

(۱۳) ابو عبید کی غریب الحدیث چار حصوں میں (۱۹۶۴-۱۹۶۷ء) دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔ کتاب کے مصحح محمد عظیم الدین نے حصہ اول کے شروع میں ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں الخطابی کی غریب الحدیث سے جس کا مخطوطہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے متعدد اقتباسات بھی دیے ہیں۔

(۱۴) ابو عبید کے حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: انباہ الرواۃ ۳: ۱۲ (حاشیہ) الاعلام ۶: ۱۰ معجم المؤلفین ۸: ۱۰۱-۱۰۲ وفیات الاعیان (تحقیق احسان عباس) ۴: ۶۰ (حاشیہ) دائرۃ المعارف الاسلامیہ (جدید فرانسیسی

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ہی سے ذہانت وہوش مندی کے آثار نمایاں تھے۔ حدیث کی سماعت کی، ادب وفقہ کی تعلیم حاصل کی اور اپنے دور کے اکابر علمائے لغت سے لغت کی روایت کی مثلاً نحاۃ بصرہ میں ابو زید انصاری، ابو عبیدہ، اصمعی اور ابو محمد یزیدی سے۔ اسی طرح نحاۃِ کوفہ میں ابن الاعرابی، ابو زیاد کلابی، ابو محمد عبد اللہ بن سعید اموی، ابو عمرو شیبانی، کسائی، الاحمر، فراء اور ابو الحسن علی بن حازم لحیانی وغیرہ سے۔

ابو عبید کے روابط اس دور کے بعض حکام اور امراء سے بھی تھے۔ چنانچہ اولاد ہرثمہ کے استاذ رہے خراسان کے امراء آل طاہر بن الحسین سے عموماً اور عبد اللہ بن طاہر سے خصوصاً بہت گہرے تعلقات تھے۔ آل طاہر کے دربار میں ان کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ ابو عبید جب بغداد آئے اور تصنیف وتدریس کے لئے وہاں قیام کیا تو ان کا تعارف ثابت بن نصر بن مالک خزاعی سے ہوا۔ مؤخر الذکر ہارون رشید کے دور کے اواخر میں ۱۹۲ھ میں ثغور کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ ثابت ابو عبید کو طرسوس لے گیا اور قضا کا عہدہ پیش کیا جس پر ابو عبید اٹھارہ سال تک (۱۹۲-۲۱۰ھ) سرفراز رہے۔ ۲۱۳ھ میں مشہور محدث یحیی بن معین کے ساتھ ابو عبید نے مصر کا سفر کیا اور خود بھی وہاں کے علماء سے استفادہ کیا اور انھیں بھی مستفید کیا، پھر بغداد واپس آئے اور معمول کے مطابق درس وتالیف میں مصروف ہو گئے۔ ابو بکر سنان بن محمد کا بیان ہے کہ انھوں نے بغداد میں ۲۲۰ھ اور ۲۲۱ھ میں ابو عبید سے سماعت کی۔ زندگی کے آخری ایام میں مکہ کا قصد کیا اور وہیں قیام رہا یہاں تک کہ ۲۲۴ھ میں ۶۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابو عبید نہایت فاضل، متقی، بااخلاق اور سلیم الطبع شخص تھے۔ ازہری نے انھیں علمائے لغت کے تیسرے طبقے میں شمار کیا ہے اور ان کے بارے میں لکھا ہے: ''ابو عبید متدین، فاضل، عالم، ادیب، فقیہ، پابند سنت تھے۔ قرآن وحدیث کے علوم

=ایڈیشن) ۱:۱۶۱-۱۶۲

اور ان کے غریب الفاظ اور مشکل مطالب کی تحقیق پر خاص توجہ تھی'' (۱۵) کوفی علمائے لغت ابو عبید کو اپنے ممتاز ترین علماء اور کبار ائمہ میں شمار کرتے ہیں۔ (۱۶)

۲- ابو عبید نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں مثلاً لغت، فقہ، قرآن، غریب الحدیث، امثال، معانی الشعر وغیرہ۔ نقل وروایت میں صحت کے اہتمام میں معروف تھے۔ علماء نے ابو عبید کی بیس سے اوپر تصنیفات کی روایت کی ہے۔ بیس کے نام تو خود ابن الندیم نے الفہرست میں درج کیے ہیں اور لکھا ہے کہ اس کے علاوہ فقہ پر بھی کچھ کتابیں ہیں۔ (۱۷)

ابو عبید کی تصنیفات ہر شہر میں مقبول تھیں۔ امراء نے جن میں بنو طاہر بن الحسین کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے ابو عبید کے فضل وکمال اور تصانیف کی قدر وقیمت کے اعتراف کے طور پر انھیں عطیات سے نوزا۔ چنانچہ ابو الطیب لغوی لکھتا ہے: ''ابو عبید اپنی تصنیفات بادشاہوں کی خدمت میں پیش کرتے تھے اور انعام پاتے تھے اسی لئے ان کی تصنیفات زیادہ ہو گئیں''، (۱۸) ابو عبید کی خوش قسمتی تھی کہ ان کو مشہور، صاحب وجاہت اور معتمد شاگرد ملے جو درس وافادہ کی مجلسوں کے صدر نشین ہوئے چنانچہ انھوں نے اپنے استاذ کے علم کو عالم اسلام کے گوشے گوشے میں پھیلایا اور ان کی مرویات ومسموعات کی اشاعت کی (۱۹)

---

(۱۵) الفہرست: ۷۸، ۱۱۲، تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۱۳-۴۱۶، وفیات الاعیان ۴: ۶۰-۶۱، انباہ الرواۃ ۳: ۲۵۵، ۲۵۷، ۳: ۱۳، ۲۰، ۲۱، نور القبس: ۳۱۲-۳۱۵، مقدمہ تہذیب اللغہ: ۵۶، تاریخ طبری ۱۰: ۱۰۹، مراتب النحویین: ۹۴، کتاب الاموال: ۲، تہذیب اللغہ ۸: ۳۱۵-۳۱۶، طبقات الحنابلہ از ابن ابی یعلی ۱: ۲۵۹-۲۶۲، غریب الحدیث ابو عبید ۱: ۲۲۶

(۱۶) مراتب النحویین: ۹۳، طبقات الزبیدی (طبع دوم): ۱۹۹-۲۰۲

(۱۷) الفہرست: ۱۱۲-۱۱۳، تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۴، وفیات الاعیان ۴: ۶۰، نور القبس: ۳۱۵

(۱۸) الفہرست: ۱۱۲، مراتب النحویین: ۹۴، تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۴

(۱۹) الفہرست: ۷۷، ۱۱۳، ۱۲۴، مقدمہ تہذیب الازہری: ۵۷-۵۸، طبقات الزبیدی: ۲۰۵-۲۰۷، تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۴، فہرست ابن خیر: ۱۸۶-۱۸۷، انباہ الرواۃ ۴: ۴۳، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۶۸ - ۲: ۱۳۹، ۲۴۰، ۲۸۵، ۲۹۲، ۳۱۰ - ۳: ۲۱-۲۴، ۱۶۳-

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۳- یہاں ابو عبید کی مطبوعہ و قلمی کتابوں (۲۰) کی تفصیل ہمارے موضوع بحث سے خارج ہے۔ اس موقع پر ہم مختصراً ان کی مشہور کتاب غریب الحدیث پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جو اس موضوع پر تصنیف و تالیف کے ایک نئے مرحلے کا نقطہ آغاز سمجھی جاتی ہے۔

سابق مصنفین جنھوں نے غریب الحدیث کے موضوع پر قلم اٹھایا وہ مشاہیر علمائے لغت تھے، انھیں دوسرے علوم میں زیادہ دخل نہ تھا۔ ابو عبید اس موضوع پر لکھنے والے وہ پہلے شخص ہیں جن کا علمی سرمایہ تنہا لغت تک محدود نہ تھا۔ ابو عبید کو جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں مختلف اسلامی علوم مثلاً قرآن، حدیث، فقہ اور عربیت پر کامل عبور کے ساتھ حسن روایت اور صحت نقل میں بھی شہرت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ ابراہیم حربی ان کے بارے میں فرماتے ہیں: "ابو عبید کی مثال ایسی تھی جیسے کوئی پہاڑ ہو اور اس میں جان ڈال دی گئی ہو، ہر علم پر گفتگو کرتے تھے"۔

---

(۲۰) ابو عبید کی مطبوعہ تصانیف:

(الف) کتاب الامثال (ملاحظہ ہو: معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ ۱:۱۲۱) اس کی شرح: فصل المقال فی شرح کتاب الامثال لابی عبید البکری بھی چھپ گئی ہے (طبع اول ۱۹۹۸ء، طبع دوم ۱۹۷۱ء)۔

(ب) کتاب الاموال (مصر ۱۳۵۳ھ)

(ج) کتاب الاجناس (ہندوستان ۱۹۳۸ء)

(د) کتاب غریب الحدیث (ہندوستان ۱۹۶۴-۱۹۶۷ء)۔ مؤلف۔ غریب الحدیث کا محققانہ ایڈیشن ڈاکٹر حسین محمد شرف کی تحقیق سے مجمع اللغہ قاہرہ سے ۶ جلدوں میں شائع ہوا ہے (مترجم)

(ہ) کتاب الایمان (دمشق ۱۳۸۵ھ)

ابو عبید کی جانب منسوب کتابیں:

(و) کتاب العم (لیزیک ۱۹۰۸ء)

(ز) رسالہ فیما ورد فی القرآن الکریم من لغات العرب، کتاب التیسیر فی علوم التفسیر دیرینی کے حاشیے پر طبع ہوا۔ (مصر ۱۳۱۰ھ)

(ح) کتاب الرحل والنزل (البلغۃ فی شذور اللغہ ۱۹۱۴ء)

اس وسعت علم اور جامعیت کی بدولت ابو عبید کو اپنے پیش رووں کے برخلاف غریب الحدیث پر ایک نئے طرز تصنیف کی بنا ڈالنے میں مدد ملی اور اس سلسلے میں ان متعدد اور متنوع علوم کے مطالعہ سے خاص طور پر فائدہ پہنچا جن کا تعلق متناً یا اسناداً علم حدیث سے ہے (۲۱)

ابو عبید نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور صحابہ و تابعین کے آثار کا، باوجود ان احادیث و اثار کی کثرت و وسعت کے، تتبع کیا۔ اس موضوع پر جتنی کتابیں اس سے پہلے لکھی جا چکی تھیں ان کا احاطہ اور سابقہ مواد کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ جب ان ساری احادیث و آثار کو جو ان کے نزدیک وضاحت طلب اور محتاج تشریح تھے جمع کر لیا تو انھیں اپنی کتاب میں ان کی سندوں کے ساتھ مرتب کیا۔ یہ کام ابو عبید سے پہلے کوئی نہ کر سکا تھا۔ (۲۲)

ابو عبید کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حدیث پیش کرتے ہیں پھر اس کی سند ذکر کرتے ہیں اس کے بعد حدیث کے غریب اور مشکل الفاظ کی تشریح کرتے ہیں۔ اگر زیر بحث لفظ مشترک ہے یعنی کئی معنی رکھتا ہے تو حدیث میں مراد معنی کے ساتھ دوسرے معانی کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ ایک لفظ کی تشریح میں کبھی کبھی اشتقاق میں اس کے شریک بعض دوسرے الفاظ کی بھی وضاحت کرتے ہیں۔ مشکل احادیث میں بسا اوقات مزید دراز نفسی سے کام لیتے ہوئے اس کے مفہوم کی توضیح، متشابہ کی تاویل اور اس کے تعارض کو رفع کرتے ہیں، کہیں کہیں فقہ و احکام کی بحثیں بھی آ جاتی ہیں۔ اس تشریح و توضیح میں ابو عبید ائمہ لغت کے اقوال نقل کرتے ہیں، اپنی رائے کی تائید میں قرآن مجید کی آیات اور کلام عرب سے شواہد بھی پیش کرتے ہیں۔ پھر کبھی کبھی ان آیات و اشعار کے غریب الفاظ کی بھی تشریح کرتے جاتے ہیں۔

---

(۲۱) تاریخ بغداد ۱۲:۴۱۱، ۴۱۳، طبقات الحنابلہ از ابن ابی یعلی ۱:۸۶، وفیات الاعیان ۴:۶۱

(۲۲) النہایہ (طبع الخیریہ) ۱:۵

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ابو عبید نے اپنی کتاب کا آغاز رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے کیا ہے۔ آپ کے بعد صحابہ اور تابعین کے آثار علیحدہ علیحدہ ذکر کیے ہیں۔ (۲۳) ابو عبید نے اس کتاب کی تصنیف و ترتیب میں نہایت اہتمام، دیدہ ریزی اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب ان کی پوری زندگی کا حاصل ہے۔ اسی وجہ سے حسن ترتیب کا شاہکار ہے۔ ابو عبید کا کلام بہت محققانہ اور ان کی دقت نظر کا ثبوت ہوتا ہے۔ غریب الحدیث کی تصنیف میں انھوں نے جو نیا طرز اختیار کیا وہ حدیث، فقہ اور لغت کے علماء کے لئے بڑا پرکشش ثابت ہوا۔ چنانچہ سب نے یہ کتاب پسند کی اور اس کے مطالعے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی، اس لئے کہ اس کتاب میں ان سب کی دلچسپی کا سامان موجود تھا۔ (۲۴)

۴۔ ابو عبید کے طرز کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے بطور نمونہ ان کی کتاب غریب الحدیث سے ایک اقتباس پیش کرنا غالباً نامناسب نہ ہو گا۔

"وقال ابو عبید فی حدیث النبی ﷺ: الطیرة والعیافة والطرق من الجبت (۲۵) قال: حدثناه الفزاری مروان وإسحاق الأزرق أو أحدهما، عن عوف عن حیان عن قطن بن قبیصة عن قبیصة بن مخارق الهلالی عن النبی ﷺ،

قال أبو عبید: قوله العیافة، یعنی زجر الطیر، یقال منه: عفت الطیر أعیفها عیافة، ویقال فی غیر هذا: عافت الطیر تعیف عیفا، إذا کانت تحوم

(۲۳) تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۵، نبی ﷺ کی احادیث غریب الحدیث کے مطبوعہ اڈیشن میں حصہ اول، حصہ دوم اور حصہ سوم کے ۲۰۷ صفحات تک پھیلی ہوئی ہیں۔ صحابہ کی روایات تیسرے حصہ کے بقیہ (ص: ۲۰۸-۲۸۶) اور حصہ چہارم کے ۳۴۱ صفحات تک اور تابعین کے آثار حصہ چہارم کے بقیہ صفحات یعنی ۳۴۲ سے ۵۰۰ تک ہیں۔

(۲۴) تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۵

(۲۵) ملاحظہ ہو الفائق از زمخشری ۳: ۹۴، النہایہ (تحقیق الطناحی) ۳: ۱۲۱، ۳۳۰

علی الماء، وعاف الطعام یعافه عیافا، وذلک إذا کرهه.

و أما قوله: "فی الطرق" فإنه الضرب با لعصا، ومنه قول لبید:

لعمرک ماتدری الطوارق با لعصا   ولا زاجرات الطیر ما اللّٰه صانع

وقال: بعضهم یرویه: الضوارب با لعصا، ومعناهما واحد، وأصل الطرق: الضرب، ومنه سمیت مطرقة الصائغ والحداد، لأنه یطرق بها، أی یضرب، و کذلک عصا النجاد التی یضرب بها الصوف.

والطرق أیضا فی غیرهذا: الماء الذی قدخوضته الإبل وبولت فیه، فهو طرق ومطروق، ومنه حدیث إبراهیم: الوضوء بالطرق أحب إلی من التیمم، وأما الطروق فإنه من الطارق الذی یطرق لیلا. واما الإطراق فإنه یکون من السکوت، ویکون ایضا استرخاء فی جفون العین. یقال منه رجل مطرق. قال الشاعر فی عمربن الخطاب یرثیه:

وما کنت أخشی أن تکون وفاته   بکفي سبنتی أزرق العین مطرق (۲۶)

وأما التطارق فهو اتباع القوم بعضها بعضا، یقال قد تطارق القوم إذا فعلوا ذلک ومنه قیل للترسة: المجان المطرقة، یعنی قد أطرقت بالجلود والعصب أي ألبسته، وکذلک النعل المطرقة، هی التی أضیفت إلیها أخری. واحد المجان: مجن، (۲۷)

(۲۶) اس شعر کی نسبت شماخ اور اس کے دونوں بھائیوں مزرد اور جزء سب کی جانب کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو: البیان والتبیین ۳: ۳۶۴، شرح دیوان الحماسہ مرزوقی، ق ۳: ۱۰۹۰-۱۰۹۲، الاصابہ ۶: ۸۵

(۲۷) غریب الحدیث ۲: ۴۴-۴۸۔

- مروان بن معاویہ: ابو عبد اللہ کوفی فزاری، ابو عبید کے شیخ ہیں حافظ اور ثقہ ہیں۔ البتہ شیوخ کے ناموں میں تدلیس سے کام لیتے ہیں۔ حالات کے لئے دیکھئے: الجرح والتعدیل ۴/۱: ۲۷۲-۲۷۳، تذکرۃ الحفاظ: ۲۹۵-۲۹۶ میزان الاعتدال ۴: ۹۳-۹۴، العبر ۱: ۲۱۱، تہذیب التہذیب ۱۰: ۹۶-۹۸، التقریب ۱: ۹۳۔

- اسحاق الازرق: اسحاق بن یوسف بن مرداس مخزومی واسطی۔ ابو عبید کے شیخ ہیں، ثقات میں شمار ہوتے

Toobaa-elibrary.blogspot.com

" وقال أبو عبيد فى حديث النبى ﷺ: إن أفضل الأيام عندالله يوم النحر ثم يوم القر (۲۸) ، حدثنيه يحيى بن سعيد و محمدبن عمر الواقدى عن ثور بن يزيد عن راشد بن سعد ، قال يحيى : عن عبد الله بن لحى ، وقال محمد : عن عبدالله بن نجيى،عن عبدالله بن قرط عن النبى ﷺ.

قال أبو عبيد : قوله : يوم القر ، يعنى الغد من يوم النحر ،وانما سمي يوم القر، لأن أهل الموسم يوم الروية وعرفة والنحرفى تعب من الحج. فإذاكان الغد من يو م النحر قروا بمنى فلهذ ا سمي يو م القر، وهو معروف

=ہیں ۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو: الجرح و التعدیل ۱/۱: ۲۳۸، طبقات ابن سعد :۳۱۵، تاریخ واسط: ۱۵۶۔۱۵۷ تاریخ بغداد ۶: ۳۱۹-۳۲۱، تذکرۃالحفاظ: ۳۲۰ - ۳۲۱ العبر ۱: ۳۱۸، تہذیب التہذیب ۱: ۲۵۷، التقریب ۱: ۹۳۔

-عوف: عوف بن ابی جمیلہ الاعرابی العبدی الہجری، ابو سہل بصری، ثقہ ہیں۔ حالات کے لئے دیکھئے: طبقات ابن سعد ۷: ۲۵۸، الجرح والتعدیل ۳ / ۲: ۱۵، میزان الاعتدال ۳: ۳۰۵، العبر ۱: ۲۰۶، تہذیب التہذیب ۸: ۱۶۶-۱۶۷، التقریب ۲: ۸۹۔

-حیان: حیان بن العلاء۔ حافظ ابن حجر نے التقریب ۱: ۲۰۸ میں ان کو "مقبول" لکھا ہے حالات کے لئے دیکھئے: الجرح والتعدیل ۱ / ۲: ۲۴۸، تہذیب التہذیب ۳: ۶۸

- قطن بن قبیصہ: حافظ نے تقریب ۲: ۱۲۶ میں ان کو "صدوق" لکھا ہے، حالات کے لئے دیکھیے۔ اخبار اصفہان ۲: ۱۵۸، الجرح والتعدیل ۳ / ۲: ۱۳۷، تہذیب التہذیب ۸: ۳۸۱۔

-قبیصہ بن مخارق ہلالی، حالات کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد ۷: ۳۵، الاصابہ ۵: ۲۲۷، التہذیب ۸: ۳۵

یہ حدیث مسند احمد ابن حنبل" ۳: ۴۷۷ میں عن یحیٰ بن سعید عن عوف کی سند سے مذکور ہے اور اس کے بعد اتنا مزید ہے: قال: العیافۃ من الزجر والطرق من الخط، پھر ۵: ۶۰ میں بھی اسی سند سے آئی ہے۔ ابوداؤد ۴: ۲۳ میں (عون المعبود) عن مسدد عن یحیٰ عن عوف کی سند سے ہے اور اس کے بعد مسند احمد کی عبارت کے برعکس یہ عبارت ہے "الطرق: الزجر، والعیافۃ: الخط" ابن سعد نے اپنی طبقات میں قبیصہ کے حالات میں یہ حدیث احمد بن جعفر بن مالک عن بشر بن موسیٰ عن ہوذہ بن خلیفہ عن عوف کی سند سے نقل کی ہے۔

(۲۸) ملاحظہ ہو الفائق از زمخشری ۲: ۳۲۶، النہایہ (تحقیق الطناحی) ۴: ۳۷۔

من كلام أهل الحجاز.

قال أبو عبيد : سألت عنه أباعبيدة وأبا عمرو (الشيبانى) فلم يعرفاه،ولاالأصمعى فيماأعلم"(۲۹)

---

(۲۹) غریب الحدیث ۲: ۵۲۔۵۳

- یحیی بن سعید: شیخ ابو عبید، یحیی بن سعید قطان تیمی، حافظ ابو سعید بصری احول، حالات کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد ۷: ۲۹۳، الجرح والتعدیل ۴ / ۲: ۱۵۰۔۱۵۱، تاریخ بغداد ۱۴: ۱۳۵۔ ۱۴۴، العبر ۱: ۳۲۷۔ ۳۲۸ تذکرۃالحفاظ: ۲۹۸۔ ۳۰۰، تہذیب التہذیب ۱۱: ۲۱۶۔ ۲۲۰

- محمد بن عمر الواقدی: ابو عبید کے شیوخ میں سے ہیں۔ ایک سے زیادہ ائمہ حدیث نے ان پر کلام کیا ہے۔ حافظ نے تقریب ۲: ۱۹۴ میں لکھا ہے کہ وسعت علم کے باوجود متروک ہیں۔ حالات کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد ۷: ۳۳۴۔ ۳۳۵ الجرح والتعدیل ۴ / ۱: ۲۰۔ ۲۱، تاریخ بغداد ۳: ۳۔ ۲۱، العبر ۱: ۳۵۳، تذکرۃ الحفاظ: ۳۴۸، میزان الاعتدال ۳: ۶۶۲۔ ۶۶۶، تہذیب التہذیب ۹: ۳۶۳۔ ۳۶۹۔

- ثور بن یزید: ابو خالد کلابی حمصی ، ثقہ اور قوی ہیں ۔ حالات کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد ۷: ۴۶۷، الجرح والتعدیل ۱ / ۱: ۴۶۸۔ ۴۶۹، العبر ۱: ۲۱۹، تذکرۃ الحفاظ: ۱۷۵، تہذیب التہذیب ۲: ۳۳۔ ۳۵، التقریب ۱: ۱۲۱۔

- راشد بن سعد المقرائی۔ ایک قول کے اعتبار سے: الحرازی الحمصی، ثقہ ہیں۔ قوی ترین شامی راویوں میں شمار ہوتا ہے حالات کے لئے دیکھئے طبقات ابن سعد ۷: ۴۵۶، الجرح والتعدیل ۱ / ۲: ۴۸۳، تاریخ الاسلام ۴: ۲۴۸، و تہذیب التہذیب ۳: ۲۲۵۔ ۲۲۶، التقریب ۱: ۲۴۰

- عبداللہ بن لحی: الحمیری۔ ابو عامر ہوزنی حمصی، ثقہ ہیں۔ حالات کے لئے دیکھئے الجرح والتعدیل ۲ / ۲: ۱۴۵، تاریخ الاسلام ۳: ۲۲۱، تہذیب التہذیب ۵: ۳۷۳، التقریب ۱: ۴۴۴

- عبداللہ بن قرط ازدی ، ثمالی ۔ صحابی ہیں ۔ حالات کے لئے دیکھئے : الاصابہ ۴: ۱۱۸۔ ۱۱۹، تاریخ الاسلام ۲: ۳۰۱، تہذیب التہذیب ۵: ۳۶۱، الجرح والتعدیل ۲ / ۲: ۱۴۰، طبقات ابن سعد ۷: ۴۱۵

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند ۴: ۳۵۰ میں اس حدیث کی روایت یحیی بن سعید عن ثور کی سند سے کی ہے۔ البتہ اس میں عبداللہ بن لحی کی بجائے عبداللہ بن نجی ہے۔ مسند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "أعظم الایام عند اللہ یوم النحر ثم یوم النفر۔

ابوداود ۲: ۸۲ (عون المعبود) میں ابراہیم بن موسی الرازی عن عیسی، و عن مسدد عن عیسی: عن ثور کی سند سے یہ حدیث آئی ہے۔ ابوداود کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں: قال عیسی، قال ثور: وھو الیوم الثانی۔

حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں عبداللہ بن قرط کے حالات میں لکھا ہے کہ ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے عبداللہ بن قرط سے اس حدیث کی روایت عبداللہ بن لحی کی سند سے کی ہے۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۵۔ ابو عبید نے اپنی کتاب غریب الحدیث خلیفہ مامون (دور خلافت ۱۹۸۔۲۱۸ھ) کے لئے لکھی اور مامون کو پڑھ کر سنائی۔ عبد اللہ بن طاہر کی خدمت میں پیش کی تو اس نے پسند کی اور ابو عبید کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ پھر سب سے پہلے ابو عبید سے اس کتاب کی سماعت محدث جلیل یحییٰ بن معین نے کی جو جرح و تعدیل اور صحیح و سقیم احادیث کے زبردست عالم تھے۔ اور امام اہل سنت حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اس قدر پسند کی کہ اپنے ہاتھوں سے اس کی نقل تیار کی۔ (۳۰)

ابو عبید کو خود بھی اپنی یہ کتاب بہت پسند تھی اور اس پر انھیں ناز تھا۔ چنانچہ اس کی تصنیف و ترتیب میں ابو عبید نے جو زحمت برداشت کی تھی اس کے بارے میں ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ: اس کتاب کی تصنیف میں چالیس سال کا عرصہ لگا ہے۔ بسا اوقات مجھے عام لوگوں کی باتوں سے کوئی نکتہ ہاتھ آجاتا تو میں اسے کتاب میں مناسب مقام پر درج کرتا اور اس یافت کی خوشی میں پوری رات جاگ کر گزار دیتا (۳۱)

بغداد میں ابو عبید نے اس کتاب کا درس دیا (۳۲)۔ اپنی کتاب ''الامثال'' میں اس کا حوالہ دیا ہے (۳۳) اور ان کی کتاب ''الاجناس'' تو غریب

(۳۰) تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۶۔۴۰۸، طبقات الحنابلۃ از ابن ابی یعلی ۱: ۲۶۱۔۲۶۲ نور القبس: ۳۱۵، البدایۃ والنہایۃ ۱۰: ۲۹۱

(۳۱) تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۷، طبقات الحنابلۃ ۱: ۲۶۱، وفیات الاعیان ۴: ۶۱، ازہری نے ابو عبید کا یہ قول ان کی کتاب ''الغریب المصنف'' کے سلسلہ میں نقل کیا ہے (مقدمہ تہذیب اللغۃ: ۵۶۔۵۷) مراتب النحویین: ۹۳ میں ہے کہ ابو عبید نے کہا: میں نے ''الغریب المصنف'' تیس سال میں لکھی ہے۔ قفطی نے یہ قول ایک جگہ ''غریب الحدیث'' اور دوسری جگہ ''الغریب المصنف'' کے بارے میں نقل کیا ہے (انباہ الرواۃ ۳: ۱۶، ۲۲)

(۳۲) تاریخ بغداد ۱۲: ۴۱۵

(۳۳) فصل المقال فی شرح کتاب الامثال (طبع دوم): ۶۰۱

الحدیث ہی سے ماخوذ ہے۔ (۳۴)

ابو عبید کی کتاب کے سامنے اس موضوع پر سابق تصانیف کی شہرت ماند پڑ گئی اور غریب الحدیث کی کتابوں میں اس کو اولین درجہ ملا یہاں تک کہ ابن الاثیر لکھتے ہیں: ''غریب الحدیث و الآثار کے موضوع پر ابو عبید نے اپنی مشہور کتاب لکھی جو اگرچہ زمانی اعتبار سے موخر تھی لیکن احادیث و آثار کی کثرت اور لطیف مطالب اور بے شمار افادات کا جو ذخیرہ اس میں جمع کیا گیا ہے اس کی وجہ سے مقدم اور اپنے موضوع پر شاہکار اور قابل تقلید نمونہ بن گئی'' ہلال بن العلاء رقی کہتے ہیں: ''اللہ تعالی نے اس امت پر اس دور میں چار حضرات کے ذریعہ فضل فرمایا'' امام شافعی جنھوں نے حدیث نبوی میں تفقہ پیدا کیا، امام احمد بن حنبل جو ابتلا میں ثابت قدم رہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگ کافر ہو جاتے، یحییٰ بن معین جنھوں نے احادیث نبوی کو وضع و کذب سے پاک کیا اور ابو عبید القاسم بن سلام جنھوں نے غریب الحدیث کی تشریح کی۔ اگر یہ کام نہ ہوتا تو لوگ غلطیوں کا شکار ہو جاتے۔'' ابن خلکان نے بعض علماء کے بارے میں لکھا ہے کہ انھیں یہ کتاب اتنی پسند تھی کہ وہ ابو عبید کو اس موضوع پر سب سے پہلا مصنف قرار دیتے تھے۔ ابن خلکان وفیات الاعیان میں فرماتے ہیں: ''کہا جاتا ہے کہ ابو عبید پہلے شخص ہیں جنھوں نے غریب الحدیث کے موضوع پر کتاب لکھی'' گویا ابو عبید کا کام ان کے نزدیک اتنا مہتم بالشان اور ممتاز تھا کہ انھوں نے سابقہ کوششوں کو اس سلسلہ میں کوئی اہمیت نہیں دی۔

راویوں نے مشرق و مغرب میں اس کتاب کی اشاعت کی اور اندلس میں تو اس کو زبردست مقبولیت حاصل تھی ''ابو عبید کی کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں اسی طرح مقبول و متداول اور غریب الحدیث کے سلسلہ میں ماخذ و مرجع بنی رہی

(۳۴) الاجناس: ۱

Toobaa-elibrary.blogspot.com

''اس کی وجہ یہ تھی کہ حدیث کے وہ مشہور غریب الفاظ جن کی تشریح کی ضرورت تھی وہ سب اس میں موجود تھے، چنانچہ یہ کتاب اصحاب حدیث کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی ان کے مذاکروں کی بنیاد اسی پر ہوتی تھی اور اختلاف کے وقت یہی کتاب حکم اور فیصلہ کن قرار پاتی تھی (۳۵)

۶۔ اگر ایک طرف ابو عبید کی غریب الحدیث کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی تو دوسری طرف متعدد اصحاب علم نے اس پر تنقید بھی کی۔

بعض حضرات کی تنقید کا خلاصہ یہ تھا کہ ابو عبید نے اپنی تصنیفات میں کوئی نئی چیز پیش نہیں کی ہے، بلکہ اسی شاہراہ پر گامزن رہے جو ان کے پیشرو علماء اور ائمہ نے ہموار کی تھی۔ ابن درستویہ (۳۴۷ھ) جو نحو اور لغت میں بصری اسکول کے سخت حامی تھے کہتے ہیں: ''ابو عبید کو کسی تصنیف میں بھی تقدم اور اسبقیت حاصل نہیں مثلاً ان کی ایک کتاب ''الغریب المصنف'' ہے... اسی طرح ایک کتاب ''غریب الحدیث'' ہے اس موضوع پر سب سے پہلے قلم اٹھانے والے ابو عبیدہ معمر بن المثنی، قطرب، اخفش اور نضر بن شمیل ہیں... ان تمام علماء کی کتابوں میں جو مواد تھا ابو عبید نے اسے جمع کیا، اس کی تشریح و توضیح کی اور سندیں بھی درج کیں... اسی طرح ان کی کتاب معانی القرآن پر ہے...'' اس طرح ابن درستویہ ابو عبید کی تمام کتابوں پر یہی تبصرہ کرتے ہیں کہ ابو عبید نے دراصل سابق علماء کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے اور کہیں کہیں بعض مفید اضافے بھی کئے ہیں۔ (۳۶)

ابو الطیب عبد الواحد بن علی لغوی (۳۵۱ھ) بھی بصریوں کے زبردست حامی اور طرفدار تھے۔ ان کے علاوہ سب پر نکتہ چینی کرتے تھے اور بصریوں کے

(۳۵) النہایۃ (طبع الخیریۃ) ۱: ۵، مقدمہ غریب الحدیث ص (و)، وفیات الاعیان ۳: ۶۱ تاریخ بغداد ۱۲: ۴۱۰، مناقب شافعی از بیہقی ۲: ۲۷۷۔۲۷۸

(۳۶) تاریخ بغداد ۱۲: ۴۰۵، البلغہ از فیروز آبادی: ۱۰۷

علم کو ہی علم سمجھتے تھے۔ (۳۷) انھوں نے ابن درستویہ کی اس رائے کی تائید کی کہ ابو عبید نے اپنی تصنیفات میں سابق علماء پر اعتماد کیا ہے اور ان کی ساری کتابیں ان ہی کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ ابو الطیب نے مزید نکتہ چینی کی کہ لغت میں ابو عبید کی روایت کم ہے اور علمائے بصرہ سے منقول بیشتر معلومات ان سے براہ راست سن کر نقل نہیں کی گئی ہیں۔ ابو الطیب لکھتے ہیں:

''ابو عبید القاسم بن سلام کی تصنیفات عمدہ ہیں لیکن ان کی روایات کم ہیں۔ دوسرے متعدد علوم نے انھیں لغت پر توجہ دینے کا موقع نہیں دیا۔ جہاں تک ان کی کتاب (غریب الحدیث) کا تعلق ہے تو اس میں ابو عبید نے ابو عبیدہ معمر بن المثنی کی کتاب پر اعتماد کیا ہے... اہل بصرہ کا بیان ہے کہ ان کے علماء سے جو روایتیں ابو عبید نے نقل کی ہیں وہ براہ راست ان کی زبان سے سننے کی بجائے کتابوں سے اخذ کی ہیں... اعراب کے سلسلہ میں بھی ان کا علم محدود تھا'' (۳۸)

یہ تو ابو عبید کے علم اور ان کی تصنیفات پر عمومی تنقید تھی، بعض علماء نے خاص طور سے ان کی زیر بحث کتاب غریب الحدیث پر تنقید کی ہے، مثلاً ابراہیم حربی (۲۸۵ھ) کا قول ہے: کتاب غریب الحدیث میں ''سمعت'' کا لفظ دو سو بار سے بھی کم ہے بقیہ ''قال الاصمعی، قال ابو عمرو'' ہے۔ ۴۵ احادیث اس کتاب میں ایسی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے، ان احادیث کے سلسلہ میں ابو عبیدہ معمر بن المثنی کی وجہ سے ابو عبید کو دھوکا ہوا''

ایک دوسری روایت میں ابراہیم حربی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ''ابو عبید کی تصنیف غریب الحدیث میں ۵۳ حدیثیں بے اصل ہیں'' ابراہیم ہی سے منقول تیسری روایت میں ہے کہ ''ابو عبید کی کتاب غریب الحدیث میں ۱۲۰ حدیثیں

(۳۷) مراتب النحویین: ۲۳۔۲۴، ۲۷۔۷۴، ۷۵۔۹۰، ۹۲

(۳۸) مراتب النحویین: ۹۳

Toobaa-elibrary.blogspot.com

بے اصل ہیں جن کی جانب میں نے اپنی کتاب میں اشارہ کیا ہے"(۳۹)

ابو سعید احمد بن خالد ضریر بغدادی نے بھی غریب الحدیث کے بہت سے الفاظ کے سلسلہ میں ابو عبید پر نکتہ چینی کی ہے۔(۴۰)

پھر ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (۲۷۶ھ) نے ایک کتاب لکھی جس میں ابو عبید کی کتاب غریب الحدیث پر استدراک کیا اور اس کا نام "اصلاح غلط ابی عبید فی غریب الحدیث رکھا۔(۴۱) ابو علی حسن بن عبد اللہ المعروف بلغدہ نے بھی الرد علی ابی عبید" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔(۴۲)

(۵)

غریب الحدیث کے موضوع پر تصنیف و تالیف کے اس نئے مرحلہ کی دوسری نمائندہ شخصیت ابن قتیبہ ہیں۔

۱۔ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری ۲۱۳ھ میں بغداد میں پیدا

---

(۳۹) تاریخ بغداد ۶:۳۵۔۳۶، ۱۲: ۴۱۳، معجم الادبا، ۱: ۱۲۱، نزہۃ الالباء: ۲۷۷، نور القبس: ۳۱۵، نور القبس کی عبارت کے شروع میں نقص ہے جو تاریخ بغداد ۱۲: ۴۱۳ سے مکمل ہو جاتا ہے۔

(۴۰) مقدمہ تہذیب الازہری: ۶۳۔۶۴، انباہ الرواۃ ۱: ۴۱ معجم الادباء ۳: ۱۶۔۱۷، بغیۃ الوعاۃ ۱: ۱۳۱۔۱۳۲

(۴۱) الفہرست: ۱۲۲، ۱۳۵، مقدمہ تہذیب الازہری: ۷۵، فہرست ابن خیر: ۱۸۸، بغیۃ الوعاۃ: ۲۹۱ آئندہ صفحات میں غریب الحدیث کے موضوع پر ابن قتیبہ کی کوششوں پر بحث کرتے ہوئے اس کتاب پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

(۴۲) معجم الادباء ۸: ۱۴۲، بغیۃ الوعاۃ: ۲۲۲، بعض دوسرے علماء نے بھی ابو عبید قاسم بن سلام کے رد میں کتابیں لکھی ہیں، لیکن ہم نے یہاں صرف ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جو اس سلسلہ میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں لکھی گئیں نیز خاص طور سے غریب الحدیث کے رد میں ہیں، وہ کتابیں جو ابو عبید کی کسی اور تصنیف مثلاً الغریب المصنف کے رد میں یا ابو عبید کی تصنیفات کی عمومی اغلاط پر لکھی گئی ہیں ان کو نظر انداز کیا گیا ہے مثلاً ابو سعید محمد بن ہبیرۃ اسدی (جو صعودا کے نام سے معروف تھے) کی کتاب "فیما أنکرتہ العرب علی ابی عبید القاسم بن سلام ووافقتہ فیہ) اور ابو عمر محمد بن عبد الواحد الزاہد غلام ثعلب (۳۴۵ھ) کی کتاب "ما أنکرتہ الاعراب علی ابی عبید فیما رواہ وصنفہ" ملاحظہ ہو الفہرست: ۱۱۶، ۱۲۰، معجم الادبا، ۱۸: ۲۳۲، ۱۹: ۱۰۵۔

ہوئے۔(۴۳) ایک قول کے مطابق جائے پیدائش کوفہ ہے۔ بہر حال نشوونما بغداد میں ہوا۔ بغداد کے علماء، فقہاء اور محدثین کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ ابن قتیبہ کا اصل وطن مرو ہے۔ دینور کی جانب اس لئے منسوب ہوئے کہ ایک مدت تک دینور کے منصب قضا پر فائز رہے۔(۴۴) دینور چونکہ الجبل کے مرکزی شہروں میں شمار ہوتا ہے اس لئے البیرونی نے الجبلی لکھا ہے۔(۴۵)

ابن قتیبہ کے اندر ابتدا ہی سے تحقیق، جستجو اور ہر علم و فن کے حصول کی تڑپ پائی جاتی تھی۔ چنانچہ اپنے بارے میں خود ان کا بیان ہے کہ "عنفوان شباب اور طالبعلمی کے دور میں میرا دل چاہتا تھا کہ ہر فن سے واقفیت حاصل کروں اور کوئی علم میری دسترس سے باہر نہ ہو"(۴۶) چنانچہ اگر ایک طرف فقہ تفسیر اور حدیث کی مجلسوں میں حاضری دی تو دوسری طرف ادب، لغت اور تاریخ کی درسگاہوں میں بھی شرکت کی اور طلب علم کا حق ادا کر دیا۔ ہر فن ان کا مطمح نظر اور درس و مطالعہ ہی ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا اس لئے وسعت مطالعہ، کثرت معلومات، جامعیت اور تنوع وہ امتیازی خصوصیات ہیں جن میں ابن قتیبہ کا ہمسر

---

(۴۳) ابن قتیبہ کے حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو انباہ الرواۃ ۲: ۱۴۳ (حاشیہ) الاعلام ۴: ۲۸۰، معجم المولفین ۹: ۱۵۰۔۱۵۱، کتاب المعانی الکبیر مقدمہ کا صفحہ (د)، کتاب عیون الاخبار ۴: ۱۲ (مقدمہ) تاویل مشکل القرآن کے مقدمہ میں استاذ سید احمد صقر نے ابن قتیبہ کے حالات لکھے ہیں، جیرار لکونت نے ابن قتیبہ پر ایک مفصل اور جامع کتاب لکھی (طبع المعہد الفرنسی دمشق ۱۹۶۵ھ) جو اب تک ابن قتیبہ کے متعلق شائع ہونے والی نفیس ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ مصنف نے ابن قتیبہ کے حالات کے مآخذ اور ان کے بارے میں شائع شدہ تحقیقات و مقالات سے بھی تعرض کیا ہے۔ اسی طرح مصنف مذکور ہی نے دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں ابن قتیبہ پر مقالہ لکھا ہے (تازہ فرانسیسی ایڈیشن) ۳: ۸۶۸۔۸۷۱

(۴۴) دینور "جبل" کے "اعمال" میں قرمیسین سے قریب ایک شہر ہے زرخیز علاقہ ہے۔ ہمدان کا دو تہائی۔ دینور اور ہمدان کے درمیان بیس سے اوپر فرسخ کا فاصلہ ہے (معجم البلدان)

(۴۵) الآثار الباقیہ: ۲۳۸، "الجبل" یا "الجبال" اصفہان سے لیکر زنجان، قزوین، ہمدان، دینور، قرمیسین اور رے تک کے تمام شہروں اور علاقوں کو کہتے ہیں (معجم البلدان: الجبل، الجبال)

(۴۶) تاویل مختلف الحدیث: ۶۱

Toobaa-elibrary.blogspot.com

مشکل سے ملے گا۔ ابن قتیبہ کو بیک وقت لغت، نحو، قرآن، حدیث، شعر اور فقہ کے علوم میں مہارت اور دستگاہ حاصل تھی۔ اپنے دور کے ممتاز علمائے لغت مثلاً ابو حاتم سہل بن محمد بجستانی (۲۴۸ھ) ابو الفضل عباس بن الفرج ریاشی (۲۵۷ھ) ابو الحسن عبد الرحمٰن ابن اخی الاصمعی، ابو سعید احمد بن خالد مکفوف بغدادی، (۴۷) اور ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان زیادی (۲۴۹ھ) (۴۸) سے روایت کی۔ معلومات کی وسعت اور علوم کی جامعیت و تنوع کا یہ حال تھا کہ ذھبی نے "علم کا مخزن" کہا ہے۔ ابن قتیبہ روایت میں ثقہ، راستباز، متدین اور اخلاق فاضلہ کے مالک تھے۔

ابن قتیبہ نے قرآن، حدیث، فقہ، اخبار، لغت و شعر مختلف علوم میں بڑی قیمتی اور نفیس کتابیں تصنیف کیں اور اپنی وفات تک بغداد میں ان کا درس دیتے رہے۔ ابن قتیبہ کی تصنیفات کی تعداد بہت ہے۔ صاحب الفہرست نے ۳۴ کتابیں ذکر کی ہیں (۴۹) اور لکھا ہے کہ "ابن قتیبہ کی کتابیں جبل میں بہت مقبول ہیں"۔ ابو زکریا محی الدین نووی (۶۷۶ھ) ابن قتیبہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "ابن قتیبہ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں۔ ان کی فہرست میری نظر سے گذری ہے مگر ان کی تعداد یاد نہیں رہی۔ میرا خیال ہے مختلف علوم میں ساٹھ سے زائد

---

(۴۷) قفطی نے انباہ الرواۃ (۱:۴۱) میں لکھا ہے کہ ابو سعید الضریر (نابینا) ابن قتیبہ کے پاس آئے اور ان سے استفادہ کیا۔ یہ بالکل غلط ہے، قفطی نے واقعہ کو یکسر الٹ دیا، جبکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

(۴۸) فیروز آبادی نے بلغہ (۱۱۶) میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ نے ابن الاعرابی سے بھی روایت کی لیکن یہ تنہا فیروز آبادی کا بیان ہے۔ غالباً فیروز آبادی نے محمد بن زیاد بن عبید اللہ زیادی کے بجائے، جو ابن قتیبہ کے شیوخ میں سے ہیں، غلط فہمی کی وجہ سے، ابن الاعرابی لکھ دیا۔ ابن قتیبہ کے شیوخ کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو کتاب تاویل مشکل القرآن: ۳۔۶ اور جیرار لکونت کی تصنیف ابن قتیبہ: ۴۵۔۴۷۔

(۴۹) ان الندیم نے ابن قتیبہ کی تصنیفات میں ایک کتاب عیون الشعر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ دس کتب پر مشتمل ہے جن میں ایک کتاب المراتب بھی ہے۔ پھر کتاب المراتب والمناقب من عیون الشعر کا دوبارہ علحدہ سے بھی ذکر کیا ہے۔ اگر ہم موخر الذکر کو اس فہرست سے خارج کر دیں اس لئے کہ وہ پہلی کتاب کا ایک حصہ ہے تو ابن الندیم کی تعداد ۳۲ ہو جاتی ہے (الفہرست ۱۲۱: ۱۲۲)

تصانیف ہیں" (۵۰)

تعلیم میں تنوع کی وجہ سے ابن قتیبہ کی تصنیفات میں بھی بڑا تنوع تھا۔ مغرب اور اندلس میں ان کی کتابوں کو عجیب و غریب مقبولیت حاصل تھی، یہاں تک کہ کہا جاتا تھا کہ "جس گھر میں ابن قتیبہ کی کوئی کتاب نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں"۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں ابن قتیبہ کی کتاب ادب الکاتب کو ان چار کتابوں میں سے ایک قرار دیا ہے جو عربی ادب کے ماخذ اور ستون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ابن قتیبہ نے ۲۷۶ھ میں اچانک وفات پائی۔ (۵۱)

۲۔ اس موقع پر ہم ابن قتیبہ کی تمام قلمی اور مطبوعہ (۵۲) کتابوں کا جائزہ لیں گے نہ ان کے متعلق علماء کے اختلاف رائے کا ذکر کریں گے۔ یہاں

---

(۵۰) تہذیب الاسماء واللغات، القسم الاول، الجزء الثانی: ۲۸۱

(۵۱) الفہرست: ۱۲۱۔۱۲۲، مقدمہ تہذیب اللغۃ: ۷۵، انباہ الرواۃ ۲: ۱۴۳۔۱۴۷، وفیات الاعیان ۳: ۴۲۔۴۴، بغیۃ الوعاۃ: ۲۹۱، البلغۃ للفیروز آبادی: ۱۶۶، مراتب النحویین: ۸۴۔۸۵ تفسیر سورۃ الاخلاص از ابن تیمیہ: ۱۲۱، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۳۳، البدایۃ والنہایۃ ۱۱: ۴۸، ۵۷ و ۱۳: ۲۷۸۔۲۷۹ مقدمہ ابن خلدون: ۴۸۹، تاریخ بغداد ۱۰: ۱۷۰۔۱۷۱۔

(۵۲) ابن قتیبہ کی مطبوعہ کتابیں یہ ہیں: الاختلاف فی اللفظ والرد علی الجہمیۃ والمشبہۃ، ادب الکاتب، الاشربۃ، اصلاح الغلط، الانواء، تاویل مختلف الحدیث، تاویل مشکل القرآن، تفسیر غریب القرآن، الشعر والشعراء، العرب، عیون الاخبار، المسائل والاجوبۃ، المعارف، المعانی الکبیر، المیسر والقداح۔

کتاب الامامۃ والسیاسۃ بھی ابن قتیبہ کی جانب منسوب ہے لیکن ان کی نہیں ہے۔ ایک اور کتاب الجراثیم بھی ان کی جانب منسوب کی جاتی ہے اور اس کا ایک حصہ رسالۃ فی اللبأ واللبن شائع ہو چکا ہے (البلغۃ فی شذور اللغۃ: ۱۳۶ طبع بیروت ۱۹۱۴ھ)

صاحب الاعلام نے دوسرے استدراک: ۱۳۲ میں لکھا ہے کہ ابن قتیبہ کی غریب الحدیث کے دو حصے ہندوستان میں شائع ہوئے ہیں مگر مجھے شبہ ہے۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن مطرف کنانی (۴۵۴ھ) نے غریب القرآن و مشکل القرآن کو "کتاب القرطین" میں یکجا کر دیا تھا جو قاہرہ میں شائع ہو چکی ہے۔ (۱۳۵۶ھ)

ابن قتیبہ کی کتابوں کے بارے میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عیون الاخبار جزء رابع کا مقدمہ ۳: ۱۹۔۳۸، مقدمہ کتاب القرطین، صفحہ (ط۔ب)، مقدمہ کتاب تاویل مشکل القرآن: ۷۔۳۵، ابن قتیبہ مولفہ جیرار لکونت کی پانچویں فصل: ۹۳۔۱۷۸

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ہماری گفتگو ابن قتیبہ کی صرف ایک کتاب تک محدود ہو گی جو غریب الحدیث کے موضوع پر ہے اور جس میں ابن قتیبہ نے اسی طرز کی پیروی کی ہے جس کی ابتدا اور اختراع کا سہرا ابو عبید قاسم بن سلام کے سر ہے۔

ابن قتیبہ کا نشو و نما تیسری صدی ہجری میں ہوا جو حدیث کی حفاظت و روایت، جمع و تدوین اور تصنیف و تالیف کا عہد زریں سمجھا جاتا ہے۔ ابن قتیبہ کی آنکھوں نے اکابر محدثین و حفاظ حدیث اور ماہرین جرح و تعدیل کو دیکھا تھا اور جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں بچپن ہی سے علم کے دلدادہ اور تحقیق کے شیدائی تھے۔ ہر علم و فن سے اپنا دامن بھرنے کی کوشش کی۔ منصب قضا پر بھی فائز ہونے کا موقع ملا جس کی وجہ سے انھیں اپنے علمی و ذہنی افق کو وسیع سے وسیع تر کرنا ضروری تھا تا کہ اس منصب کے تقاضے بطریق احسن پورے ہو سکیں۔ حدیث اور اہل حدیث کی جانب ابن قتیبہ کا میلان زیادہ تھا اس لئے انہی کے طرز کو پسند کیا اور اسی کو ترجیح دی۔ (۵۳)

دینی علوم میں بصیرت کے ساتھ فن لغت میں مہارت کی وجہ سے غریب الحدیث کے موضوع پر قلم اٹھانے کے لئے ابن قتیبہ کی شخصیت نہایت موزوں تھی۔

ابن قتیبہ اپنے پیشرو ابو عبید سے بیحد متاثر تھے۔ آغاز جوانی ہی میں انھیں ابو عبید کی کتابوں سے تعارف کا موقع ملا۔ اور اس تعارف کا ذریعہ ان کے استاذ اور ابو عبید کے شاگرد ابو العباس احمد بن سعید لحیانی تھے جنھوں نے ابن قتیبہ کو ۲۳۱ھ میں جبکہ ان کی عمر اٹھارہ سال تھی ابو عبید کی کتاب الاموال اور غریب الحدیث دونوں کتابیں پڑھائیں۔ چنانچہ ابو عبید کی محبت ان کے دل میں گھر کر گئی اور ان کی تصنیفات سے گہری وابستگی پیدا ہو گئی۔ (۵۴)

---

(۵۳) تاویل مختلف الحدیث: ۷۳-۸۶

(۵۴) اصلاح الغلط: ۶-۸، طبقات الحنابلۃ ۱: ۲۵

ابو عبید کی کتاب غریب الحدیث نے ابن قتیبہ کو خاص طور سے متاثر کیا اور ابو عبید کا طرز تصنیف انھیں بہت پسند آیا، یہاں تک کہ یہ کتاب ان کا مرکز فکر و نظر بن گئی اور اس کے مباحث ابن قتیبہ کے حافظہ میں نقش ہو گئے۔ صبح و شام یہ کتاب ابن قتیبہ کے مطالعہ میں رہتی، اسی سے استدلال کرتے، اسی کی جانب رجوع کرتے اور اسی سے استفادہ کرتے۔ ابو عبید کی غریب الحدیث کے تحقیقی مطالعہ اور اس کے مطالب پر مسلسل غور و فکر کے دوران ابن قتیبہ کو اندازہ ہوا کہ ابو عبید نے اپنی کتاب میں ان تمام احادیث و آثار کا استقصاء نہیں کیا ہے جو تشریح و توضیح کی محتاج ہیں، نیز ان احادیث و آثار کی تعداد جن سے ابو عبید نے تعرض نہیں کیا ہے مذکورہ احادیث و آثار سے کم نہیں ہے، چنانچہ ان کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ غریب الحدیث کے موضوع پر ابو عبید کی طرح انہی خطوط پر جن کی جانب ابو عبید نے رہنمائی کی ہے وہ بھی ایک کتاب مرتب کریں، اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں جس کا آغاز ان کے پیشرو نے کیا تھا، اس طرح ان کی کتاب ابو عبید کی غریب الحدیث کا ضمیمہ اور تکملہ ہو۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے غریب الحدیث پر اپنی مشہور کتاب تصنیف کی اور وہی طرز اختیار کیا جسے ابو عبید نے اپنی کتاب میں اپنایا تھا۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب میں ان احادیث میں سے کوئی حدیث شامل نہیں کی جن سے ابو عبید نے بحث کی تھی۔ بلکہ ایسی احادیث کا انتخاب کیا جن سے موخر الذکر نے تعرض نہیں کیا تھا الا یہ کہ کسی حدیث کے سلسلہ میں مزید تشریح، وضاحت، استدراک یا اعتراض کی ضرورت محسوس کی ہو۔

مباحث کی ترتیب اور ابواب کی تقسیم کے اعتبار سے جس شکل میں ابن قتیبہ کی کتاب ہم تک پہنچی ہے ایسا نہیں ہے کہ شروع ہی میں ابن قتیبہ نے اسی شکل میں یہ کتاب مرتب کی بلکہ جب انھوں نے اس کام کی ابتدا کی تو کچھ اصحاب علم کو اس کی اطلاع دی۔ انھوں نے فرمائش کی کہ ہر ہفتہ کتاب کا جتنا حصہ مرتب

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ہو جائے وہ ان کے سامنے پیش کر دیا جائے، اس طرح کتاب جب مکمل ہو گئی اور ان حضرات نے مصنف سے اس کی سماعت کر لی تو دوسرے لوگوں نے ان سے حاصل کر کے مختلف شہروں میں اس کی اشاعت کی۔ پھر ابن قتیبہ کی نظر سے بہت سی ایسی احادیث گزریں جن کی تشریح انہوں نے نہیں کی تھی، چنانچہ ایک دوسری کتاب مرتب کی جس کا نام ''الزوائد فی غریب الحدیث'' رکھا۔(۵۵)

اس کے بعد ابو عبید کی غریب الحدیث سے اس گہری وابستگی کے نتیجہ میں ابن قتیبہ کو بعض مقامات پر یہ نظر آیا کہ ابو عبید کی تشریح درست نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک کتاب ''اصلاح غلط ابی عبید فی غریب الحدیث'' کے نام سے مرتب کی۔(۵۶) جس میں ان احادیث سے بحث کی جن کی تشریح میں ابو عبید کی رائے سے انھیں اختلاف تھا۔ لیکن کتاب کے مقدمہ میں کھل کر اس کا اعتراف کیا کہ وہ ابو عبید کے مرہون منت اور انہی کے خوشہ چیں ہیں۔ نیز یہ بھی تصریح کی کہ ابو عبید کی جن خامیوں کی انھوں نے اصلاح کی ہے ان کی تعداد ابو عبید کی صحیح تشریحات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ ابن قتیبہ اپنے پیشرو کا ذکر نہایت عزت واحترام سے کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''ہم ان احادیث کو پیش کرتے ہیں

(۵۵) غریب الحدیث ابن قتیبہ (مخطوطہ ظاہریہ) ۱:۳،۴

(۵۶) جیرار لکونت نے ظاہریہ اور ایا صوفیا کے نسخوں سے اصلاح الغلط کو ایڈٹ کر کے ۱۹۶۸ء میں مجلہ جامعۃ القدیس یوسف بیروت میں شائع کیا۔ مصنف کشف الظنون کا بیان ہے (۱:۱۰۸) کہ ابو المظفر محمد بن آدم بن کمال ہروی (۴۱۴ھ) نے اصلاح الغلط کی شرح لکھی تھی۔) ابو المظفر کے حالات کے لئے دیکھئے: معجم الادباء ۱۷:۱۱۶۔ ۷، البغیۃ الوعاۃ: ۴، انباہ الرواۃ ۳:۱۲۶
ابو محمد عبید اللہ بن عبد الرحمٰن سکری نے لکھا ہے کہ ابن قتیبہ نے انھیں غریب الحدیث پڑھانے کے بعد ۲۶۸ھ میں اصلاح الغلط بھی شروع سے آخر تک پڑھائی (مجلۃ الدراسات الشرقیۃ ۲۱: ۳۹۴، مقدمہ اصلاح الغلط: ۴) ابن قتیبہ نے ابو عبید کی کتاب ''غریب الحدیث'' پر ہی تعقب نہیں کیا تھا بلکہ ''اختیار القراءات'' کے سلسلہ میں بھی ان پر تنقید کی تھی ملاحظہ ہو: الکشف عن وجوہ القراءات السبع از مکی بن ابی طالب قیسی ۱:۵۰۱،۲:۱۷،۲۳،۲۵،۳۲،۳۷،۷۵،۷۸،۹۷،۱۰۸،۱۱۴

جن کی شرح میں ہم نے شیخ ابو عبید رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے، اگرچہ یہ ان کی صحیح تشریحات کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ اور ان کے علم سے اللہ تعالیٰ نے جو نفع ہمیں پہنچایا ہے اس کے لئے ہمارے دل شکر کے جذبات سے لبریز ہیں''(۵۷)

ابو عبید کی خامیوں کی اصلاح میں ابن قتیبہ نے دراز نفسی سے کام نہیں لیا ہے اور اپنے اعتراضات کی بنیاد صرف ۵۳ حدیثوں پر رکھی ہے جن کی تشریح میں ان کے نزدیک ابو عبید سے چوک ہوئی، چنانچہ ابن قتیبہ نے اس کی جانب توجہ دلائی اور خامیوں کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابو عبید کی تصنیف کے سامنے یہ استدراک بہت مختصر ہے۔(۵۸)

ابو عبید کی کتاب پر استدراک کے لئے ایک علٰحدہ مستقل کتاب ''اصلاح الغلط'' لکھنے کے بعد ابن قتیبہ کو ان دونوں کتابوں پر نظر ثانی کا خیال پیدا ہوا جنھیں وہ اس سے قبل مرتب کر چکے تھے تا کہ دونوں کو ایک کتاب میں یکجا کر دیں۔ ظاہر ہے یہ عمل مذکورہ دونوں کتابوں کے مباحث کی از سر نو ترتیب و تقسیم، مناسب تاخیر و تقدیم اور ضروری حذف و ترمیم کے مختلف مرحلوں سے گذرا ہو گا۔ اور اس کے بعد ابن قتیبہ کی یہ کتاب سامنے آئی جس کی ضخامت ابو عبید کی کتاب کے مساوی یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ ابن قتیبہ کی کتاب چونکہ ابو عبید کے کام کا تکملہ تھی اس لئے حافظ ابن حجر نے اس کے متعلق لکھا۔ ''ابن قتیبہ نے ابو عبید کی غریب الحدیث کا ایک ذیل لکھا جس کا حجم اصل کتاب سے زیادہ ہے''(۵۹) یہاں ہم ابن قتیبہ کی غریب الحدیث کے مقدمہ سے ایک اقتباس پیش کرنا چاہتے ہیں جس میں ابن قتیبہ نے اپنے تصنیفی تجربہ اور اپنے پیشرو ابو عبید کی پیروی کا ذکر

(۵۷) اصلاح الغلط :۶

(۵۸) ملاحظہ ہو: مقدمہ تہذیب اللغۃ :۷۵، فہرست ابن خیر :۱۸۸۔۱۹۰، لسان المیزان ۳:۳۵۸،۳۵۹

(۵۹) النہایہ (طبع الخیریہ) ۱:۵، لسان المیزان ۳:۳۵۸

Toobaa-elibrary.blogspot.com

کیا ہے۔ چند ایسی احادیث کو پیش کرنے کے بعد جو اصحاب علم کے لئے بھی مشکل اور محتاج توضیح ہیں ابن قتیبہ نے لکھا ہے: ’’اس طرح کی احادیث بہت ہیں جن کا ذکر موجب طوالت ہو گا۔ جس قدر ہم نے ذکر کر دیا ہے وہ ہماری منشا کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔ ان احادیث کی تشریح انشاء اللہ آپ کتاب کے اندر پائیں گے۔ ان کی اور ان جیسی دوسری احادیث کی تشریح معلوم کرنا اس سے پہلے طالبان حدیث کے لئے دشوار تھا کیونکہ اس کے لئے علمائے لغت سے دریافت کرنے کی ضرورت پڑتی تھی اور ایسے علماء کی تعداد جو حدیث کے مشکل الفاظ کی شرح کے ساتھ ساتھ اس کے معانی کی توضیح اور اس کی باریکیوں کو بے نقاب کر سکیں کم تھی، لیکن اب صورتحال مختلف ہے، ابو عبید قاسم بن سلام کی تصنیف اور پھر ہماری اس کتاب کے بعد الحمد اللہ طالبان حدیث کو تحقیق و تفحص کی زحمت سے نجات مل گئی۔ ایک مدت تک میرا خیال تھا کہ ابو عبید نے اپنی کتاب میں غریب الحدیث کا احاطہ کر لیا ہے اور اس کا مطالعہ کافی و شافی ہے پھر جب میں نے اس کا مطالعہ دقت نظر سے کیا اور تحقیقی نگاہ ڈالی تو یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث سے ابو عبید نے تعرض نہیں کیا ہے ان کی تعداد مذکورہ احادیث سے قریب قریب یا ان سے بھی زیادہ ہے۔ چنانچہ میں نے ایسی احادیث کی چھان بین کی اور ان کو جمع کیا اور ابو عبید ہی کے انداز میں ان کی تشریح کی، جن کی سند معلوم تھی ان کی سند لکھی اور جن کی سند کا علم نہ ہو سکا انھیں اسی طرح بلا سند درج کر دیا، اس کے ساتھ ساتھ اشتقاق، مصدر اور کلام عرب سے شواہد بھی پیش کئے۔ پھر مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میری کتاب غریب الحدیث ہی تک محدود رہے چنانچہ عربوں کی ان مختصر امثال و حکایات اور سلف کے ان اقوال و ارشادات کو بھی جگہ دی جو لفظی یا معنوی حیثیت سے حدیث سے ملتے جلتے تھے تا کہ کتاب کی افادیت بڑھ جائے اور قاری کے لئے دلچسپی کا باعث ہو۔ ابو عبید نے جن احادیث سے بحث کی ہے ان میں

سے کسی سے میں نے تعرض نہیں کیا ہے۔ البتہ کچھ احادیث ایسی تھیں جن کی تشریح میں ابو عبید سے چوک ہوئی جس پر میں نے تنبیہ کی ہے اور ابو عبید کی غلطی کی تصحیح کی ہے ان احادیث کے لئے ’’اصلاح الغلط‘‘ کے نام سے ایک مستقل کتاب مرتب کی، اسی طرح کچھ الفاظ ایسے ہیں جو کسی باب میں ضمناً آتے ہیں لیکن ان کے بغیر وہ باب مکمل نہیں ہوتا اس لئے ان کو مزید شرح اور فائدہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جو شخص بھی دونوں کتابوں کا موازنہ کرے گا اسے میرے اس بیان کی صداقت معلوم ہو گی۔ جب میں نے اس کتاب کی ترتیب کا کام شروع کیا تو اصحاب علم کی ایک جماعت کو اس کی اطلاع دی۔ انھیں کتاب کا اتنا شدید اشتیاق ہوا کہ اسے مکمل کرنے کی بھی مہلت نہ دی اور فرمائش کی کہ ہر ہفتہ جتنا کام ہو جائے اسے میں ان کے حوالہ کر دوں چنانچہ میں نے یہی کیا یہاں تک کہ کتاب مکمل ہو گئی۔ انھوں نے اس کتاب کی سماعت کی اور ان میں سے ایک جماعت نے اسے مختلف شہروں میں پہنچایا۔ اس کے بعد پھر کچھ احادیث سامنے آئیں تو ایک دوسری کتاب مرتب کی جس کا نام ’’الزوائد فی غریب الحدیث‘‘ رکھا۔ پھر جب دونوں کتابوں پر غور کیا تو مناسب یہی معلوم ہوا کہ دونوں کو ایک کتاب کی صورت میں ضم کر دوں جو مقدم کرنے کے لائق ہو اسے مقدم اور جسے موخر کرنا بہتر ہو اسے موخر اور جو حذف کرنے کے قابل ہو اسے حذف کر دیا جائے، اگر کسی کو ان دونوں کتابوں کی ترتیب اس کتاب کی ترتیب سے مختلف نظر آئے تو اسے جاننا چاہئے کہ دونوں در حقیقت ایک ہی ہیں، فرق بس تقدیم و تاخیر یا اگر کہیں تکرار پیدا ہو گئی تھی تو اس کو حذف کرنے کا ہے۔ مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کا آغاز ان الفاظ کی تشریح سے کیا جائے جو فقہ کے ابواب میں آتے رہتے ہیں۔ (۶۰) پھر نبی ﷺ

(۶۰) یہی طریقہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب تفسیر غریب القرآن میں بھی اختیار کیا ہے۔ اس کا آغاز اسمائے حسنیٰ سے کیا اور اس کے بعد ان الفاظ سے بحث کی جو بار بار آتے ہیں اور کسی خاص سورہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں (غریب: ۳)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

کی احادیث میں جو غریب الفاظ آئے ہیں ان کی تشریح کی، اس کے بعد صحابہ کرام کے آثار کی ایک ایک کرکے وضاحت کی، اسی طرح تابعین اور تبع تابعین کے اقوال سے بحث کی۔ کتاب کے آخر میں ان احادیث کا ذکر ہے جن کی نسبت نامعلوم ہے۔ علمائے لغت کی زبان سے ان کا ذکر سنا، ان کے قائل کا پتہ ہے نہ سند کا۔ البتہ ان کے الفاظ میں حلاوت اور معانی میں لطافت ہے۔ ایسی احادیث کی تعداد ان احادیث سے کئی گنا زیادہ ہے جن پر ابو عبید نے اپنی کتاب ختم کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ان دونوں کتابوں کے بعد غریب الحدیث سے متعلق کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی ہو گی جس میں کسی کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش ہو۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے علم کو ہمارے لئے نافع بنائے"(٦١)

غریب الحدیث کی تصنیف اور پھر اس کی تہذیب و تنقیح میں ابن قتیبہ نے جو طریقہ اختیار کیا اور جس کا ذکر مندرجہ بالا اقتباس میں ہے اس سے یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے کہ غریب الحدیث میں ابن قتیبہ نے اپنی دوسری کتابوں کے حوالے اور ان کتابوں میں غریب الحدیث کا حوالہ کیوں کر دیا ہے۔(٦٢)

۴۔ ابن قتیبہ کو اپنی کتاب غریب الحدیث پر بڑا اعتماد، اطمینان اور ناز تھا اس کی تیاری میں انھوں نے بہت اہتمام، عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیا تھا۔ چنانچہ کتنے وثوق سے اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "مجھے امید ہے کہ ان دونوں کتابوں کے بعد غریب الحدیث سے متعلق کوئی ایسی چیز باقی نہ رہی ہو گی جس میں کسی کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش ہو" ابن قتیبہ نے غریب الحدیث کا حوالہ اپنی مختلف تصنیفات میں دیا ہے مثلاً ادب الکاتب، اصلاح الغلط، عیون الاخبار، الاشربۃ،

(٦١) غریب الحدیث از ابن قتیبہ (مخطوطہ ظاہریہ) ۱:۳۔۴

(٦٢) ابن قتیبہ نے غریب الحدیث کا تذکرہ اصلاح الغلط اور تاویل مشکل القرآن دونوں میں کیا ہے ملاحظہ ہو: اصلاح الغلط: ۳، ۱۹، مشکل القرآن (طبع دوم): ۸۲، ۹۳، ۱۳۱، ۲۶۵، اسی طرح غریب الحدیث (مخطوطہ ظاہریہ) میں اصلاح الغلط (۱: ۳، ۷۰) اور مشکل القرآن (۱: ۹) کا ذکر کیا ہے۔

تاویل مختلف الحدیث، الشعر والشعراء، تاویل مشکل القرآن، المسائل والاجوبۃ، بلکہ کتاب المسائل والاجوبۃ میں تو وہ پھر اپنی کتاب غریب الحدیث کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور کچھ مزید احادیث کا اضافہ کرتے ہیں جو بعد میں سامنے آئیں اور ان سے غریب الحدیث میں بحث نہیں کر سکے تا کہ کسی پہلو سے کتاب میں نقص باقی نہ رہے۔(٦٣)

ابن قتیبہ اور ان کے کارناموں کی قدر و قیمت متعین کرنے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، یہاں ہمارا مقصد ان کی تمام آرا کا جائزہ لینا نہیں ہے۔ اس موقع پر ہم صرف ان اقوال کو پیش کریں گے جو ابن قتیبہ کی دو کتابوں اصلاح الغلط اور خصوصیت سے غریب الحدیث کے بارے میں مختلف علماء سے منقول ہیں۔ ان اقوال پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ابن قتیبہ کے معترضین دو طرح کے ہیں: ایک جماعت تو ان علمائے لغت کی ہے جنھوں نے اپنی زندگی لغت اور لغوی علوم کے لئے وقف کر دی تھی اور ایک عابد گوشہ

(٦٣) النہایۃ (طبع الخیریۃ) ۱:٦۱ المسائل والاجوبۃ: ۱۵۔۲۰، مقدمہ تاویل مشکل القرآن از سید احمد صقر: ۱۰۔۱۱، ابن قتیبہ مولفہ جیرار لکونت: ۱۴۷، ابن خیر نے اپنی فہرست (۱۹۰) میں لکھا ہے: کتاب المسائل والاجوبۃ لابن قتیبہ فی معانی غریب القرآن والحدیث مما لم یقع فی کتاب الغریب۔
مکتبہ ظاہریہ میں غریب الحدیث لابن قتیبہ کا ایک نسخہ ہے جو دو حصوں میں ہے حصہ اول (اوراق ۱۳۹) حصہ سوم (اوراق) ۱۳۴) اور ایک دوسرا نسخہ ۸ اوراق میں ہے جو کتاب کے حصہ اول کے قسم اول پر مشتمل ہے، کتب خانہ چسٹر بٹی میں غریب الحدیث جلد ثانی کا ایک بہت قدیم نسخہ ہے جس کی کتابت بغداد میں ۲۷۹ھ میں ہوئی تھی۔
ملاحظہ ہو: فہرس مخطوطات دار الکتب الظاہریۃ: ۱۔ المنتخب من مخطوطات الحدیث مرتبہ محمد ناصر الدین البانی: ۹۴، ۲۔ علوم اللغۃ مرتبہ اسماء حمصی: ۱۰۲۔۱۰٦، المستدرک الثانی من کتاب الاعلام: ۱۳۳، مقدمہ تاویل مشکل القرآن: ۱۰، ابن قتیبہ مولفہ جیرار لکونت: ۱۴۸، مجلۃ الدراسات الشرقیۃ (المعہد الفرنسی دمشق) ۲۱: ۳۵۱۔۳۵۸، ۳٦۸۔۳۹۳، مجلۃ المورد، جلد اول، شمارہ مشترک اول ودوم: ۲۷۱ نمبر ۳۴۹۴ (ابن قتیبہ کی غریب الحدیث عبد اللہ الجبوری کی تحقیق سے ۱۹۷۷ء میں بغداد سے شائع ہو گئی ہے۔ مترجم)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

نشین کی طرح اپنی ساری توجہ اسی ایک علم پر مرکوز کر دی تھی۔ انھوں نے ابن قتیبہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا اس لئے کہ ابن قتیبہ نے تنہا لغت کو اپنی ساری صلاحیتوں کا محور بنانے کی بجائے دوسرے بہت سے علوم میں بھی مہارت حاصل کی۔ ابن قتیبہ کے معترضین کا دوسرا طبقہ وہ تھا جس کے لئے ابو عبید پر ابن قتیبہ کی انگشت نمائی کی جسارت ناقابل برداشت تھی، یہ طبقہ ابو عبید کو لغزش سے بالاتر خیال کرتا تھا اور ان کی کوئی غلطی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ کیونکہ اس کے نزدیک ابو عبید اس مقام بلند پر فائز ہو چکے تھے جہاں تک رسائی کسی اور کے لئے ممکن نہیں تھی۔ امام لغت کی حیثیت سے ان کا پایہ سب کے نزدیک بالاتفاق مسلم ہو چکا تھا۔ ان کی دونوں کتابوں: الغریب المصنف اور غریب الحدیث نے علم لغت میں ان کو لازوال شہرت عطا کر دی تھی۔ سارے لوگ ان دونوں کتابوں کو یاد کرتے، اور انھیں حرز جان بناتے۔ ابو عمرو شمر بن حمدویہ لغوی ہروی نے تو یہاں تک کہا کہ ''عربوں کے پاس ابو عبید کی تصنیف سے بہتر کوئی کتاب نہیں'' (۶۴)

ابو عبید کو ایسے شاگرد اور رفقاء ملے جنھوں نے ان کی کتابوں کو یاد کیا اور انکا درس دیا، یہی نہیں بلکہ علم و ادب، زہد و تقوی اور تدریس و تصنیف غرض ہر میدان میں انہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی۔ امام اور قدوہ کی حیثیت سے ابو عبید کی شخصیت ضرب المثل بن گئی تھی۔ کہاں ابن قتیبہ اور کہاں ابو عبید، دونوں کو ایک دوسرے سے کیا نسبت! (۶۵)

ابن قتیبہ کے ناقدین کے پہلے طبقہ میں ہم ابو علی الحسن بن عبد اللہ اصفہانی معروف بلغدہ کو شمار کر سکتے ہیں جنھوں نے ''الرد علی ابن قتیبہ فی غریب الحدیث''

(۶۴) تہذیب التہذیب ۸: ۳۱۶، مقدمہ تہذیب اللغۃ: ۵۷، انباہ الرواۃ ۲: ۷۷-۷۸

(۶۵) انباہ الرواۃ ۱: ۱۲۵، طبقات الحنابلۃ ۱: ۲۹۲، ابو عبید کے اصحاب کے لئے ملاحظہ ہو سابق حوالہ: صفحہ ۷، حاشیہ ۳

کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس سے پہلے ابو عبید کے رد میں بھی انہی موصوف کی ایک کتاب کا ذکر گذر چکا ہے۔ (۶۶)

اسی طبقہ میں ہم ابو الطیب عبد الواحد بن علی نحوی (۳۵۱ھ) کو بھی شمار کرتے ہیں جنھوں نے ابن قتیبہ کے متعلق یہ رائے ظاہر کی: ''ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری نے ابو حاتم بجستانی سے استفادہ کیا...... مگر انھوں نے ابو حاتم کی روایتوں کو کوفیوں سے منقول ان حکایتوں سے خلط ملط کر دیا جنھیں ثقہ راویوں سے اخذ نہیں کیا گیا تھا۔ ابن قتیبہ ایسے موضوعات میں دخل دیتے ہیں جن سے وہ عہدہ بر آ نہیں ہو پاتے مثلاً انھوں نے نحو، تعبیر رویا، معجزات النبی و آلہ، عیون الاخبار، المعارف، الشعراء، اور اس طرح کے دوسرے موضوعات پر کتابیں لکھنے کا بیڑا اٹھایا جس کی وجہ سے علماء کی نگاہ میں ان کی وقعت کم ہو گئی اگرچہ عوام اور کم سواد لوگوں میں ان کتابوں کی وجہ سے انھیں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی'' (۶۷)

دوسرے طبقہ کے لوگوں میں محمد بن نصر مروزی (۲۹۴ھ) کو شمار کیا جا سکتا ہے جنھوں نے ابو عبید کی مدافعت کی اور ابو عبید پر ابن قتیبہ کے اعتراضات کی تردید کی (۶۸)

دوسرے طبقہ کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا اس لئے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ابو عبید کی شہرت و مقبولیت بھی دوچند ہوتی گئی چنانچہ ہر صدی میں علماء کی ایسی جماعتیں ملتی ہیں جو ابو عبید کی کتابوں کے مطالعہ، مذاکرہ، نقل و روایت اور اشاعت و مدافعت میں سرگرم نظر آتی ہیں اور ابو عبید کی کتابیں اور ان کے کارنامے ان کی کتابوں اور کارناموں کو پرکھنے کے لئے

(۶۶) معجم الادباء ۸: ۱۳۲، نیز ملاحظہ ہو ص ۱۵

(۶۷) مراتب النحویین: ۸۴-۸۵

(۶۸) لسان المیزان ۳: ۳۵۸، تاریخ بغداد ۳: ۳۱۵

Toobaa-elibrary.blogspot.com

کسوٹی اور معیار کا کام کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا تو یہ حال تھا کہ انھوں نے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں تا آنکہ وہ ابو عبید کی تصنیف الغریب المصنف کو حفظ نہ کرلیں۔ جس طرح فرزدق نے حفظ قرآن کے لئے اپنے آپ کو پابہ زنجیر کرلیا تھا، پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر ابو عبید کے ان شیدائیوں نے ان کی کتابوں کی از سر نو خوب سے خوبتر ترتیب، تلخیص اور اس کا ذیل و تتمہ بھی لکھنے کی کوشش کی۔ (۶۹)

یہیں سے ہم اس آواز کی معنویت کو سمجھ سکتے ہیں جو اندلس سے پانچویں صدی کے اواخر یا چھٹی صدی کے اوائل میں بڑی تاخیر سے ابن قتیبہ کے خلاف ابو عبید کی حمایت میں اٹھی۔ یہ آواز تھی مشہور ادیب شاعر اور انشا پرداز ابو محمد عبدالمجید بن عبدون فہری (۵۲۰ھ) کی جس نے ابو عبید کی حمایت میں ایک کتاب لکھی (۷۰)

ابو بکر محمد بن القاسم الانباری (۲۱۷۔۳۲۷ھ) نے جو کوفی مسلک کے پرجوش حامی تھے ابن قتیبہ پر بڑا سخت حملہ کیا۔ اس حملہ میں ابن قتیبہ کے ناقدین کے دونوں طبقوں کا رنگ جھلکتا ہے۔ ابن الانباری نے ابن قتیبہ کے خلاف اپنی تحریروں اور اعتراضات کی بوچھار میں بڑی سخت گیری، درشتی اور جارحیت کا ثبوت دیا، اور ابن قتیبہ پر غفلت، کند ذہنی اور کم علمی کے الزامات عائد کئے۔

ابو بکر ابن الانباری کا شمار نحو و ادب کے بلند پایہ علماء و حفاظ میں ہوتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی ایک سو بیس تفسیریں سندوں کے ساتھ اور اسی طرح قرآن کے سلسلہ میں تین لاکھ شعری شواہد ان کی نوک زبان پر تھے، وہ کسی کتاب کی بجائے ہمیشہ اپنے حافظہ کی مدد سے درس دیتے تھے۔ ابن الانباری

(۶۹) انباہ الرواۃ ۱:۲۹، ۲۶۸، ۲: ۳۱۰، بغیۃ الوعاۃ: ۴۲، ۷۵، البلغہ: ۹ ۱۴، طبقات الزبیدی: ۲۵۹، المحمدون من الشعراء: ۲۷۰، برنامج شیوخ الرعینی: ۳۳، ۴۴، ۴۵، ۴۸، ۹۶، ۹۷، ۱۷۲، ۲۰۴۔

(۷۰) فوات الوفیات ۲: ۱۹

نے کوفیوں کی مدافعت کا بیڑا اٹھایا۔ دوسری جانب ابو حاتم سجستانی جو بصری تھے کوفیوں پر سخت نکتہ چینی کرتے تھے۔ ابن قتیبہ نے غالباً اپنے استاذ ابو حاتم کی بعض رائیں قبول کرلی تھیں۔ اسی وجہ سے جیسے ہی انھوں نے اپنی کتاب ''اصلاح الغلط'' لکھی ابن الانباری کو ایک سنہری موقع ہاتھ آیا چنانچہ ابن قتیبہ اور ان کے استاذ ابو حاتم دونوں کے خلاف ابن الانباری نے اعلان جنگ کردیا اور اپنی چرب زبانی اور بے نظیر حافظہ کی مدد سے ان کی ایک سے زیادہ کتابوں کا بخیہ ادھیڑ کر رکھ دیا۔ مشکل القرآن پر ابن قتیبہ کی کتاب کے تقریباً ایک چوتھائی حصہ کا رد لکھا، اسی طرح غریب الحدیث اور اصلاح الغلط کے متعدد مقامات پر تنقید کی۔ (۷۱)

سجستانی کا ذکر کرتے ہوئے ابن الانباری لکھتے ہیں: ''اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے جو ابو حاتم سجستانی کے نام سے معروف ہے اس کا انکار کیا ہے، اسی کے ساتھ سخت جارحیت اور سلف پر زبان طعن دراز کرنے کی بھی جرأت کی ہے، ابن الانباری کہتا ہے کہ میں نے احمد بن یحیی (ثعلب) سے اس کا ذکر کیا تو موصوف نے کہا: یہ اس کی تنگ ظرفی اور کم علمی کا نتیجہ ہے'' (۷۲)

ہماری اس تقسیم میں وہ علمائے لغت داخل نہیں ہیں جو اگرچہ ابو عبید کو ابن قتیبہ پر فوقیت دیتے تھے لیکن انھوں نے معتدل روش اختیار کی، چنانچہ وہ ابن قتیبہ کی لغزشوں کی اصلاح اور ان کے ایک ایک لفظ پر استدراک کرتے تھے مگر جب دیکھتے کہ حق ابن قتیبہ کی جانب ہے تو ان کی تائید کرتے اور ان کے قول کو راجح قرار دیتے۔

(۷۱) طبقات الزبیدی: ۱۵۳۔۱۵۴، انباہ الرواۃ ۳: ۲۰۱۔۲۰۸، مقدمہ تہذیب اللغۃ: ۲۶، طبقات الحنابلۃ ۲: ۷۱، غریب الحدیث مولفہ ابو عبید، مقدمہ ا مصحح، ص (۹) الاضداد مولفہ ابن الانباری: ۹۴۔۹۵، ۱۸۶۔۱۸۸، ۲۲۶۔۲۲۸، ۲۳۲، ۳۰۷۔۳۰۹، امالی القالی ۱: ۱۱۸۔۱۱۹، کتاب الغریبین ازہروی ۱: ۶۶۔۶۷، ۶۹، ۷۰، ۱۲۸، ۳۳۶۔۳۳۷۔

(۷۲) لسان العرب (شنأ)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ان علمائے لغت میں ہم ابو منصور محمد بن احمد ازہری (۳۷۰ھ) کو شمار کرتے ہیں جو ابن قتیبہ کو ائمہ لغت سے روایت اور نقل میں ثقہ قرار دیتے تھے لیکن ان کے نزدیک ''جہاں کسی غیر واضح مفہوم، صرف ونحو کے کسی مشکل مسئلہ یا کسی غریب لفظ کے بارے میں ابن قتیبہ خود کوئی رائے قائم کرتے ہیں وہاں اکثر ٹھوکر کھاتے ہیں اور وہ بھی ایسے مواقع پر جو معمولی واقفیت رکھنے والے شخص کی نگاہوں سے بھی پوشیدہ نہیں ہو سکتے، میں نے ابن قتیبہ کو پایا کہ ایسے مسائل پر جن سے وہ واقف نہیں ہیں اور وہ ان سے بخیر وخوبی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے اٹکل پچو سے رائے زنی کرتے ہیں۔''

اسی وجہ سے ازہری کے نزدیک دونوں کے درمیان بہت نمایاں فرق ہے۔ غلطیوں کے باوجود ابو عبید کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ازہری نے اپنی کتاب تہذیب اللغہ میں ابو عبید اور ابن قتیبہ دونوں کی غریب الحدیث پر اپنے اعتراضات کی جانب اشارہ کیا ہے، اگرچہ انھوں نے مذکورہ تصنیف میں ان دونوں کتابوں سے بھرپور فائدہ بھی اٹھایا ہے۔ (۷۳)

اسی طبقہ میں ہم الشریف المرتضی علی بن حسین (۳۵۵۔۴۳۶ھ) کا بھی شمار کرتے ہیں جنھوں نے اپنی امالی میں ابن قتیبہ، ابو عبید اور ابن الانباری کے اقوال سے تعرض کیا ہے اور جو قول راجح معلوم ہوا اس کو سنجیدہ ومتوازن انداز میں بغیر کسی غلو اور جانبداری کے ترجیح دینے کی کوشش کی۔ (۷۴)

اسی طبقہ میں ہم زاہد، خطابی، ہروی، زمخشری اور ابن الاثیر جیسے علمائے غریب الحدیث کا بھی ذکر کرتے ہیں جو ابو عبید اور ابن قتیبہ دونوں کی ''غریبین'' کے مرہون منت ہونے کے باوجود جس قول کو راجح سمجھتے اسے اختیار کرتے اور جو

(۷۳) مقدمہ تہذیب اللغۃ: ۷۵، کتاب الغریبین از ہروی ۱: ۱۰۲، ۱۸۸

(۷۴) امالی الشریف المرتضی ۱: ۵۔۹، ۱۵، ۱۷۔۱۹، ۱۲۰، ۱۵۶۔۱۵۸، ۳۳۹۔۳۴۰، ۴۰۶، ۴۲۶۔۴۳۲، ۴۵۴۔۴۵۷، ۶۳۲۔۶۳۵ جلد ۲: ۵۔۹، ۵۰۔۵۳، ۸۱، ۸۲۔۸۶، ۲۰۰۔۲۰۴

ان کے نزدیک راجح نہ ہوتا اس کو ترک کر دیتے۔

۶۔ بہر حال ابو عبید اور ابن قتیبہ کی دونوں کتابیں غریب الحدیث کے موضوع پر ایک ''مکمل اکائی'' کی حیثیت رکھتی ہیں جنھوں نے عالم اسلام کے مشرق ومغرب میں ہر جگہ علماء کی توجہ اپنی جانب مبذول کر لی تھی۔ انہی دونوں کتابوں کی جانب وہ رجوع کرتے اور انہی پر اعتماد کرتے تھے۔

امام خطابی (۳۸۸ھ) غریب الحدیث پر ابو عبید اور ابن قتیبہ کے کام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''سب سے پہلے جس شخص نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنے بعد والوں کے لئے رہنما خطوط چھوڑے وہ ابو عبید القاسم بن سلام ہیں۔ ابو عبید نے اپنی تصنیف میں حدیث کے وہ تمام مشہور غریب الفاظ سمیٹ لئے جن کی تشریح کی ضرورت پڑتی ہے، چنانچہ ان کی کتاب اصحاب حدیث کے لئے رہنما اور امام بن گئی، پھر ابو عبید ہی کے طرز کو ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ نے اختیار کیا، اور ابو عبید نے جو چیزیں چھوڑ دی تھیں انھیں ابن قتیبہ نے جمع کیا اور ایک ایسی کتاب مرتب کی جو انھیں اس میدان کے اولین شہسواروں میں جگہ دیتی ہے۔ ان دونوں کے بعد بہت کم چیزیں باقی رہ گئیں'' (۷۵)

خطابی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں جب دوبارہ غریب الحدیث کے موضوع پر دوسری تصنیفات کا تذکرہ کیا تو پھر یہ بات دہرائی کہ ابو عبید اور ابن قتیبہ کی کتابیں ان تمام کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اس لئے کہ ان دونوں حضرات نے اتنی تفصیل سے ان احادیث کی تشریح وتاویل کی ہے جو ان کتابوں میں مذکور ہیں کہ ان کے اصل مستحق وہی ہو گئے، شائد ہی کچھ چیزیں ان دونوں سے چھوٹی ہوں (۷۶)

(۷۵) غریب الحدیث از ابو عبید، مقدمہ المصحح، ص (۹) تاویل مشکل القرآن، مقدمہ محقق: ۹۔۱۰

(۷۶) النہایۃ (الخیریۃ) ۱: ۶

Toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر خطابی نے ابن قتیبہ اور ابو عبید کی کتابوں اور غریب الحدیث کی دوسری کتابوں کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے خود ابن قتیبہ اور ابو عبید کی تصنیفات کے درمیان جو نمایاں فرق ہے اس کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”پھر ان مذکورہ کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی لفظ کی فصاحت، معنی کی صحت، استنباط کی عمدگی اور فقہ کی کثرت میں ابو عبید کی کتاب کی ہم پلہ نہیں ہے۔ اسی طرح مفصل تشریح، دلائل کو پیش کرنے، نظائر کے ذکر اور مفہوم کو اخذ کرنے میں ابن قتیبہ کی کتاب کا مقابلہ نہیں کر سکتی“۔ (۷۷)

دونوں کتابوں کی حیثیت اس چشمہ صافی کی ہو گئی تھی جس پر ہمہ وقت تشنگان علم کا ہجوم رہتا تھا۔ ائمہ لغت اور علمائے حدیث کے لئے یہ کتابیں اہم ترین ماخذ بن گئیں۔ ان کتابوں میں جو اقوال اور اقتباسات منقول تھے ان سے وہ استشہاد و استدلال کرتے (۷۸) ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ بار بار ان کا مطالعہ کرتے اور بعض حوصلہ مندوں نے تو ان دونوں یا ان میں سے ایک کو زبانی یاد کرنے کی ہمت کر لی تھی (۷۹)۔ اسی طرح بہت سے علماء نے ان دونوں کتابوں یا ان میں سے ایک کی تہذیب، تلخیص، شرح یا تکملہ اور ذیل لکھنے کا بیڑا اٹھایا مثلاً ابو الھیثم رازی (۲۷۶ھ) نے کتاب ”ما زاد فی الغریب المصنف و غریب الحدیث لابی عبید“ لکھی (۸۰) شیخ ابو الفتح سلیم بن ایوب رازی فقیہ (۴۴۷ھ) نے ابن قتیبہ اور ابو عبید دونوں کی کتابوں کو جمع کرنے کے بعد ”تقریب الغریبین

---

(۷۷) حوالہ سابق (خطابی کی غریب الحدیث ۱۹۸۲ء میں جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ سے تین جلدوں میں عبدالکریم عزباوی کی تحقیق سے شائع ہو گئی ہے۔ ان اقتباسات کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ مولف ص ۴۷۔۴۸، ۴۹۔ مترجم)۔

(۷۸) المخصص ۱:۱۲، التکملہ از صاغانی، المقدمۃ:۷

(۷۹) الصلۃ ۱:۱۷

(۸۰) معجم الادباء ۱۸:۱۰

لابی عبید و ابن قتیبہ“ (۸۱) کے نام سے ان کی تلخیص کی، ابو محمد عبد العزیز بن عبداللہ اندلسی شاطبی (۴۶۵ھ) نے ابو عبید کی غریب الحدیث کو معجم کے حروف پر ابواب کی شکل میں مرتب کیا۔ (۸۲) پھر ابو الحسن علی بن عبداللہ عقیلی (۵۴۶ھ) نے بھی اس کتاب کی ترتیب حروف معجم پر رکھی۔ (۸۳) اور آخر میں عبداللطیف بغدادی (۶۲۹ھ) نے ”غریب الحدیث الکبیر“ کے نام سے ایک کتاب مرتب کی جس میں ابو عبید، ابن قتیبہ اور خطابی تینوں کی غریب الحدیث کو یکجا کر دیا۔ (۸۴)

(۶)

لیکن یہ جدید طرز جسے ابو عبید اور ابن قتیبہ نے غریب الحدیث پر اپنی تصنیفات میں اختیار کیا ان دوسرے طرز ہائے تصنیف کی راہ میں حائل نہ ہو سکا جن کا سراغ خود تیسری صدی ہجری ہی میں ملتا ہے مثلاً:

(۱) طرز اول: وہ طرز جس کی بنیاد ابراہیم حربی نے رکھی:

۱۔ ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم حربی (۸۵) ۱۹۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن شہر مرو تھا۔ آنکھیں کھولتے ہی صاحب علم خلیفہ مامون (۱۹۸۔۲۱۸ھ) کا زمانہ ملا۔ تہذیب و تمدن کے گہوارے اور علماء و ادباء کے مرکز عروس البلاد بغداد میں نشوونما پائی جس کی وجہ سے ان با کمال اور منتخب روزگار ماہرین فن سے استفادے کا موقع ملا جن کے وجود سے بغداد کے گلی کوچے منور

---

(۸۱) فہرست ابن خیر: ۱۹۵، المعجم العربی ۱:۵۷، مقدمۃ النہایۃ (تحقیق الطناحی) ۱:۶ ابو الفتح رازی کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: وفیات الاعیان ۲:۳۹۷، انباہ الرواۃ ۲:۶۹

(۸۲) انباہ الرواۃ ۲:۱۸۳

(۸۳) انباہ الرواۃ ۲:۲۸۵، معجم الادباء ۱۶:۱۰

(۸۴) طبقات الاطباء ۱:۲۰۴، ۲۱۱

(۸۵) حربی کے حالات کے اہم ماخذ کے لئے ملاحظہ ہو: انباہ الرواۃ ۱:۱۰۵ (حاشیہ) الاعلام ۱:۲۴۔۲۵، معجم المولفین ۱:۱۲، استاذ حمد الجاسر نے کتاب المناسک کے مقدمہ میں بہت مفصل حالات لکھے ہیں: ۲۵۶۔۷

Toobaa-elibrary.blogspot.com

تھے۔ علم کی محبت گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، بچپن ہی سے اساتذہ سے پڑھنا اور سننا شروع کر دیا۔ روایت سے خاص دلچسپی لی۔ ۲۳ سال کی عمر میں امام احمد بن حنبل (۱۶۴۔۲۴۱ھ) سے ربط پیدا کیا اور اتنا گہرا تعلق ہوا کہ بیس سال تک خواہ کوئی بھی موسم ہو، شب و روز آپ ہی کی صحبت میں رہے، آپ ہی کی زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور آپ ہی کے طریقہ کی پیروی کی یہاں تک کہ زہد و تقوی اور علم و فضل میں امام ابن حنبلؒ سے ان کا موازنہ کیا جانے لگا۔

عربیت کی تعلیم حربی نے اپنے دور کے ائمہ لغت سے حاصل کی چنانچہ ابونصر احمد بن حاتم سے جو صاحب الاصمعی کے لقب سے معروف ہیں روایت کی اور کثرت سے کی، ان کے علاوہ جن شیوخ سے حربی نے روایت کی وہ حسب ذیل ہیں: ابوالحسن علی بن المغیرہ الاثرم صاحب ابی عبیدہ، ابن نجدہ صاحب ابی زید انصاری، سلمہ بن عاصم النحوی صاحب الفراء، العباس بن الفرج ریاشی، سعدان بن نصر، ابوعدنان، عبدالرحمٰن ابن اخی الاصمعی، ابوعبید القاسم بن سلام، ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ، عمرو بن ابی عمرو شیبانی، محمد بن الجہم سمری (۸۶) (۲۷۷ھ) ابن الاعرابی، ابوالہیثم رازی، المبرد، ثعلب۔

حربی ہمہ وقت درس و مطالعہ میں منہمک رہتے تھے۔ اس کے سوا دنیا کی کسی چیز سے ان کو دلچسپی نہ تھی۔ حدیث کی طلب میں اپنا کل سرمایہ خرچ کر ڈالا، جو کچھ سنتے اسے بیشتر قلم بند بھی کرتے یہاں تک کہ لغت اور غریب کے موضوع پر بارہ ہزار اجزا اپنے قلم سے لکھے۔ حربی کے استاذ ثعلب کا بیان ہے کہ ''میں نے پچاس سال تک ابراہیم حربی کو لغت یا نحو کی کسی مجلس میں غیر حاضر نہیں پایا'' حربی نے کثیر تعداد میں کتابیں جمع کر لی تھیں اور جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ان کتابوں کو کس طرح وہ جمع کر سکے تو انھوں نے جواب دیا: ''اپنے

(۸۶) سمری: سین مکسور، میم مفتوح مشدد (اللباب ۲:۱۳۸)

گوشت اور خون سے''۔ حربی نے ''علم میں امام، زہد میں سردار، فقہ کے ماہر، احکام پر گہری نظر رکھنے والے، حدیث کے حافظ، اس کی علتوں کو پہچاننے والے، ادب کے مزاج داں اور لغت کے جامع'' کی حیثیت سے شہرت پائی۔ حربی سے روایت کرنے والوں کی تعداد بہت لمبی ہے جس میں ائمہ لغت میں ابو بکر محمد بن قاسم انباری (۳۲۷ھ) اور ابو عمر محمد بن عبدالواحد الزاہد صاحب ثعلب (۳۴۵ھ) قابل ذکر ہیں۔ حربی کا انتقال بغداد میں ۲۸۵ھ میں ہوا۔ (۸۷)

۲۔ حربی کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں سب سے مشہور غریب الحدیث پر ان کی کتاب ہے۔ اس کتاب کا شمار حربی کی سب سے اہم تصنیفات اور اس فن کی سب سے ضخیم کتابوں میں ہوتا ہے۔ حربی نے اس کتاب میں بڑے شرح وبسط اور دراز نفسی سے کام لیا ہے۔ احادیث کا استقصا سندوں کے ساتھ کیا ہے، اور ان کے متن اور الفاظ کو درج کر کے، اگرچہ ان میں ایک ہی غریب لفظ کیوں نہ ہو، طوالت پیدا کر دی ہے۔ اسی وجہ سے یہ کتاب بہت ضخیم ہو گئی۔

حربی نے اپنی کتاب کی بنیاد صحابہ کی ترتیب پر رکھی۔ اور طریقہ یہ اختیار کیا کہ ایک صحابی کی ایک حدیث جس میں کوئی غریب لفظ آیا ہو تا درج کرتے اور اس کے لئے ایک باب قائم کرتے۔ اس حدیث کے بعد وہ دوسری احادیث، آیات اور اشعار پیش کرتے جن میں زیر بحث لفظ یا اس کے مادہ کے دوسرے مشتقات موجود ہوتے، اور اس کے بعد ان سب کی مفصل اور مدلل تشریح کرتے، اپنے قول کی تائید میں کلام عرب سے شواہد بھی پیش کرتے، پھر اس لفظ کی ان دوسری شکلوں کو لیتے جو سابق احادیث میں نہ آئی ہوتیں اور ان کا مفہوم بیان

(۸۷) تاریخ بغداد ۲: ۶،۱۶۱: ۲۷۔۴۰، انباہ الرواۃ ۱: ۳۶:۱۵۵۔۱۵۸، مقدمہ تہذیب اللغۃ: ۴۹۔۵۰، ۶۱، طبقات الحنابلۃ ۱: ۸۶۔۹۳، ۲: ۶۷، ۶۹، فوات الوفیات ۱: ۵۔۷، البدایۃ والنہایۃ ۱: ۶:۲۲، ۳، الناسک: ۲:۱۷۲۔۱۸۰۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

کرتے۔ان سب مراحل سے فارغ ہونے کے بعد اس صحابی کی دوسری حدیث پیش کرتے جس میں کوئی غریب لفظ ہوتا اور اس لفظ کے لئے دوسرا باب قائم کرتے اور پھر تشریح و توضیح میں وہی سابق طریق اختیار کرتے۔جب اس صحابی سے مروی احادیث کے غریب الفاظ پر گفتگو سے فارغ ہو جاتے تو دوسرے صحابی کی احادیث سے اسی طرح بحث کرتے۔اثنائے کتاب میں لغت، ادب، فقہ، قرآن، تاریخ اور جغرافیا سے متعلق مباحث بھی ضمنا آتے رہتے۔

الفہرست میں ابن الندیم کے بیان کے مطابق حربی کی کتاب درج ذیل مسانید پر مشتمل تھی: مسند ابی بکر، مسند عمر، مسند عثمان، مسند علی، مسند الزبیر، مسند طلحہ، مسند سعد بن ابی وقاص، مسند عبدالرحمن بن عوف، مسند شیبہ بن عثمان، مسند عبداللہ بن جعفر، مسند المسور بن مخرمۃ الزہری، مسند المطلب بن ربیعہ، مسند السائب المخزومی، مسند خالد بن الولید، مسند ابی عبیدہ بن الجراح، مسند معاویہ وغیرہ، مسند عمرو بن العاص، مسند عبداللہ بن عباس، مسند عبداللہ بن عمر بن الخطاب، مسند ُموالی۔یہ کتاب کا آخری حصہ ہے جہاں تک حربی پہنچ سکے۔

ابو بکر محمد بن خیر اشبیلی (۵۰۲۔۵۷۵ھ) نے ذکر کیا ہے کہ اس مجموعہ کی تکمیل سے پہلے ابو اسحاق حربی کا انتقال ہو گیا۔پھر کتاب کے اس نسخہ کے مطابق جو اندلس میں پہنچا تھا اس جگہ کی تعیین کی ہے جہاں تک مصنف لکھ سکے تھے۔اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث ہے: ''لیت (شعری، من) ھذا الأشج من ولد عمر، الذی فی وجھہ علامۃ، یملأ الأرض عدلا'' مذکورہ حدیث کی تشریح پر مجموعہ ختم ہو جاتا ہے۔یہ نسخہ اس نسخہ سے ناقص ہے جو مشرق میں موجود تھا اور جو مسند الموالی پر ختم ہوتا ہے۔

کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں حربی کی کتاب کی پانچویں جلد محفوظ ہے جو کتاب کی آخری جلد ہے۔اس جلد میں حضرت عبداللہ بن عمر کی مسند میں سے

۳۹ویں حدیث سے متعلق تشریحات اور اس سے ملحق پانچ احادیث ہیں جن پر مسند ابن عمر ختم ہو جاتی ہے۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس کی ۷۸ احادیث مذکور ہیں جن کے بعد درج ذیل موالی کی احادیث پر یہ پانچویں جلد ختم ہو جاتی ہے: زید بن حارثہ، اسامہ بن زید، ثوبان، عمار، خباب، صہیب، ابو رافع، سفینہ، عامر بن ربیعہ، سلمان، عتبۃ بن غزوان، مقداد۔

حربی نے اپنی کتب کے لئے یہی ترتیب پسند کی اور غریب الحدیث کو الفاظ پر مرتب کیا۔غریب الحدیث کی کتابوں میں یہ نہج حربی سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کیا تھا۔حربی کی کتاب مقبول ہوئی، ابن خیر نے اپنی فہرست میں اور الرعینی نے اپنے برنامج الشیوخ میں اس کا ذکر کیا۔الصاغانی نے التکملہ میں اسے اپنے مآخذ میں شمار کیا، البکری نے معجم ما استعجم اور الجوالیقی نے المعرب میں اس کے اقتباسات نقل کئے ہیں۔یہ کتاب حربی کے بعد آنے والے غریب الحدیث اور لغت کے موضوع پر قلم اٹھانے والے تمام مصنفین کا ایک اہم ماخذ رہی خواہ انھوں نے اس سے اخذ و اقتباس کیا ہو یا اس پر تنقید کی ہو۔اس کتاب کی وجہ سے حربی کو علمائے لغت میں شمار کیا گیا اور ائمہ لغت کے تذکرہ نگاروں میں سے ایک سے زیادہ نے ان کے حالات لکھے۔

لیکن احادیث کو سندوں کے ساتھ پیش کرنے، الفاظ کو مختلف شکلوں میں الٹ پلٹ کر ان کی تشریح کرنے، اور درمیان میں موضوع سے غیر متعلق مختلف النوع مباحث کی جانب نکل جانے کی وجہ سے کتاب کی ضخامت بہت بڑھ گئی، اس کے فوائد منتشر ہو گئے، اور اس کی ترتیب مشکل اور پیچیدہ ہو گئی۔چنانچہ اس کتاب میں حدیث کی تلاش میں بڑی زحمت ہوتی ہے۔یہاں تک کہ امام مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری (ابن الاثیر) مولف النہایۃ کو اس کے بارے میں یہ کہنا پڑا کہ ''بے شمار قیمتی فوائد پر مشتمل ہونے کے باوجود ضخامت

Toobaa-elibrary.blogspot.com

اور طوالت کی وجہ سے یہ کتاب متروک ہو گئی۔"(۸۸)

(۷)

(۲) طرز دوم:

ا۔ غریب الحدیث کے موضوع پر تصنیف کا دوسرا طرز جو تیسری صدی ہجری میں ہمیں ملتا ہے اس کے نمائندوں نے دراصل اسی ابتدائی طریقہ کی پیروی کی جو دوسری صدی کے اواخر میں ائمہ لغت کے ہاتھوں وجود میں آیا تھا اور جس کا سلسلہ تیسری صدی کے نصف اول تک جاری رہا۔ یہ طریقہ جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے بیان کیا غریب الحدیث کے موضوع پر تصنیف و تالیف کا اولین نمونہ تھا، اور زمانی اعتبار سے اس دوسرے مرحلہ کے پہلو بہ پہلو موجود تھا جس کا آغاز ابو عبید نے اپنی غریب الحدیث کے ذریعہ کیا۔

اس طرز تصنیف کے حامی اور علمبردار اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن رہے۔ ان کی تصنیفات میں باہم دگر اگر کوئی اختلاف تھا تو اس کی نوعیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ کسی کی تصنیف میں ایجاز و اختصار کا پہلو غالب تھا اور کسی میں اطناب و تفصیل کا۔ اسی طرح تشریح و توضیح میں ہر مصنف کے اسلوب پر اس کی مخصوص ثقافت کی چھاپ تھی۔ بعض کتابوں میں ابو عبید کے نہج کی بھی ہلکی سی

(۸۸) انباہ الرواۃ ۱: ۱۵۵۔۱۵۸، النہایہ (تحقیق طناحی) ۱: ۶، ۸ و ۵: ۳۷۷، فہرست ابن خیر: ۱۹۴، فہرست ابن الندیم (طبع ایران): ۲۷۷، معجم الادباء ۱: ۱۲۸۔۱۲۹، مقدمہ کتاب المناسک: ۱۸۱۔۲۰۸، ۲۲۸، برنامج شیوخ الرعینی: ۴۴، التکملہ از صاغانی، المقدمہ ۱: ۷، المعرب از جوالیقی: ۴۰۹۔ کتب خانہ ظاہریہ میں حربی کے نسخہ کے لئے ملاحظہ ہو: فہرست مخطوطات دار الکتب الظاہریہ: (۱) المنتخب من مخطوطات الحدیث: ۲۵۴۔ (۲) علوم اللغۃ العربیۃ: ۱۰۶۔۱۰۷۔

استاذ حمد الجاسر نے کتاب المناسک پر جو قیمتی مقدمہ تحریر کیا ہے اس میں اس نسخہ پر بہت مفصل روشنی ڈالی ہے۔ (حربی کی کتاب کی یہ باقی ماندہ پانچویں جلد ڈاکٹر سلیمان بن ابراہیم العاید کی تحقیق سے ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء) میں جامعہ ام القری مکہ مکرمہ سے شائع ہو چکی ہے۔ شروع میں محقق کے قلم سے ۱۵۷ صفحات پر مشتمل طویل مقدمہ ہے۔ مترجم)

جھلک نظر آتی تھی لیکن مجموعی حیثیت سے ان سارے مصنفین کا نہج وہی تھا جسکی بنا سابق ائمہ لغت نے ڈالی تھی، ابو عبید کے نہج کو ان حضرات نے یا تو یکسر نظر انداز کیا تھا یا اگر کسی نے اس کی طرف نگاہ بھی اٹھائی تو وہ نگاہ غلط انداز سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

یہ تمام مصنفین یا کم از کم ان کی اکثریت ان ائمہ لغت پر مشتمل تھی جنھوں نے لغت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا، اور جن کی زندگی کا واحد مقصد لغت کا مطالعہ اور اس کی باریکیوں اور نزاکتوں پر غور و فکر کرنا تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ یہی تنہا غریب الحدیث کے موضوع پر تصنیف و تالیف کے اہل ہیں اور جو لوگ ان کی طرح لغت پر عبور نہیں رکھتے وہ اس موضوع پر قلم نہیں اٹھا سکتے، جہاں تک ان علماء کا تعلق ہے جو لغت کے علاوہ تفسیر، حدیث، فقہ اور ادب وغیرہ دوسرے علوم سے بھی بہرہ ور تھے مثلاً حربی اور ابن قتیبہ تو یہ ان کے نزدیک اس موضوع کا حق ادا ہی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ امام ذہبی کا بیان ہے کہ جب حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث لکھی تو ابو العباس احمد بن یحیی ثعلب نے جو اپنے دور میں لغت و نحو میں اہل کوفہ کے امام تھے کہا "ابرہیم (حربی) کو غریب الحدیث سے کیا نسبت؟! وہ تو محدث ہیں"(۸۹)

۲۔ تیسری صدی ہجری اور چوتھی صدی ہجری کے نصف تک اس طرز پر لکھنے والے جن ممتاز مصنفین کے نام ہمیں معلوم ہو سکے وہ حسب ذیل ہیں:

- ابو العباس محمد بن یزید المبرد (۲۸۵ھ)
- ابو العباس احمد بن یحیی ثعلب (۲۹۱ھ)
- ابو الحسن محمد بن احمد بن کیسان (۲۹۹ھ یا ۳۲۰ھ) ابن کیسان کی کتاب تقریباً چار سو اوراق پر مشتمل تھی

(۸۹) کتاب المناسک: ۳۷۱ بحوالہ سیر اعلام النبلاء

Toobaa-elibrary.blogspot.com

-ابو محمد القاسم بن محمد الانباری (۳۰۵ھ)

-ابو موسی سلیمان بن محمد الحامض (۳۰۵ھ)

-ابو بکر محمد بن الحسن بن درید الازدی (۳۲۱ھ)

-ابو عبداللہ احمد بن اسماعیل السکونی (۹۰) الکندی، جو علم نسب میں مشہور تھے، ادب میں ثعلب کے شاگرد تھے عباسی خلیفہ مکتفی (۲۸۹-۲۹۵ھ) پھر اس کے بعد خلیفہ مقتدر (۲۹۵-۳۲۰ھ) کے خاص مقربین میں تھے۔

- ابو محمد عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ (۳۴۷ھ)۔ ابن درستویہ کی کتاب مکمل نہ ہو سکی۔ (۹۱)

مذکورہ بالا علماء کو ہم نے جو ایک صف میں رکھا ہے تو اس کی کوئی قطعی بنیاد نہیں ہے اس لئے کہ غریب الحدیث پر ان کی تصنیفات ہم تک نہیں پہنچیں۔ یہ تعیین محض ان کے مسلک اور ان کی دوسری تصنیفات کے بارے میں اپنی معلومات، ان کی ثقافت اور ان کے باہمی تعلقات کے بارے میں (خواہ تعلیم و تعلم کی صورت میں رہے ہوں یا مناظرہ اور تنقید و تردید کی شکل میں) تذکرہ کی کتابوں میں موجود مواد، نیز غریب الحدیث کی کتابوں میں ان سے منقول اقتباسات کی روشنی میں کی گئی ہے۔

۳۔ تذکرہ نگاروں نے غریب الحدیث کے موضوع پر ابو عمر محمد بن عبد الواحد الزاہد غلام ثعلب (۳۴۵ھ) کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جو انھوں

(۹۰) اللباب ۲: ۱۲۴-۱۲۵، السکوني (سین مفتوح) قبیلہ کندہ کی ایک شاخ کی جانب نسبت ہے۔

(۹۱) الفہرست (طبع مصر): ۱۰۰، ۱۱۸، ۱۲۶، ۱۳۵-۱۳۶، (طبع ایران): ۹۶، انباہ الرواۃ ۲: ۱۱۳-۱۱۴، و ۳: ۲۱، ۵۷-۵۹، طبقات الزبیدی: ۱۵۲، ۱۵۳، معجم الادباء ۳: ۸-۹، و ۱۷: ۱۳۷-۱۴۱، مفتاح السعادۃ ۱: ۱۳۸، بغیۃ الوعاۃ: ۸، الوافی بالوفیات ۶: ۳۰۹، لسان المیزان: ۱۵۳-۱۵۴، ابن درستویہ مولفہ عبد اللہ جبوری: ۶۵

نے مسند احمد بن حنبل پر لکھی تھی۔ بظاہر یہ ایک جدید طرز تصنیف تھا جس میں مصنف حدیث کی کسی مشہور کتاب کی شرح کا پابند ہوتا تھا۔ اس نہج کا آغاز ابو عمر الزاہد نے کیا اور پھر دوسرے مصنفین نے ان کی اقتدا میں موطا اور صحیحین کے غریب الفاظ پر کتابیں مرتب کیں۔ (۹۲)

الفہرست کے مصنف ابن الندیم کا بیان ہے کہ ابو عمر الزاہد نے غریب الحدیث کے نام سے ایک کتاب الفاظ کے اعتبار سے مرتب کی تھی، یہ کتاب حصری کے لئے لکھی اور حصری ہی کی جانب منسوب کی۔ کتاب کا نام بھی کتاب الحصری (فی غریب الحدیث) رکھا۔ ابن الندیم نے دوسری جگہ لکھا ہے: "حصری کی کتاب غریب الحدیث جو ابو عمر الزاہد سے نقل کر کے مرتب کی"۔ پھر تیسری جگہ یہ بیان کرنے کے بعد کہ "ابن ابی اویس لغت اور انساب و اخبار کا ایک راوی تھا، فصیح بدویوں سے ملاقات کی اور ابو سہل سعد بن سعید سے روایت کی" ابن الندیم نے لکھا ہے کہ یہ خبر اس نے غریب پر حصری کی کتاب سے نقل کی ہے۔ (۹۳)

۴۔ تذکرہ نگاروں نے غریب الحدیث کے موضوع پر لکھنے والوں میں حافظ ابو العباس محمد بن علی بن الفضل (۲۸۹ھ) کا بھی ذکر کیا ہے جو "فستقہ" کے لقب سے مشہور تھے، اور حسین بن علی کرابیسی فقیہ کے شاگرد تھے۔ موصوف نے "کتاب غریب الحدیث و تصحیح الآثار" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع کی تھی مگر مکمل نہ کر سکے۔ اسی طرح ابو بکر محمد بن عثمان شیبانی معروف بالجعد (۳۲۰ھ کے بعد) اور قاضی ابو الحسین عمر بن ابی عمر محمد بن یوسف ازدی

(۹۲) انباہ الرواۃ ۳: ۱۷۴، معجم الادباء ۱۸: ۲۳۲، طبقات الحنابلہ ۲: ۶۸

(۹۳) الفہرست (طبع ایران): ۸۳، ۹۶، ۱۲۰، مطبوعہ مصر میں ایک بار "الحصری" (ص: ۱۲۰) ہے اور دوبار الحضری (ص: ۱۳۵، ۱۶۲)، معجم الادباء ۱۸: ۲۳۲ میں ہے: (وا لکتاب الحضر می فی الکلمات!) نیز ملاحظہ ہو انباہ الرواۃ ۳: ۱۷۷

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(۳۳۸ھ) کاذکر بھی اس حیثیت سے ملتا ہے۔ موخر الذکر کی کتاب ضخیم تھی مگر یہ بھی ناقص رہ گئی۔ (۹۴) ان حضرات کی تصنیفات کے بارے میں معلومات کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

۵۔ اس سلسلہ میں ابو بکر محمد بن قاسم بن محمد الانباری (۲۷۱۔۳۲۷ھ) کو منفرد حیثیت حاصل ہے۔ ابن الانباری کا شمار نحو وادب کے حفاظ اور متبحر علماء میں ہوتا تھا۔ ان کی قوت حافظہ کے بارے میں لوگوں کے بیانات اس سے قبل ہم پیش کر چکے ہیں۔ ابوبکر نے اپنی کتاب غریب الحدیث املاء کرائی، کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب ۴۵ ہزار اوراق پر مشتمل تھی۔ امام خطابی اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں:

''ان کتابوں کے علاوہ حدیث کی تخریج و تشریح میں ابن الانباری نے عمدہ طریقہ اختیار کیا، چند احادیث سے بحث کی ہے جن میں سے بعض کو دیکھنے کا موقع مجھے بھی ملا ہے۔ بیشتر کی تشریح اس سے پہلے ہو چکی تھی مگر ابن الانباری نے اس پر اضافہ کیا ہے، مختلف مقامات پر ابن قتیبہ پر استدراک بھی کیا ہے''۔ (۹۵)

۶۔ ابو اسحاق حربی کی کتاب کے بعد جن تصنیفات کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے ان میں سے کوئی کتاب اس وقت موجود نہیں ہے۔ کچھ اقتباسات البتہ غریب الحدیث کی موجودہ کتابوں میں منتشر طور پر مل جاتے ہیں۔ امام خطابی نے ان کتابوں پر جو جامع تبصرہ کیا ہے وہ ان کے تعارف کے لئے غالباً کافی ہوگا، وہ فرماتے ہیں:

''لیکن ان کتابوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود یہ سب کتابیں ایک ہی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے مصنفین کا

(۹۴) الفہرست (طبع مصر) ۱۲۷۔۱۲۸، ۱۳۵، ۱۷۳، ۱۷۱، ۲، تاریخ بغداد ۳: ۶۴۔۶۵، الوافی: ۴: ۱۰۷، بغیۃ الوعاۃ ۳۶۴۔۳۶۵، معجم الادباء ۱۶: ۶۹ و ۱۸: ۲۵۰۔۲۵۱۔

(۹۵) النہایۃ (تحقیق طناحی) ۱: ۷، غریب الحدیث از ابو عبید، مقدمہ مصحح ص (۵۔۹)

طریقہ یہ رہا ہے کہ سب ایک ہی حدیث کو موضوع بحث بنا کر اس کی تشریح کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعد میں آنے والے کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا تھا کہ وہ اپنے پیشرو کے دائرۂ کار کو چھوڑ کر اپنے لئے نیا میدان تلاش کرے اور ان الفاظ حدیث سے بحث کرے جن کی تشریح اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی جیسا کہ ابن قتیبہ نے کیا۔ پھر ان کتابوں میں سے کوئی کتاب بھی لفظ کی فصاحت، معنی کی صحت، استنباط کی عمدگی اور فقہ کی کثرت میں ابو عبید کی کتاب کی ہم پلہ تھی اور نہ مفصل تشریح، دلائل کو ذکر کرنے، نظائر کو پیش کرنے اور مفہوم کو اخذ کرنے میں ابن قتیبہ کی کتاب کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ ان تمام کتابوں یا ان میں سے بیشتر پر اگر غور کیا جائے تو وہ دو طرح کی ہیں یا تو مختصر ہیں اور ان میں ادھر ادھر کی کچھ روایات جمع کر دی گئی ہیں جن میں ان کے الفاظ کی بھرپور تشریح کی گئی ہے اور نہ ان کے مفہوم کی وضاحت، یا بہت طویل اور ضخیم ہیں جن میں ان مشہور احادیث کو درج کرنے کے بعد جن میں شائد ہی کوئی لفظ مشکل ہو خواہ مخواہ ان کی تشریح میں فضول طوالت سے کام لیا گیا ہے۔ ان کتابوں میں سے کچھ تو ایسی ہیں جن میں تشریح کے اعتبار سے خامیاں ہیں اور بعض میں ایسی منکر احادیث ہیں جو ان کتابوں کی شرط پر پوری نہیں اترتیں''

یہ وہ کتابیں ہیں جو غریب الحدیث کے موضوع پر چوتھی صدی ہجری کے نصف تک مشرق میں لکھی گئیں۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

دوسرا باب

فن غریب الحدیث کا ارتقا
اندلس میں

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱)

اندلس میں سب سے پہلے جس عالم نے غریب الحدیث کے موضوع پر قلم اٹھایا وہ ابو مروان عبد الملک بن حبیب سلمی (۱) تھے۔

ا۔ ابن حبیب اپنے آبائی وطن ضلع البیرہ (۲) میں پیدا ہوئے، اس کے بعد دار الامارت قرطبہ منتقل ہو گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ (۳)

ابن حبیب کا تعلق قبیلہ قیس عیلان کی ایک مشہور شاخ سُلیم بن منصور سے تھا (۴)۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت عباس بن مرداس سلمی کو قبیلہ سلیم کے ایک نمایاں سردار و شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ صحابی رسول ﷺ ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ (۵)

سن پیدائش میں مورخین کے درمیان خاصا اختلاف ہے، بعض ۱۸۲ھ، ۱۸۳ھ، ۱۸۵ھ، ۱۸۶ھ میں سے کوئی سن بتاتے ہیں (۶) اور بعض ۱۷۴ھ یا ۱۷۵ھ (۷) کا ذکر کرتے ہیں۔

---

(۱) ابن حبیب کے حالات کے ماخذ کے لئے ملاحظہ ہو: انباہ الرواۃ ۲: ۲۰۶ (حاشیہ) نفح الطیب (تحقیق ڈاکٹر احسان عباس) ۱: ۴۶۲ (حاشیہ) الاعلام ۴: ۳۰۲، المستدرک الثانی: ۱۳۵، معجم المولفین ۶: ۱۸۱۔۱۸۲، تاریخ الادب العربی بروکلمان (عربی ترجمہ) ۳: ۸۶۔۸۷۔

(۲) البیرہ: اخرطہ، کبریۃ کے وزن پر، اندلس کا ایک بڑا ضلع تھا جہاں دمشق کا عرب لشکر مقیم تھا۔ اس کا مرکز شہر البیرہ تھا۔ اندلس کا زبردست فوجی اڈہ تھا جو ۴۰۰ھ اور اس کے بعد کے فسادات میں تباہ ہو گیا اور اس کے باشندے غرناطہ منتقل ہو گئے (معجم البلدان۔ البیرہ کا نقشہ، الروض المعطار: ۲۹۔۳۰، الاحاطہ ۱: ۱۱۔۱۳)

(۳) ابن الفرضی ۱: ۳۱۳، البیان المغرب ۲: ۱۱۰، معجم البلدان (البیرہ)

(۴) جمہرۃ ابن حزم: ۲۶۳، ابن الفرضی ۱: ۳۱۲۔۳۱۳۔

(۵) عباس بن مرداس کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: دیوان العباس بن مرداس کا مقدمہ جو دیوان کے جامع و محقق ڈاکٹر یحییٰ جبوری نے لکھا ہے (بغداد ۱۹۶۸)

(۶) لسان المیزان ۴: ۶۲ نفح الطیب ۲: ۷، جذوۃ المقتبس: ۲۶۴، مطمح الانفس: ۳۶

(۷) ابن الفرضی ۱: ۳۱۵، البیان المغرب ۲: ۱۱۰، ۱۱۱، معجم البلدان (البیرۃ) تہذیب التہذیب ۶: ۳۹۱،

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۔ ابن حبیب نے اندلس میں تعلیم پائی اور قرطبہ کے شیوخ ابو عبد اللہ صعصعہ بن سلام شامی (۱۸۰ھ یا ۱۹۲ھ) ابو محمد الغازی بن قیس (۱۹۹ھ) اور ابو عبد اللہ زیاد بن عبد الرحمن لخمی قرطبی معروف بزیاد شبطون (۲۰۴ھ) (۸) کے سامنے زانوائے تلمذ تہ کیا۔ پھر (۲۰۷ھ یا ۲۰۸ھ) میں امیر عبد الرحمن اوسط (۲۰۶۔۲۳۸ھ) کے دور میں حج اور حصول علم کی غرض سے رخت سفر باندھا چنانچہ امام مالک کے اصحاب اور دوسرے اہل علم سے ملاقات کی اور ان سے استفادہ کیا۔ ابو مروان عبد الملک بن ماجشون (۲۱۴ھ)، امام مالک کے دونوں خواہر زادوں: ابو مصعب مطرف بن عبد اللہ یساری (۲۲۰ھ) اور ابو عبد اللہ اسمعیل بن ابی اویس (۲۲۶ھ)، ابراھیم بن المنذر حزامی (۲۳۶ھ) اصبغ بن الفرج، اسد بن موسی (۲۱۲ھ) عبد اللہ بن عبد الحکیم، عبید اللہ بن موسی کوفی، علی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین (۲۱۰ھ) اور ان کے علاوہ علمائے حجاز اور علمائے مصر کی ایک بڑی جماعت سے سماعت کی۔ تذکرہ نگاروں کی یہ روایت جس کا ذکر انھوں نے صیغہ تمریض (قیل) سے کیا ہے صحیح نہیں ہے کہ ابن حبیب کی ملاقات امام مالک سے بھی ان کے اواخر زندگی میں ہوئی تھی۔ اس لئے کہ امام مالک کی وفات (۱۷۹ھ) میں ہو چکی تھی۔

۲۱۶ھ میں ابن حبیب علم کا زبردست ذخیرہ لیکر اندلس واپس آئے، فقہ وحدیث کے ساتھ نحو، لغت اور دوسرے علوم ادبیہ سے بھی بہرہ ور تھے "نحوی، عروضی، شاعر، اخبار، انساب اور اشعار کے حافظ، زبان آور اور مختلف علوم کے ماہر تھے" چنانچہ تشنگان علم کا ہجوم ہونے لگا! اور ان سے نقل و روایت کا سلسلہ خوب پھیلا، یہاں تک کہ جب وہ جامع مسجد سے نکلتے تو ان کے پیچھے تقریباً تین سو طلبہ کی جماعت ہوتی تھی۔ (۹)

فقہ، تاریخ اور ادبی موضوعات پر ابن حبیب نے بہت سی نفیس کتابیں تصنیف کیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ابن حبیب سے ان کی تصنیفات کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا: ایک ہزار پانچ سو کتابیں، جن میں سے چند کے نام تذکرہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ (۱۰)

۳۔ عبد الملک بن حبیب اہل مدینہ کے مسلک پر فقہ کے حافظ اور اس کے ممتاز علمبرداروں میں تھے، مالکی علماء کی کتابوں میں ان کا مسلک لکھا ہوا ہے۔ امیر عبد الرحمن اوسط کے دربار میں ان کو بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ یحیی بن یحیی لیثی اور سعید بن حسان کے ساتھ ابن حبیب بھی امیر کے خصوصی مشیروں میں تھے۔ امیر کو ان پر بڑا اعتماد اور ان کی جانب خاص رجحان تھا، چنانچہ جب یحیی بن یحیی کے متعلق امیر سے یہ شکایت کی گئی کہ وہ قابل اعتماد نہیں ہیں اور بات ان کی معزولی تک پہنچ گئی تو اس موقع پر امیر نے ابن حبیب ہی کا مشورہ قبول کیا۔ اسی طرح مجوسی ارمانیوں (نارمن) سے اشبیلیہ کو محفوظ رکھنے کے لئے ابن حبیب نے ایک فصیل تعمیر کرانے کا مشورہ دیا تو امیر نے ان کے مشورہ پر عمل کیا، محمد بن عمر

=ذہبی کی کتاب العبر سے پتہ چلتا ہے کہ ابن حبیب کا سن ولادت ۱۶۴ھ ہے اس لئے کہ ذھبی نے لکھا ہے کہ ابن حبیب نے ۲۳۸ھ میں ۷۴ سال (اربع وسبعون) کی عمر میں وفات پائی، لیکن معلوم یہ ہوتا ہے یا تو ذھبی کا قلم چوک گیا یا طباعت کی غلطی ہے، دراصل "اربع وستون" (۶۴) تھا جیسا کہ دوسرے مآخذ میں ہے اور غلطی سے "اربع وسبعون" (۷۴) ہو گیا۔ مولف)۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲: ۱۰۲ میں صاف لکھا ہے کہ ابن حبیب امام مالک کی زندگی میں ۱۷۰ھ کے بعد پیدا ہوئے اس لئے "اربع وسبعون" قطعاً طباعت کی غلطی ہے (مترجم)

(۸) ابن الفرضی ۱: ۱۸۲۔۱۸۳، ۲۴۰، ۳۱۳، ۳۸۷، جذوۃ المقتبس: ۲۰۲۔۲۰۳، ۲۲۷، ۲۶۴، ۳۰۵،

= تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۳۷، لسان المیزان ۴: ۶۰۔۶۱، تہذیب التہذیب ۶: ۳۹۰، الدیباج المذھب: ۱۵۴۔

(۹) ابن الفرضی ۱: ۳۱۳، ۳۱۵، جذوۃ المقتبس: ۲۶۴، طبقات الزبیدی: ۲۶۰، مطمح الانفس: ۳۶، المغرب ۲: ۹۶، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۳۷، لسان المیزان ۴: ۵۹، ۶۱، تہذیب التہذیب ۶: ۳۹۰۔۳۹۱، بغیۃ الوعاۃ: ۳۱۲، البلغہ: ۱۲۷، الدیباج المذھب: ۱۵۴۔۱۵۵۔

(۱۰) ابن الفرضی ۱: ۲۴۰، ۳۱۳، جذوۃ المقتبس: ۲۶۴، طبقات الزبیدی: ۲۶۰، مطمح الانفس: ۳۶، انباہ الرواۃ ۲: ۲۰۶، لسان المیزان ۴: ۶۱، بغیۃ الوعاۃ: ۳۱۲، البلغہ: ۱۲۷، نفح الطیب ۲: ۵۔۶، الدیباج المذھب: ۱۵۵، ۱۵۶، فہرست ابن خیر: ۲۰۲، ۲۶۵، ۲۹۰۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

بن لبابہ کہتے تھے کہ عبدالملک بن حبیب اندلس کے عالم، یحیی بن یحیی لیثی اندلس کے حکیم (یاراوی ومحدث) اور عیسی بن دینار اندلس کے فقیہ ہیں۔ ابن حبیب کی وفات ۲۳۸ھ یا ۲۳۹ھ میں پتھری کی بیماری میں ہوئی۔ (۱۱)

۴۔ عبدالملک بن حبیب کو ایسے ذی علم راوی ملے جنھوں نے ان سے استفادہ کیا اور ان کی کتابوں کی روایت کی، ان میں نمایاں نام حسب ذیل ہیں بقی بن مخلد، ابو عبداللہ محمد بن وضاح قرطبی، یوسف بن سلمہ، عبدالرحمن بن ابی مریم، محمد بن سعید بن حسان، محمد بن عبداللہ، یوسف بن یحیی مغامی۔ (۱۲)

۵۔ عبدالملک بن حبیب نے حدیث وغریب الحدیث کی شرح میں ایک کتاب دس حصوں میں مرتب کی جن میں پہلا حصہ شرح الموطا اور دوسرا شرح جامع الموطا کے نام سے تھا، تیسرے حصہ میں نبی ﷺ کی احادیث کی شرح شروع کی اور ابو عبید القاسم بن سلام کی کتابوں کو ردوبدل کرکے اس میں شامل کرلیا۔ کچھ مقامات پر ابو عبید کی تشریح پر اعتراض بھی کیا ہے لیکن اکثر اعتراضات بیجا اور زیادتی پر مبنی ہیں۔

پھر اسی طور پر صحابہ وتابعین کی احادیث کی تشریح کی ہے اس سلسلہ کی آخری کڑی کا نام جو کتاب کا دسواں جزء ہے "کتاب طبقات العلماء وشرح من زن منہم بالاھواء" رکھا، یہ ایک مختصر سی کتاب ہے جس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں بعض نمایاں تصحیفات ہیں۔ ابن حبیب کی کتابوں میں یہ سب سے معمولی

---

(۱۱) قضاۃ قرطبہ: ۸۰-۸۱، المغرب ۱: ۴۹، ۱۴۸ و ۲: ۹۶، ابن الفرضی ۱: ۳۱۳، ۳۱۵، جذوۃ المقتبس: ۲۶۴، مطمح الانفس: ۳۶، تہذیب التہذیب ۶: ۳۹۰، نفح الطیب ۲: ۶، ۷، ۹، الدیباج المذہب: ۱۵۴، لسان المیزان ۴: ۶۱-۶۲، معجم البلدان (البیرۃ، طلیطلہ) البیان المغرب ۲: ۱۱

(۱۲) ابن الفرضی ۱: ۳۰۲-۳۰۳، ۳۱۵ و ۲: ۱۷-۱۹، ۲۰۰، ۲۰۳، جذوۃ المقتبس: ۲۶۴، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۵۳۷، تہذیب التہذیب ۶: ۳۹۰، لسان المیزان ۴: ۶۱، نفح الطیب ۲: ۱۴۰، ۲۳۹، ۵۲۰۔

درجہ کی کتاب ہے (۱۳)۔ اسی لئے اہل اندلس میں اس کو کوئی بلند مقام نہیں ملا۔ اگرچہ لوگوں کے مطالعہ میں رہی اور ایک حد تک متداول تھی، چنانچہ ابن الفرضی نے شرح غریب الموطا مجاہد بن اصبغ (۳۵۰-۳۸۲ھ) سے پڑھی ابو بکر محمد بن خیر (۵۰۲-۵۷۵ھ) نے بھی اپنی مرویات میں اس کا ذکر کیا ہے ان کی سند یہ ہے:

سعید بن فحلون عن یوسف بن یحیی المغامی عن عبدالملک بن حبیب۔ (۱۴)

(۲)

عبدالملک بن حبیب کے بعد غریب الحدیث کے اندلسی مصنفین کی فہرست میں دوسرا نام ابو عبداللہ محمد بن عبدالسلام خُشَنی (۱۵) (خ مضموم وش مفتوح) کا ہے۔ خشنی جیان (۱۶) کے رہنے والے تھے، بعد میں قرطبہ منتقل ہوگئے اور وفات تک وہیں قیام رہا۔ خشنی کا نسب ابو ثعلبہ خشنی صحابی رسول سے ملتا ہے۔ قبیلہ خشین جس سے موصوف کا تعلق تھا قبیلہ قضاعہ کی ایک شاخ تھی جس کا مسکن اندلس میں جیان اور البیرہ کے علاقے تھے۔ اس قبیلہ کے کچھ افراد ضلع

---

(۱۳) فہرست ابن خیر: ۲۰۲، الدیباج المذہب: ۱۵۵

(۱۴) ابن الفرضی ۲: ۱۴۸، فہرست ابن خیر: ۲۰۲

(۱۵) خشنی کے حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو: طبقات الزبیدی: ۲۶۸، ابن الفرضی ۲: ۱۶-۱۷، قضاۃ قرطبہ: ۱۸، جذوۃ المقتبس: ۶۳-۶۵، بغیۃ الملتمس: ۹۲-۹۳، ۱۰۹، مطمح: ۵۶-۵۷، المغرب ۲: ۵۴، فہرست ابن خیر: ۱۹۵ تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۴۹، طبقات النحاۃ واللغویین از ابن قاضی شہبہ: ۱۶۷، بغیۃ الوعاۃ: ۵۲، ۶۷، البلغۃ: ۲۲۶ (بلغۃ میں خشنی کے حالات ابن کناسہ کے حالات کے ساتھ خلط ملط ہوگئے ہیں) نفح الطیب ۲: ۲۳۶۔

اکثر مآخذ نے خشنی کے والد کا نام عبدالسلام ذکر کیا ہے مگر المطمح اور المغرب نے عبداللہ لکھا ہے اسی لئے سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں دو جگہ خشنی کے حالات لکھے ہیں۔

(۱۶) جَیَّان: اندلس کا ایک بڑا ضلع ہے جس میں بہت سی بستیاں اور شہر ہیں۔ اس کا مرکز شہر جیان ہے۔ زمین کی زرخیزی اور پیداوار کی کثرت کے اعتبار سے اندلس کے ممتاز ضلعوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی سرحد ضلع البیرہ سے ملتی ہے کہاوت ہے: "یذکر البلدان، ویسکن جیان" (ذکر کرتا ہے دوسرے شہروں کا، مگر رہتا ہے جیان میں) معجم البلدان: جیان، الروض المعطار: ۷۰-۷۲۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

لبلہ (۱۷) میں بھی آباد ہو گئے تھے۔

۲۴۰ھ سے قبل خشنی نے مشرق کا سفر کیا۔ فریضۂ حج ادا کیا اور بصرہ، بغداد، مکہ اور مصر کا دورہ کیا۔ دورہ کا مقصد علماء سے ملاقات اور ان سے استفادہ کے سوا کچھ نہ تھا۔ ائمہ لغت میں ابو عثمان مازنی، ابو حاتم سہل بن محمد بجستانی، العباس بن الفرج ریاشی اور ابو اسحٰق زیادی سے ملاقات کی اور ان ائمہ سے بہت سی کتب لغت کی سماعت اصمعی کی روایت کے مطابق کی۔ بغداد میں ابو عبید کے راوی محمد بن وہب مسعری سے سماعت کی اور ابو عبید کی بہت سی کتابیں نقل کیں۔ ابو بکر محمد بن حسن زبیدی اندلسی کا بیان ہے کہ مسعری سے خشنی نے ۲۴۷ھ میں سماعت کی تھی۔ (۱۸) حمیدی کی روایت کے مطابق خشنی ۲۵ سال تک طلب حدیث اور علمی استفادہ کی خاطر مختلف شہروں کا سفر کرتے رہے اور جب واپس آئے تو حدیث، لغت اور جاہلی شاعری کا ایک بڑا ذخیرہ اپنی روایت سے اندلس کو عطا کیا۔ (۱۹)

۲۔ خشنی کی گفتگو پر شکوہ اور تقریر بڑی فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔ کلام عرب پر گہری نظر تھی۔ انساب، لغت ادب اور روایت حدیث ان کے خاص موضوعات تھے۔ عالم و حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ ثقہ، متدین اور اخلاق فاضلہ کے مالک تھے۔ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت اور نگاہوں میں ان کی قدر و منزلت تھی۔ اسی کے ساتھ بڑے غیور، عالی ہمت، اور اقتدار سے گریزاں تھے۔ دنیاوی دولت و وجاہت انھیں اپنی طرف کھینچ نہ سکی، امیر محمد بن عبد الرحمٰن (۲۳۸۔ ۲۷۳ھ)

---

(۱۷) جمہرۃ ابن حزم: ۴۵۵، اللباب ۱: ۴۴۶۔ ۴۴۷، تہذیب التہذیب ۱۲: ۴۹۔ ۵۰، تاج العروس (خشن) ابو عبید القاسم بن سلام کی کتاب الاموال میں ہے: "خشینۃ بطن من قضاعۃ" ۳۱۱ (خشینہ قضاعہ کی ایک شاخ ہے)

(۱۸) مقری نے لکھا ہے کہ خشنی نے بغداد میں قاسم بن سلام سے بھی سماعت کی۔ یہ درست نہیں، مقری کو غلط فہمی ہوئی (نفح الطیب ۲: ۲۳۶)

(۱۹) ابن الفرضی ۲: ۱۶، طبقات الزبیدی: ۲۶۸، جذوۃ المقتبس: ۶۳۔ ۶۴، المرحرا: ۸۳۔

نے جب ان کو قضا کا منصب پیش کیا تو انھوں نے کہا: "میں اسی طرح انکار کرتا ہوں جس طرح زمیں و آسمان نے انکار کیا تھا۔ میرا یہ انکار خوف کی وجہ سے ہے، نافرمانی کی وجہ سے نہیں" امیر نے ان کی معذرت قبول کرلی۔ خشنی کی وفات ۶۸ سال کی عمر میں (۲۸۴ھ) میں ہوئی۔ صرف ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کی وفات اس وقت ہوئی جب وہ اسّی کے دہے میں تھے۔ (۲۰)

۳۔ اندلس میں ایک بڑی جماعت نے خشنی سے استفادہ کیا اور ان سے روایت کی جن میں چند نام حسب ذیل ہیں اسلم بن عبد العزیز، احمد بن خالد، محمد بن قاسم، قاسم بن اصبغ بیانی (بیانی نے کثرت سے روایت کی ہے) خشنی کے فرزند محمد بن محمد بن عبد السلام (۳۲۳ھ)، محمد بن ابراہیم، محمد بن عبد الملک، عفیر بن مسعود، ابو عثمان سعید الافاقی طاہر بن عبد العزیز۔ (۲۱)

۴۔ خشنی پہلے شخص نہیں ہیں جن کو ابو عبید قاسم بن سلام کی تصنیفات کا علم ہوا ہو اور وہ انھیں اندلس لے گئے ہوں، بلکہ مشرق سے گہرے تعلق اور حصول علم کے لئے سفر کے شوق کی وجہ سے اہل اندلس اس سے بہت پہلے ابو عبید کی کتابوں سے متعارف ہو چکے تھے۔ محمد بن خیر اور ابن فرحون کی یہ روایت اس سے قبل گذر چکی ہے کہ عبد الملک بن حبیب سلمی نے اپنی کتاب میں ابو عبید کی غریب الحدیث کو داخل کر لیا تھا۔ ہمارے پاس اس وقت جو بچا کھچا مواد موجود ہے اس سے اتنی بات قطعی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ عبد الملک عثمان ابن المثنی (۱۷۹ھ۔ ۲۷۳ھ) اندلس میں ابو عبید کی شرح الحدیث کا درس دیتے تھے۔ اور وہب بن

---

(۲۰) قضاۃ قرطبہ: ۱۸، ابن الفرضی ۱: ۱۶۔ ۱۷، طبقات الزبیدی: ۲۶۸، مطمح الانفس: ۵۶۔ ۵۷، تذکرۃ الحفاظ: ۲: ۱۴۹ نفح الطیب ۲: ۲۳۶ و ۳: ۵۵۷۔

(۲۱) ابن الفرضی ۱: ۲۴۳، جذوۃ المقتبس: ۳۶، ۶۴، طبقات الزبیدی: ۲۷۵، نفح الطیب ۲: ۵۲، ۲۳۷، ۶۳۳۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

نافع اسدی (۳۷۲ھ) نے ابو عبید کی کتابوں کی سماعت ان کے دونوں راویوں: علی بن ثابت اور ابو جعفر محمد بن وہب مسعری سے کی تھی یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھوں سب سے پہلے یہ کتابیں اندلس پہنچیں اور جن سے لوگوں نے ان کتابوں کی سماعت کی۔ پھر یہ کتابیں امام خشنی نے اندلس پہنچائیں۔ اسی طرح طاہر بن عبدالعزیز (۳۰۵ھ) نے مشرق کا سفر کیا اور ابو عبید کی کتابون کی روایت ان کے ایک شاگرد علی بن عبدالعزیز سے کی اور اندلس واپس آ کر خشنی کی زندگی ہی میں ابو عبید کی کتابوں کا درس دینا شروع کیا اور ان کے علم کی اشاعت کی۔ (۲۲)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اندلس میں ابو عبید اور ان کی تصنیفات سے لوگوں کو کتنا تعلق تھا۔ یہاں تک کہ لغت پر ابو عبید کی کتابوں کو اہل اندلس نے اپنے لئے کسوٹی اور معیار قرار دے لیا تھا۔ اختلاف کے وقت انہی کی جانب رجوع کرتے اور اپنی تصنیفات کا انہی سے موازنہ کرتے۔ مثلاً اہل اندلس کہتے ہیں کہ لغت پر ابو عبید کی ''مصنف'' جیسی ایک کتاب خصیف کلبی نے بھی مرتب کی تھی۔ اسی طرح جب عجلی نے غلطی کی تو اس کی تصحیح میں عفیر نے ابو عبید کی ''الغریب المصنف'' سے رجوع کیا۔ ابو عمر بن ازہر انجی (۳۰۶ھ) ابو عبید کی شرح الحدیث اور الغریب المصنف کا درس دیتے تھے۔ (۲۳)

اہل اندلس کے دلوں میں ابو عبید کو جو بلند مقام حاصل تھا اس کی وجہ سے امام خشنی جیسے لغت کے متبحر عالم اور رمز شناس شخص کو یہ حوصلہ ہوا کہ وہ بھی ابو عبید کے نقش قدم پر انہی کی کتاب کے پایہ کی ایک اور کتاب مرتب کریں۔ چنانچہ

(۲۲) ابن الفرضی ۱: ۲۴۳، ۳۴۶، ۲: ۱۶۰، طبقات الزبیدی: ۲۷۳۔

(۲۳) ابن الفرضی ۲: ۱۳۶، طبقات الزبیدی: ۲۵۹، ۲۷۵، ۲۷۶

انھوں نے گیارہ حصوں میں نبی ﷺ، ۲۲ حصوں میں صحابہ اور پانچ حصوں میں تابعین کی احادیث کی شرح لکھی۔ یہ کتاب اندلس میں متداول ہوئی، زبیدی نے اپنی طبقات میں اس کے متعلق لکھا ہے: ''اس کتاب میں غریب الحدیث کا وافر علم موجود ہے'' ابن خیر کی مرویات میں بھی یہ کتاب تھی۔ ابن خیر کی سند مصنف تک ان کے فرزند کے ذریعہ پہنچتی ہے (۲۴)

(۲۴) فہرست ابن خیر: ۱۹۵، طبقات الزبیدی: ۲۶۸، خشنی کی نسبت سے متعدد علماء مشہور ہوئے۔ اسی وجہ سے بعض تذکرہ نگاروں کو اشتباہ ہوا اور ایک کی جگہ پر دوسرے کا ذکر کر دیا، چنانچہ حمیدی نے جذوۃ المقتبس میں لکھا ہے کہ ابو محمد عبدالغنی بن سعید نے غلطی سے ''تاریخ الاندلس'' کی نسبت محمد بن عبدالسلام خشنی کی جانب کر دی، حالانکہ وہ محمد بن حارث خشنی ۳۶۱ھ کی تصنیف ہے۔ اسی طرح مقری نے نفح الطیب میں لکھ دیا کہ الحکم المستنصر نے محمد بن عبدالسلام خشنی سے سماعت کی، جبکہ المستنصر نے محمد بن حارث خشنی سے سماعت کی تھی (جذوۃ المقتبس: ۶۴۔ ۶۵ نفح الطیب ۱: ۳۹۵)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

تیسرا باب

قاسم بن ثابت عوفی اور ان کی کتاب الدلائل

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱)

اندلس کی تیسری شخصیت جس نے غریب الحدیث کے موضوع پر قلم اٹھایا وہ ابو محمد القاسم بن ثابت بن حزم بن عبد الرحمٰن بن مطرف بن سلیمان بن یحییٰ عوفی سرقسطی تھے۔(۱)

ابو محمد القاسم کی پیدائش اندلس میں خاندان بنی امیہ کے پانچویں امیر محمد بن عبدالرحمٰن (۲۳۸۔۲۷۳ھ) کے دور میں ۲۵۵ھ میں شہر سرقسطہ (۲) میں ہوئی۔ ابو محمد کے والد ثابت بھی یہیں پیدا ہوئے تھے۔ ثابت کا شمار جلیل القدر علماء میں ہوتا ہے۔ ۲۱۷ھ یا اس کے لگ بھگ پیدا ہوئے، سرقسطہ اور اندلس کے دوسرے شہروں میں تعلیم حاصل کی اور اہل علم میں ممتاز مقام پیدا کیا۔ القاسم کی پیدائش کے وقت ان کی عمر تقریباً ۳۸ سال تھی (۳)

ابو محمد قاسم کا تعلق قیس عیلان کے ایک مشہور قبیلہ غطفان کی شاخ بنی عوف سے تھا، اس کا ذکر ان کے فرزند ثابت بن قاسم (۲۸۹۔۳۵۲ھ) نے الحکم المستنصر کے سامنے کیا جب اس نے ان کے نسب کے بارے میں ان سے دریافت کیا۔ مگر حکم کو جو کسی بات کو مکمل تحقیق کے بغیر قبول کرنے کا عادی نہ تھا اس

(۱) ابن الفرضی ۱: ۱۱۹، ۳۰۲، جذوۃ المقتبس: ۷۴، بغیۃ الملتمس: ۲۳۷۔۲۳۸، ۴۳۴، الصلۃ ۱: ۱۲۴، التکملۃ ۱: ۲۳۶، معجم البلدان (سرقسطہ)، بغیۃ الوعاۃ: ۲۰۹۔۲۷۶، ۳، طبقات ابن قاضی شہبہ (قلمی): ۲۳۶، الدیباج المذہب: ۱۰۲، طبقات الزبیدی: ۲۸۴ میں "ثابت بن عبدالعزیز" لکھا ہے جو میرے خیال میں قلم کی چوک ہے، قفطی نے انباہ الرواۃ ۱: ۲۶۲ اور فیروز آبادی نے البلغہ: ۴۶، ۱۸۵ میں زبیدی کی اتباع میں "ثابت بن عبدالعزیز" لکھا ہے۔ ابن قاضی شہبہ نے دو اشخاص سمجھ کر دو جگہ حالات لکھے: ۲۳۶۔۲۳۷، ۴۷۵، فہرست ابن خیر: ۱۹۳، مکتبہ ظاہریہ دمشق اور مکتبہ متحف الاوقاف استانبول میں کتاب الدلائل کے دونوں نسخوں میں نسب یوں ہے: "عبدالرحمٰن بن غانم بن یحییٰ بن سلیمان"

(۲) ابن الفرضی ۱: ۳۰۳، مخطوطات ظاہریہ و اوقاف، فہرست ابن خیر: ۱۹۳۔ بغیۃ الملتمس: ۴۳۵ میں سن پیدائش ۲۴۷ھ ہے۔

(۳) ابن الفرضی ۱: ۱۱۹، فہرست ابن خیر: ۱۹۳، مخطوطات ظاہریہ و اوقاف، معجم البلدان (سرقسطہ)، بغیۃ الوعاۃ: ۲۱۰۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب سے تشفی نہیں ہوئی اور اس نے اس نسب کی صحت کے بارے میں ابو یحییٰ زکریا بن خطاب کلبی تطیلی (۴) سے دریافت کیا۔ زکریا ایک ثقہ اور قابل اطمینان شخص تھے۔ حکم نے اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں انھیں قرطبہ بلایا تھا اور ان کی اکثر روایات کی سماعت ان سے کی تھی۔ زکریا بن خطاب نے بیان کیا کہ قاسم بن ثابت کا تعلق بربری نسل سے ہے اور قریش کی شاخ بنی زہرہ بن کلاب کے ''مولی علاقہ'' ہیں (۵) اور یہ کہ سرقسطہ اور اس کے اطراف میں عام طور پر بربری زہرہ بن کلاب سے ولاء کا تعلق رکھتے ہیں۔ شاذونادر ہی کوئی بربری ایسا ملے گا جو بنوزہرہ کی بجائے کسی اور قبیلہ سے ولاء کا ذکر کرتا ہو۔ ان کا دعویٰ ہے کہ فتح اندلس کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری کی اولاد میں سے ایک شخص نے اس علاقہ میں سکونت اختیار کی۔ اسی کے ہاتھ پر یہ لوگ اسلام لائے ہیں۔ پھر زکریا بن خطاب نے ''عوفی'' کی نسبت -جس سے قاسم کا خاندان مشہور ہے- کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ ابوالقاسم اور ان لوگوں کے درمیان جن سے وہ ولاء کا ربط رکھتے تھے کوئی بات ہوگئی جس کی وجہ سے انھوں نے قسم کھالی کہ ان کی جانب اپنے کو منسوب نہیں کریں گے۔ مگر بعد میں جب انھیں اپنے اس رویہ پر ندامت ہوئی تو اپنے کو ''عوفی'' لکھنے لگے۔ جب ان سے اس نئی نسبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا: کیا عبدالرحمٰن عوف کے بیٹے نہیں ہیں۔ اور جب وہ عبدالرحمٰن کی اولاد کے ''مولی'' ہیں تو عبدالرحمٰن بن عوف کے بھی مولی ہوئے۔ (۶)

(۴) تطیلہ: اندلس کا ایک سرحدی شہر ہے، اس کے اور سرقسطہ کے درمیان ۷ افرسنگ کا فاصلہ ہے۔ تطیلہ سے عربوں کا انخلاء ۵۲۴ھ میں ہوا۔ (معجم البلدان۔ تطیلہ، تقویم البلدان: ۱۸۰۔۱۸۱، الروض المعطار: ۶۴ نفح الطیب ۱: ۱۶۶ و ۴: ۴۵۵)

(۵) ''ثابت بن قاسم بن ثابت نے بیان کیا: میں نے اپنے دادا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ولاء کی دو قسمیں ہیں: ولاء عتاقہ اور ولاء علاقہ'' (فہرست ابن خیر: ۱۹۳، مخطوطہ ظاہریہ)

(۶) ابن الفرضی ۱: ۱۷۶۔۱۷۷، فہرست ابن خیر: ۱۹۳، مخطوطات ظاہریہ داوقاف، معجم البلدان۔ سرقسطہ نفح الطیب ۱: ۳۹۵ و ۲: ۶۳۲، طبقات ابن قاضی شہبہ: ۲۳۶۔

(۲)

قاسم اور ابوالقاسم دونوں کی جائے پیدائش شہر سرقسطہ (۷) اندلس کے مشرق میں واقع ہے، پہلے ''المدینۃ البیضاء'' (شہر سفید) کے نام سے معروف تھا، اس لئے کہ اس کی قدیم فصلیں سفید سنگ مرمر کی تھیں۔ بلدان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سرقسطہ زمین کی زرخیزی اور میوہ جات کی فراوانی کے اعتبار سے اندلس کے بہترین شہروں میں شمار ہوتا ہے عمارتیں اور مکانات خوبصورت ہیں، سڑکیں کشادہ ہیں، باغات اور چمن کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا۔ ''اس شہر سفید کا کیا کہنا! باغات کے سبز زمرد اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ چار دریاؤں نے اس کو اپنے آغوش میں لے رکھا ہے'' اہل اندلس نے سرقسطہ اور اس کے اطراف کا نام ''الثغر الاعلی'' رکھا تھا۔ سرقسطہ ''ثغر'' کے شہروں میں سب سے بڑا شہر اور ان کے بالکل وسط میں تھا۔ اسی وجہ سے اس کو ''ثغر'' کا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ (۸)

بنومروان کے دور میں سرقسطہ اور اس کے اطراف فتنوں کی آماجگاہ اور باغیوں کا گڑھ بن گئے تھے۔ تیسری صدی ہجری میں سرقسطہ کے زبردست باغیوں میں موسیٰ بن موسیٰ بن فرتون تھا جو بنی قسی سے تعلق رکھتا تھا اور ۲۴۸ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے لب بن موسیٰ قسوی نے بغاوت کی اور ۲۵۷ھ میں ''ثغر'' پر قبضہ کرلیا اور سرقسطہ، تطیلہ وغیرہ اس کے زیرنگیں ہوگئے۔ اس نے امام محمد بن عبدالرحمٰن کے عمال کو قید کیا۔ سرقسطہ کے عربوں کو جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے سرقسطہ سے نکال کر ''بقیرہ'' پہنچایا اور وہاں ایک مرغزار میں جو ''مرج العرب'' کے نام سے مشہور تھا تہ تیغ کردیا۔ یہ ۲۶۰ھ کا

(۷) سَرَقُسطہ: س اور ر کے فتحہ اور ق کے ضمہ کے ساتھ (معجم البلدان۔ سرقسطہ، تقویم البلدان: ۱۸۰)

(۸) العذری: ۲۱۔۲۵، ۳۰، ۱۸۵، البیان المغرب ۲: ۱۰۵، المغرب ۲: ۴۳۴، الروض المعطار: ۹۶۔۹۸، نفح الطیب ۱: ۱۵۰، ۱۶۱، ۱۶۶، ۲۷۳ و ۴: ۳۶۰، المقتبس (طبع پیرس): ۲۰، معجم البلدان (سرقسطہ) تقویم البلدان: ۱۸۰۔۱۸۱

Toobaa-elibrary.blogspot.com

واقعہ ہے۔ اس کے بعد اس کا بھائی اسماعیل بن موسی اس کا جانشین ہوا جس نے ۲۷۰ھ میں شہر لاردہ کی از سر نو بنیاد رکھی۔ بنو مروان کی فوجوں سے جنگ کا سلسلہ جاری تھا۔ سرقسطہ کے آخری حاکم بنو تجیب تھے یہاں تک کہ امیر المومنین الناصر لدین اللہ (۳۰۰۔۳۵۰ھ) نے اس فتنہ کو فرو کیا اور سرکشوں کی سرکوبی کی اور اندلس کے سارے علاقوں پر قبضہ کیا بنو تجیب نے چونکہ اطاعت قبول کر لی اس لئے امیر المومنین نے سرقسطہ پر ان کی حکومت برقرار رکھی۔ (۹)

(۳)

یہ فتنہ صرف سرقسطہ اور اس کے گرد و پیش ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ اس نے تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی میں اندلس کے سارے علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ لیکن اس کی ہمہ گیری اور ہلاکت آفرینی کے باوجود اندلس کی علمی و ادبی سرگرمیاں اس کے نامبارک سایہ سے محفوظ رہیں۔ اور علمائے اندلس اس عمارت کی تکمیل میں پیش قدمی کرتے رہے جس کی بنیاد ان کے پیشرووں نے رکھی تھی۔ ان کے حلقوں اور مجلسوں میں طلبہ کا ہجوم اور علوم و فنون کا چرچا سابق بدستور تھا۔ ابو القاسم ثابت بن حزم نے اپنے فرزند ارجمند قاسم کی تربیت پر بھرپور توجہ کی اور اپنے زمانہ کے علوم سے بدرجہ اتم بہرہ ور ہونے کے مواقع فراہم کئے۔ یہاں تک کہ ثغر کے مرکز میں جب وہ اپنی تعلیم مکمل کر چکے تو باپ بیٹے دونوں نے حصول علم کے لئے سفر کا عزم کیا اور دوسرے اندلسی علماء کی طرح جن کی مشتاق نگاہیں ہمیشہ چشمۂ خاور کی جانب لگی رہتی تھیں مشرق کا رخ کیا۔

۲۸۸ھ کا واقعہ ہے، باپ یعنی ثابت کی عمر اس وقت ۷۱ سال کے لگ بھگ ہو گی اور بیٹے یعنی ابو محمد قاسم کی عمر ۳۳ سال، باپ بیٹے دونوں نے اگرچہ مختلف

(۹) العذری: ۲۱۔۲۵، ۳۰، ۱۸۵، البیان المغرب ۲: ۹۷، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۳۷۔۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۶۴، ۱۶۹، ۱۸۴۔۱۸۵، المقتبس (طبع پیرس): ۱۶: ۱۷۔۲۰، ۲۱۔۵، ۸۔۸۷، ۱۰۵۔۱۰۶، ۱۲۶۔۱۲۷، ۱۴۰، الروض المعطار: ۱۶۸، نفح الطیب ۱: ۳۵۱، ۳۵۳۔

علوم میں مہارت حاصل کی تھی مگر حدیث اور لغت سے ان کو خاص دلچسپی تھی اور ان دونوں علوم پر انھوں نے زیادہ سے زیادہ توجہ کی تھی اور اب مشرق کا رخ اس عزم کے ساتھ کیا تھا کہ ان دونوں علوم پر عبور اور تبحر کی آخری منزل پر پہنچ کر دم لیں گے۔

سب سے پہلے حج بیت اللہ کے لئے گئے، مکہ مکرمہ مشرق کا رخ کرنے والے ہر اندلسی کا کعبۂ مقصود رہا ہے، مکہ مکرمہ میں وہاں کے جلیل القدر علماء و فضلاء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سماعت و استفادہ کیا۔ ان میں سے چند نام حسب ذیل ہیں: ابو محمد عبد اللہ بن علی بن الجارود (۳۰۷ھ) محمد بن علی بن زید الصائغ (۲۹۱ھ) ابو العباس مکی بن محمد بن احمد، ابو عمران موسی بن ہارون الحمال (۲۱۴۔۲۹۴ھ) ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الحمید سیاری ہروی، محمد بن قاسم بن عبد الرزاق جمحی، قاضی ابو بکر جعفر بن محمد فاریابی (۳۰۱ھ) احمد بن زکریا عابدی، اسحٰق بن احمد خزاعی (۳۰۸ھ) خلف بن عمرو عکبری (۲۹۶ھ) ابراہیم بن سعید بن عثمان بن مسلم بن الولید بن رباح الحذاء المکی۔ (۱۰)

پھر مصر گئے اور مصری علماء کی ایک جماعت سے استفادہ کیا مثلاً: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (۲۲۵۔۳۰۳ھ)، ابو بکر محمد بن جعفر ربعی بغدادی معروف با بن الانام (۳۰۰ھ) محمد بن احمد بن الھیثم تمیمی، ابو سعید عبد الرحمٰن بن سلیمان بن موسی بن مرداس جرجانی، احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری بزار (۲۹۲ھ) احمد بن حمزۃ بن محمد بن ہارون (۱۱) ابراہیم بن حمید بن العلاء کلابزی بصری (۳۱۲ھ یا ۳۱۶ھ) (۱۲)

(۱۰) ابن الفرضی ۱: ۱۱۹، ۴۰۳، معجم البلدان (سرقسطہ) نفح الطیب ۲: ۴۹، الدیباج المذہب: ۱۰۲، مخطوطات ظاہریہ واوقاف، فہرست ابن خیر: ۱۹۱۔۱۹۳، بغیۃ الملتمس: ۴۳۴۔

(۱۱) ابن الفرضی (۱: ۱۱۹) اور انہی کی پیروی میں یاقوت (معجم البلدان۔ سرقسطہ) اور ابن فرحون (الدیباج المذہب: ۱۰۲) نے احمد بن حمزۃ کو قاسم اور ابو قاسم کے کئی شیوخ میں شمار کیا ہے۔

(۱۲) مخطوطات ظاہریہ واوقاف، ابن الفرضی ۱: ۱۱۹، ۴۰۳، معجم البلدان۔ سرقسطہ نفح الطیب ۲: ۴۹۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

اندلس میں جن علماء سے دونوں نے سماعت کی وہ ہیں محمد بن عبدالسلام خشنی (۲۸۶ھ) عبداللہ بن یحیی (۲۹۸ھ) محمد بن الوضاح (۲۸۷ھ) مطرف بن قیس، عبداللہ بن مسرۃ (۲۸۶ھ) محمد بن عبداللہ الغاز (۲۹۶ھ) ابو عثمان سعید بن شمیر (۳۰۱ھ) ابو بکر یحیی بن اصبغ بن خلیل (۳۰۵ھ) (۱۳)

جن علماء سے تنہا ثابت بن حزم نے روایت کی ہے اور ان کے بیٹے قاسم ان کے ساتھ شریک نہیں ہیں وہ یہ ہیں: ابو عبدالرحمٰن بقی بن مخلد (۲۷۶ھ) یحیی بن ابراہیم بن مزین (۲۵۹ھ) محمد بن احمد بن عبدالعزیز عتبی (۲۵۵ھ) (۱۴)

ثغر میں محمد بن سلیمان بن تلید (۲۹۵ھ) ابراہیم بن نصر جہنی سرقسطی (۲۸۷ھ) اور محمد بن ابی النعمان (۱۵) سے دونوں نے سماعت کی اور تنہا ثابت بن حزم نے احمد بن محمد بن عجلان اور یحیی بن محمد بن عجلان سے روایت کی۔ احمد کا شمار امام مالک کے تلامذہ میں ہوتا ہے۔ (۱۶)

ابن الفرضی اور یاقوت کی عبارت سے ایسا متبادر ہوتا ہے کہ قاسم بن ثابت اور ان کے والد ثابت بن حزم نے مشرق کا سفر شروع کرنے سے پہلے اندلسی علماء سے بھی سماعت کی تھی اور ان کے بعض اندلسی شیوخ کی تاریخ وفات سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے۔ (۱۷)

باپ بیٹے دونوں نے چھ سال سفر میں گزارے، بزرگ و جلیل القدر

=الدیباج المذہب: ۱۰۲، بغیۃ الملتمس: ۴۳۴۔

(۱۳) مخطوطات ظاہریہ و او قاف، ابن الفرضی ۱: ۱۱۹، ۲۵۶ و ۲: ۱۸۴، معجم البلدان (سرقسطہ) الدیباج المذہب ۱۰۲، ابن الفرضی (۱: ۲۵۱) نے ذکر کیا ہے کہ قاسم اور ابو القاسم نے عبداللہ بن الغازی بن قیس (۲۳۰ھ) سے روایت و سماعت کی تھی جو غلط ہے۔

(۱۴) مخطوطہ ظاہریہ

(۱۵) مخطوطہ ظاہریہ، ابن الفرضی ۱: ۲۰، ۱۱۹، معجم البلدان (سرقسطہ)

(۱۶) مخطوطۂ ظاہریہ، ابن الفرضی ۱: ۳۴ و ۲: ۱۸۰، الدیباج المذہب: ۳۷، ۳۵۵

(۱۷) ابن الفرضی ۱: ۱۱۹، معجم البلدان (سرقسطہ)

علماء و شیوخ کی خدمت میں حاضری دی، خوب خوب استفادہ کیا اور اپنی علمی تشنگی رفع کی۔ لیکن اس سفر میں ان کی زیادہ تر توجہ حدیث و لغت کو جمع کرنے اور ان دونوں علوم کے ماہرین کی خدمت میں حاضر ہونے پر مرکوز رہی۔ ۲۹۴ھ میں وہ ثغر واپس ہوئے اور علم کا ایک وافر ذخیرہ اندلس لائے۔ کہا جاتا ہے کہ خلیل بن احمد کی کتاب العین کو سب سے پہلے اندلس میں لانے والے یہی باپ بیٹے تھے۔ یہ کتاب دونوں نے مکہ مکرمہ میں نقل کی تھی۔ (۱۸)

(۴)

قاسم نے مکمل یکسوئی کے ساتھ اپنی ساری توجہ علم پر مرکوز رکھی۔ اس یکسوئی میں کوئی چیز خلل انداز نہیں ہو سکتی تھی، مشرق کے سفر اور اس کے دوران مختلف علماء سے روایت، سماعت اور استفادہ نے ان کے علمی و ذہنی افق کو وسیع تر کر دیا تھا، علم و ادب کے زیور سے آراستہ ہونے کے ساتھ ان کی زندگی تقوی، طہارت اور پاکیزگی کا نمونہ تھی۔ دنیاوی لذتوں اور رعنائیوں سے بیزار اور جاہ و منصب کی دلآویزیوں سے ہمیشہ گریزاں رہے۔ اپنے علم کو اقتدار کا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوئے۔ کوشش کی گئی کہ سرقسطہ کا منصب قضا قبول کر لیں مگر انکار کرتے رہے اور جب اصرار کیا گیا اور قریب تھا کہ ان کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے تو فرشتہ موت فرشتہ رحمت بن کر آ گیا۔ اسی مزاج کی وجہ سے وہ خود کو اس عظیم کام کے لئے فارغ کر سکے جسے انھوں نے اپنا نصب العین بنایا تھا، قاسم حدیث و فقہ کے عالم تھے۔ غریب اللغۃ، نحو اور شعر کے علم میں ممتاز تھے۔ روایت کا علم بھی بہت وسیع تھا۔ غریب الحدیث کے موضوع پر ابو عبید اور ابن قتیبہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو یہ خیال پیدا ہوا کہ جس

---

(۱۸) مخطوطات ظاہریہ و او قاف، ابن الفرضی ۱: ۴۰۳، ابن خیر: ۱۹۱، ۱۹۳، طبقات الزبیدی: ۲۸۴، معجم البلدان (سرقسطہ) انباہ الرواۃ ۱: ۲۶۲، المرحر ۱: ۸۳

Toobaa-elibrary.blogspot.com

کام کا آغاز ان بزرگوں نے کیا تھا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائیں اور جو کچھ ان سے چھوٹ گیا ہو اس کا استقصا کریں۔ چنانچہ انھوں نے ''کتاب الدلائل فی شرح الحدیث'' مرتب کی جس میں ان احادیث کی تشریح کی جن کا ذکر ابو عبید اور ابن قتیبہ کی کتابوں میں نہیں تھا۔ (۱۹) اس کتاب کی تالیف و ترتیب نہایت نفیس تھی، یہاں تک کہ اس کتاب کی وجہ سے لوگ اس کے مصنف پر حسد کرنے لگے، بعض معترضین نے یہ شوشہ چھوڑا کہ یہ کتاب قاسم کی بجائے مشرق کے کسی مصنف کا کارنامہ ہے، اور چونکہ قاسم اور ان کے والد ثابت دونوں کا سفر ایک ساتھ ہوا تھا اور علماء سے سماعت اور استفادہ میں بھی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ شریک تھے اس لئے کسی نے یہ خبر اڑائی کہ یہ کتاب دونوں کی مشترک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قاسم کے والد ثابت ''متنوع علوم سے بہرہ ور، حدیث، فقہ، نحو، غریب اور شعر کے بالغ نظر عالم تھے'' اور باپ بیٹے دونوں صاحب کمال اور عابد و پرہیز گار تھے لیکن تذکرہ نگار دونوں کے درمیان موازنہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ''قاسم بن ثابت اپنے والد سے زیادہ وسیع العلم، شریف النفس اور پرہیز گار تھے'' نیز قاسم ہی نے کتاب الدلائل کی تصنیف شروع کی تھی لیکن ابھی مکمل نہیں کر سکے تھے کہ شوال ۳۰۲ھ میں سرقسطہ میں اچانک پیغام اجل آپہنچا، وفات کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال تھی، مخطوطہ او قاف کی روایت میں تمام مآخذ کے برخلاف سن وفات ۳۰۶ھ بیان کیا ہے، قاسم کی وفات کے بعد ان کے والد ثابت نے کتاب الدلائل مکمل کی اور اس کے بعد ایک عرصہ تک زندہ رہے یہاں تک کہ انھوں نے خود کتاب الدلائل

(۱۹) مولف بغیۃ الملتمس: ۲۳۸ نے کتاب الدلائل کے بارے میں لکھا ہے کہ قاسم نے اس کتاب میں وہ حدیثیں ذکر کی ہیں جن کا ذکر ابو عبید اور خطابی نے نہیں کیا تھا۔ موصوف کو غلط فہمی ہوئی۔ کتاب الدلائل خطابی کی کتاب سے پہلے کی تصنیف ہے۔

کا درس دیا اور انہی کے ذریعے اس کی اشاعت ہوئی، ۹۵ سال کے قریب عمر پائی اور رمضان ۳۱۳ھ میں سرقسطہ میں وفات پائی، ایک روایت میں ہے کہ ۳۱۲ھ میں وفات ہوئی۔ (۲۰)

(۵)

اندلس میں کتاب الدلائل کی اشاعت ثابت بن قاسم بن ثابت کی روایت سے ہوئی، ثابت اپنے باپ دادا کے وطن سرقسطہ میں ۲۸۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کے وقت ان کے باپ دادا موجود نہیں تھے اس لئے کہ ۲۸۸ھ ہی میں وہ مشرق کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے، اور جب سفر سے واپس سرقسطہ آئے تو ثابت کی عمر پانچ سال ہو چکی تھی۔ دونوں کی نگرانی میں ثابت کی تعلیم و تربیت ہوئی اور انھوں نے دونوں سے استفادہ کیا۔ ۱۳ سال کے ہوئے تو ۳۰۲ھ میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اب تنہا دادا کا سایہ عاطفت تھا۔ گیارہ سال تک دادا کی شفقت اور توجہ سے نہال و شاداب، اور ان کے دریائے علم سے سیراب و فیضیاب ہوتے رہے۔ جو کتابیں اپنے دادا سے پڑھیں ان میں یہ کتاب الدلائل بھی تھی جو ان کے والد قاسم نے لکھی تھی۔ انھوں نے کتاب الدلائل نہایت تحقیق اور تدبر سے پڑھی۔ اور اس کے بعد وہ کتاب الدلائل کی روایت کرنے لگے: اپنے والد سے اجازت کے طور پر اور اپنے دادا سے اس طور پر کہ انھوں نے کتاب ان سے پڑھی تھی۔ ثابت کی عمر ۲۴ سال کی تھی کہ ان کے دادا بھی راہی ملکِ عدم ہوئے، اب کتاب الدلائل کی روایت کرنے والے تنہا ثابت تھے۔

(۲۰) مخطوطات ظاہریہ و اوقاف، ابن الفرضی ۱: ۴۰۳، ابن خیر: ۱۹۱۔ ۱۹۳، جذوۃ المقتبس: ۱۷۴، بغیۃ الملتمس: ۲۳۸، ۳۳۴۔ ۳۳۵، طبقات الزبیدی: ۲۸۴۔ ۲۸۵، معجم البلدان (سرقسطہ) انباہ الرواۃ: ۱۷۴، الدیباج المذہب: ۱۰۲، تعجب ہے کہ ابن فرحون نے ان کے پوتے ثابت بن عبد اللہ (متوفی ۵۱۴ھ) کے حالات میں کتاب الدلائل کو ان کی تصنیفات میں شمار کیا ہے (الدیباج المذہب: ۱۰۲، الصلۃ ۱: ۱۲۴۔ ۱۲۵)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ثابت بن قاسم نہایت خوشخط تھے اور کتاب الدلائل پر بہت فخر کرتے تھے۔چنانچہ اس کا درس، روایت اور اس کی نقلیں تیار کرنا ہی ان کا مشغلہ تھا، حمیدی کا بیان ہے کہ ثابت نے اپنے والد کی کتاب میں اضافے بھی کیے ہیں۔ ثابت کا انتقال امیر المومنین المستنصر کے دور حکومت میں ۳۵۲ھ میں ہوا۔ سرقسطہ میں تدفین ہوئی، انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔(۲۱)

(۶)

اندلس میں غریب الحدیث کی کتابوں میں کتاب الدلائل کو بلند مقام حاصل ہوا۔ اس لئے کہ اس کے مصنف قاسم بن ثابت نے اس کی تصنیف میں بڑی کاوش اور اہتمام سے کام لیا تھا، لغت کے معانی و شواہد پر عبور، زبان کی نزاکتوں اور باریکیوں کے شعور اور حدیث کی وسیع معلومات اور اس کے مشکل مباحث پر گہری نظر کی وجہ سے اس کام میں انھیں بڑی سہولت ہوئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ب الدلائل میں ایسے لغوی مباحث ملتے ہیں جو غریب الحدیث کے موضوع پر لکھنے والے کسی مصنف کے یہاں نہیں ملتے۔(۲۲) حمیدی کا بیان ہے کہ انھوں نے بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو یہ کتاب ثابت بن قاسم کی جانب منسوب کرتے تھے۔ پھر حمیدی نے اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''شائد اس

(۲۱) ابن الفرضی ۱:۱۲۰، مخطوطات ظاہریہ داو قاف، طبقات الزبیدی: ۲۸۵، جذوۃ المقتبس: ۳۱۲، بغیۃ الملتمس: ۲۴۴، ابن خیر: ۱۹۲، ۱۹۳، معجم البلدان (سرقسطہ) ابن خیر (۱۹۱، ۱۹۲) نے لکھا ہے کہ قاسم کی وفات ثابت کی کمسنی میں ہوئی۔ اس وجہ سے وہ کتاب الدلائل کی سماعت ان سے نہیں کر سکے، البتہ اس کی اجازت انھوں نے دی تھی۔ قاسم کے والد ثابت بن حزم زندہ رہے یہاں تک کہ ان کے پوتے ثابت بن قاسم نے ان سے کتاب الدلائل پڑھی۔ دوسری طرف ابن الفرضی (۱:۱۲۰) کا بیان ہے کہ ثابت نے اپنے والد (قاسم) اور اپنے دادا (ثابت بن حزم) دونوں سے سماعت کی۔ ابن الفرضی اور ابن خیر کی روایتوں میں تطبیق یوں دی جا سکتی ہے کہ ابن الفرضی کی روایت میں سماعت سے مراد کتاب الدلائل کی سماعت نہیں ہے۔

(۲۲) بغیۃ الملتمس: ۲۳۸

کی وجہ یہ ہو کہ انھوں نے اس کتاب کی روایت کی اور کچھ اضافے بھی کیے ورنہ کتاب تو دراصل ان کے والد قاسم بن ثابت کی تصنیف ہے۔ ضبی نے اپنی کتاب میں حمیدی کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ انھوں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو کتاب کی نسبت ثابت بن حزم کی جانب کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ قاسم نے اس کتاب کی روایت اپنے والد سے کی۔(۲۳) یہی وجہ ہے کہ اندلسی کتابوں میں ہم کو اس طرح کی عبارتیں ملتی ہیں: ''ثابت بن قاسم سے کتاب الدلائل کی روایت کی گئی جو ان کے دادا کی تصنیف ہے''۔ (۲۴) بلکہ بعض مصنفین اپنی سہل انگاری کی وجہ سے کہیں قاسم کی جانب منسوب کرتے ہیں اور کہیں ان کے والد ثابت کی جانب (۲۵)

بہر حال صحیح، قابل اعتماد اور راجح روایات سے ہمارے نزدیک جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ کتاب الدلائل کے مصنف قاسم بن ثابت ہیں۔ کتاب کی تکمیل سے پہلے ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے والد ثابت نے اسے مکمل کیا، پھر اس کی روایت ثابت بن قاسم بن ثابت کے ذریعہ ہوئی۔(۲۶)

اہل اندلس نے کتاب الدلائل کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور اس کا مطالعہ اور درس و مذاکرہ بھی ہوتا رہا، ابو علی قالی (۳۵۶ھ) نے جو اپنے دور کے امام لغت تصور کیے جاتے تھے بیان کیا ہے کہ اگرچہ ان کے نزدیک ثابت اس قابل نہیں تھے کہ ان سے کسی کتاب کی روایت کی جائے مگر کتاب الدلائل انھیں اس قدر پسند تھی کہ انھوں نے ثابت سے اس کی روایت کی۔ الحکم المستنصر نے ثابت کو حکم دیا کہ اپنے قلم سے اس کے لئے کتاب الدلائل کی ایک نقل تیار کریں،

(۲۳) جذوۃ المقتبس: ۴:۱۷، بغیۃ الملتمس: ۲۳۸، اصل میں ضبی کی عبارت میں اضطراب ہے۔

(۲۴) الصلۃ ۲:۴۳۱۔

(۲۵) التکملۃ ۱:۲۳۶، ۲:۸۰۰، تلخیص الحبیر ۲:۱۱۸ و ۳:۵۷

(۲۶) جذوۃ المقتبس: ۲۹۹، ابن خیر: ۱۹۱

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ثابت جیسا کہ گذر چکا بہت خوشخط تھے چنانچہ حکم کی تعمیل کی اور حکم کو اس کی روایت کی اجازت بھی دی۔ (۲۷)

کتاب الدلائل کی اہمیت اور اس کے محاسن کے بارے میں ابو علی القالی ہی کا بیان نقل کرنا غالبا نامناسب نہ ہو گا۔ ابو بکر محمد بن الحسین الزبیدی (۳۷۹ھ) مصنف طبقات النحویین واللغویین نے لکھا ہے کہ "میں نے اسماعیل بن قاسم بغدادی (ابو علی القالی) کو کہتے ہوئے سنا کہ: حدیث کی شرح میں (قاسم بن ثابت کی کتاب سے زیادہ مکمل کوئی کتاب اندلس میں تصنیف نہیں کی گئی۔ آپ کے یہاں جو کتابیں لکھی گئیں میں نے ان کا مطالعہ کیا ہے، شرح حدیث میں الخشنی کی کتاب بھی میری نظر سے گذری ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا تو کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی، ایسی ہی عبد الملک بن حبیب کی کتاب بھی ہے" پھر زبیدی نے اپنے استاذ ابو علی قالی کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اگر اسماعیل (قالی) نے یہ کہا ہوتا کہ انھوں نے قاسم کی کتاب سے زیادہ اپنے موضوع پر مکمل کتاب مشرق میں بھی نہیں دیکھی تو میں ان کی بات کی تردید نہ کرتا، البتہ ابو عبید کو اس موضوع پر تقدم کی فضیلت حاصل ہے" (۲۸)

ابو الفضل عباس بن عمرو الوراق نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اسماعیل بن قاسم بغدادی (ابو علی قالی) کو کہتے ہوئے سنا کہ: میں نے کتاب الدلائل نقل کی اور میرے علم میں اندلس میں اس پایہ کی کتاب نہیں لکھی گئی" پھر وراق نے ابو علی قالی کی اس رائے پر تبصرہ کیا کہ قالی نے مشرق کے بارے میں جانبداری سے کام لیا ورنہ اگر وہ یہ کہتے کہ مشرق میں بھی اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تو مبالغہ نہ ہوتا۔ (۲۹)

---

(۲۷) طبقات الزبیدی: ۲۸۵، نفح الطیب ۱: ۳۹۵، مخطوطۂ او قاف۔
(۲۸) طبقات الزبیدی: ۲۸۵، انباہ الرواۃ ۱: ۲۶۲، مخطوطۂ او قاف۔
(۲۹) ابن الفرضی ۱: ۳۴۳، ۴۰۳، معجم البلدان (سرقسطہ)

ابو محمد علی بن احمد بن حزم نے بھی کتاب الدلائل کی تعریف کی اور لکھا: ابو عبید کو کتاب الدلائل کے مصنف پر صرف زمانی تقدم کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے۔ (۳۰)

کتاب الدلائل قاسم بن ثابت کے خاندان میں ایک عزیز ترین میراث کی حیثیت سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی رہی اور اہل خاندان اپنے شہر سرقسطہ میں اس کی روایت کرتے اور اس کا درس دیتے رہے: چنانچہ ثابت بن قاسم کے جانشین سعید بن ثابت ہوئے پھر ان کی جگہ ان کے فرزند ابو اسحٰق ثابت بن سعید بن ثابت بن قاسم نے لی اور اپنے دادا کی تصنیف کی روایت اپنے والد سعید عن ثابت کے واسطہ سے کی۔ ان کے بعد ابو محمد عبد اللہ بن ثابت بن سعید نے اس کتاب کی روایت اپنے والد ثابت عن سعید عن ثابت بن قاسم عن قاسم کے واسطہ سے کی، اس خاندان کے آخری شخص جس نے اس کتاب کی روایت کی وہ قاضی ابو القاسم ثابت بن عبد اللہ تھے، انھوں نے اپنے والد عبد اللہ کی مذکورہ سند سے روایت کی۔ جب ۵۱۲ھ (۳۱) میں ان کے اور ان کے آباء و اجداد کے وطن سرقسطہ پر دشمن کا غلبہ ہو گیا تو انھوں نے اپنے وطن سے ہجرت کی اور ۵۱۴ھ میں قرطبہ میں انتقال کیا، اپنے خاندان اور حسب نسب کے اعتبار سے نمایاں مقام رکھتے تھے۔ (۳۲)

اہل اندلس نے کتاب الدلائل کے اس نسخہ پر اعتماد کیا جو ثابت بن قاسم نے الحکم المستنصر کے لئے لکھا تھا، اسی کی جانب رجوع کرتے، اس سے مقابلہ کرتے یا اس سے مقابلہ کئے ہوئے نسخہ سے مقابلہ کرتے۔ (۳۳)

جن راویوں کے ذریعہ کتاب الدلائل کی اشاعت ہوئی ان میں سب

---

(۳۰) جذوۃ المقتبس: ۳۱۳، بغیۃ الملتمس: ۴۳۴
(۳۱) نفح الطیب ۱: ۴۴۱ و ۴: ۲۷۴ و ۷: ۲۸، معجم البلدان (سرقسطہ)
(۳۲) الصلۃ ۱: ۱۲۴-۱۲۵، التکملہ ۱: ۲۳۶ و ۲: ۸۰۰
(۳۳) مخطوطہ ظاہریہ، التکملہ ۲: ۸۱۶

Toobaa-elibrary.blogspot.com

سے مشہور اور اہم دو شخصیتیں ہیں ایک ابوالفضل عباس بن عمرو بن ہارون الصقلی الوراق الزاہد (۲۹۵۔ ۳۷۹ھ) (۳۴) دوسرے غالب بن عمرالمعروف بابن التیانی، جو قرطبہ کے باشندے اور مشہور ادیب اور امام لغت ابو غالب تمام بن غالب کے والد تھے (۳۵)

اندلس میں کتاب الدلائل بہت مقبول ہوئی۔ محدثین، ائمہ لغت، ادباء، فقہاء غرض سب کا ماخذ اور مرجع تھی ہر حلقہ نے اسے پسند کیا اور کماحقہ اس کی قدر کی۔ اندلس میں کتاب الدلائل کی مقبولیت کا کیا حال تھا اور اہل اندلس کو اس کتاب سے کتنی دلچسپی اور ان کی نگاہ میں اس کی کتنی قدر و منزلت تھی اس کا اندازہ لگانے کے لئے فہرست ابن خیر کے ان صفحات پر ایک نظر ڈالنا کافی ہو گا جو کتاب الدلائل سے متعلق ہیں۔ (۳۶)

قرطبہ کے قاضی اور اس کی جامع مسجد کے امام و خطیب ابوالولید یونس بن عبداللہ بن مغیث (۳۳۸۔ ۴۲۹ھ)۔ جو ابن الصفار کے نام سے مشہور تھے۔ ابوالفضل عباس بن عمرو الوراق سے کتاب الدلائل کی روایت کرنے والے مشہور ترین لوگوں میں سے ایک تھے۔ اور ابن الصفار سے کتاب الدلائل کی روایت کرنے والے مشہور ترین راویوں میں علامہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم ۳۸۴۔ ۴۵۶ھ) تھے۔ حمیدی اندلسی (۴۸۸ھ) نے اپنی کتاب جذوۃ المقتبس میں جو اندلس سے سفر پر روانہ ہونے کے بعد بغداد میں لکھی گئی ہے۔ (۳۷) ابو محمد بن حزم سے

---

(۳۴) ابن الفرضی ۱: ۳۴۳، ۴۰۳، جذوۃ المقتبس: ۲۹۹،۱۷۴، بغیۃ الملتمس ۳۱۷۔ ۴۱۸، ابن خیر: ۱۹۱، ۱۹۲، جمہرۃ ابن حزم: ۷۹، جمہرہ میں عباس بن محمد لکھا ہے، صحیح عباس بن عمرو ہے۔

(۳۵) الصلۃ ۱: ۱۲۲ و ۲: ۴۳۱، ابن خیر: ۱۹۲

(۳۶) ابن خیر: ۱۹۱۔ ۱۹۴

(۳۷) حمیدی نے اندلس سے مشرق کا سفر ۴۴۸ھ میں کیا (جذوۃ المقتبس: ۱۲۸، ۳۴۶، بغیۃ الملتمس: ۱۱۳)

اندلس میں کتاب الدلائل کی خود اپنی سماعت کا ذکر کیا ہے۔ حمیدی کے الفاظ یہ ہیں: ”و اخبرنا ابومحمد (ابن حزم) بکتاب الغریب (الدلائل) کله لفظا بالاسناد المذکور إلی قاسم بن ثابت المصنف له“ (۳۸)

(۷)

اتنی اہم اور عظیم الشان تصنیف ہونے کے باوجود کتاب الدلائل کی خبر اہل مشرق کو بہت تاخیر سے ہو سکی چنانچہ چوتھی صدی ہجری میں مشرق میں خطابی نے غریب الحدیث پر ایک کتاب لکھی جس کا مقصد ابو عبید اور ابن قتیبہ کی کتابوں کا تکملہ تھا۔ اگر خطابی کو کتاب الدلائل کی خبر ہوتی تو انھیں معلوم ہوتا کہ یہ کام ان سے پہلے ہو چکا ہے۔ مشرق میں کتاب الدلائل ایک عرصہ دراز تک گمنام اور غیر معروف رہی، مشرق کے ائمہ لغت اور غریب الحدیث کے مصنفین میں کسی نے بھی اس کتاب سے استفادہ نہیں کیا ہے۔ اہل مشرق کی کتابوں میں کتاب الدلائل کا غالبا پہلا حوالہ ہمیں شہاب الدین عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم جو ابو شامہ مقدسی (۶۶۵ھ) کے نام سے مشہور تھے کی کتاب ”المرشد الوجیز الی علوم تتعلق بالکتاب العزیز“ میں ملتا ہے (۳۹) پھر کتاب الدلائل کے بعض اقتباسات نصب الرایہ لاحادیث الهدایہ مولفہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی (۷۶۲ھ) میں ملتے ہیں۔ (۴۰) اس کے بعد

---

(۳۸) جذوۃ المقتبس: ۲۹۰۔ ۲۹۳، ۲۹۹، ۳۶۲۔ ۳۶۳، الصلۃ ۲: ۳۹۵۔ ۳۹۶، ۶۴۶۔ ۶۴۷، بغیۃ الملتمس: ۴۱۷۔ ۴۱۸، ۴۹۸۔ ۴۹۹، ابن خیر: ۱۹۱، ۱۹۲، جس اسناد کی جانب حمیدی نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے: ”ابن حزم عن ابن مغیث، عن العباس بن عمرو، عن ثابت بن قاسم بن ثابت السرقسطی عن ابیه“ (جذوۃ المقتبس: ۲۹۹)

(۳۹) المرشد الوجیز: ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۳۔

(۴۰) نصب الرایہ ۱: ۲۳۹، ۲۸۶ و ۲: ۱۹۷، ۲۱۸ و ۳: ۱۶۵، ۲۹۷، ۳۴۴، ۳۶۶ و ۴: ۱۵۵، ۲۰۶۔ ۲۰۷، ۴۰۸

Toobaa-elibrary.blogspot.com

متاخرین کی تصنیفات میں اس کتاب کے جابجا حوالے ملتے ہیں۔ چنانچہ حافظ محمد بن ابی بکر ابن ناصر الدین دمشقی (۸۴۲ھ) نے اپنی کتاب التوضیح،(۴۱) اور حافظ شہاب الدین، ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) نے اپنی دونوں کتابوں: تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر،(۴۲) اور الاصابة(۴۳) میں کتاب الدلائل کا ذکر کیا ہے۔

(۸)

مخطوطۂ اوقاف میں قاسم بن ثابت کے جو حالات درج ہیں ان میں - تمام مآخذ کے برخلاف - قاسم کی ایک اور تصنیف ''کتاب الرطب'' (۴۴) کا بھی ذکر ہے جس میں مصنف نے مختلف موضوعات پر متقدمین اور مولدین کے تقریباً چار ہزار قطعات جمع کئے تھے۔ بعد میں امیر المومنین الحکم المستنصر کے غلام محمد بن افلح نے اس کتاب کے سلسلہ میں وہی طریقہ اختیار کیا جو اسحٰق بن ابراہیم موصلی (۲۳۵ھ)(۴۵) نے اپنی کتاب الاغانی کے سلسلہ میں اختیار کیا تھا۔ یعنی جن شعراء کا کلام جمع کیا گیا تھا ان کے نام، تاریخ پیدائش، وطن اور حالات لکھے از ان اشعار کے معانی و مطالب کی تشریح کی۔

---

(۴۱) الاکمال از ابن ماکولا ۱: ۹۳، الاکمال کے مصحح شیخ عبدالرحمٰن یمانی نے صفحہ کے حاشیہ پر التوضیح سے ایک حدیث نقل کی ہے جو قاسم بن ثابت عوفی نے کتاب الدلائل میں ذکر کی ہے۔

(۴۲) تلخیص الحبیر ۲: ۱۱۸ و ۳: ۵۷

(۴۳) الاصابہ ۵: ۵۵ (عیینہ بن حصن کا ترجمہ)

(۴۴) میں نے اسی قراءت کو ترجیح دی ہے ورنہ لفظ کی دوسری شکل بھی ہو سکتی ہے۔

(۴۵) ابو محمد اسحٰق بن ابراہیم موصلی کے حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب الاغانی مولفہ ابوالفرج اصفہانی ۵: ۲۶۸ - ۴۳۵، تاریخ بغداد ۶: ۳۳۸ - ۳۴۵۔

چوتھا باب

کتاب الدلائل کے مخطوطات

Toobaa-elibrary.blogspot.com

دنیا کے مختلف کتب خانوں میں کتاب الدلائل کے تین نسخوں کا سراغ مل سکا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ نسخۂ ظاہریہ

۲۔ نسخۂ رباط

۳۔ نسخۂ استانبول

ان تینوں نسخوں سے کتاب کا حصۂ اول غائب ہے۔ توقع ہے کہ مستقبل میں کتاب کے کچھ دوسرے نسخوں کا انکشاف ہو گا جو ابھی کسی کتب خانہ میں محفوظ ہوں گے تو ان کے ذریعہ کتاب کے موجودہ نقص کی تلافی ہو گی اور کتاب اپنی حقیقی شکل میں سامنے آسکے گی۔

(۱)

نسخہ ظاهرية ،دمشق

کتب خانہ ظاہریہ دمشق کا نسخہ کاغذ کے ۱۸۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ (۱) ان اوراق سے پہلے اسی کاغذ کا ایک اور ورق ہے جس کی پشت پر قدیم مشرقی رسم الخط میں ان صحابہ و تابعین کی ایک فہرست درج ہے جن کی احادیث سے مخطوطہ میں بحث کی گئی ہے۔ سرورق پر جدید خط میں سیاہ روشنائی سے یہ عبارت لکھی ہے:

"هذا الكتاب يعرف بالدلائل لقاسم بن ثابت"

اس تحریر کے نیچے جدید خط میں سرخ روشنائی سے یہ عبارت لکھی ہے:

"كتبه عبدالعزيز الميمنى بخطه سنة ۱۹۳۶"

صفحہ کے زیریں حصہ میں سابق خط سے مختلف سیاہ خط میں یہ تحریر ہے:

"ملك الفقير عبدالكريم بن عمارة"

---

(۱) کتاب کے اوراق پر بائیں جانب اوپر کے گوشوں میں ابھی حال میں میں نے پنسل سے اوراق کے نمبر لگائے ہیں۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

اس باریک بیرونی ورق پر جو مکتبہ ظاہریہ میں کتاب الدلائل کے اندراج کے وقت اس پر لگایا گیا ہے ظاہریہ میں مخطوطوں کے یہ دونوں نمبر ''لغة رقم ٤١، عام ١٥٧٩'' اور کتاب کے قارئین میں سے کسی کا یہ نوٹ ہے:

'' فائدة —من شيوخ المصنف الذين يكثر عنهم :علي وهوابن شعيب بن عدي السمسار ، (٢) وهوثقة''

نیز اس ورق کے نمبر کا حوالہ جس سے مخطوطہ میں تابعین کی احادیث شروع ہوتی ہیں اس طرح درج ہے:

'' ١٠٤/١ حديث التابعين ''

مخطوطہ کے پہلے ورق پر خوبصورت اندلسی رسم الخط میں یہ عبارت ملتی ہے:

''السفر الثانى من كتاب غريب حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم والصحابة والتابعين رحمهم الله ، وماجاء فى ذلک من اللغات والأمثال والمصادر والشاهد.

تاليف : القاسم بن ثابت بن عبدالرحمن (٣)العوفى ،السرقسطى (٤)رحمه الله ''

اس کے نیچے یہ تحریر ہے:

---

(٢) ابو الحسن علی بن شعیب بن عدی بن ہمام السمسار البغدادی۔ امام نسائی کے راویوں میں سے ہیں۔ ٢٥٣ھ میں وفات پائی (تاریخ بغداد ١١: ٤٣٥-٤٣٦، تذکرۃ الحفاظ: ٥٤٨، تہذیب التہذیب ٧: ٣٣١-٣٣٢)

(٣) عبدالرحمن: ثابت بن حزم بن عبدالرحمن کے دادا ہیں۔ دور حاضر میں مخطوطہ کے قارئین میں سے کسی نے (ثابت بن) کے بعد پنسل سے (حزم بن) کا اضافہ کر دیا ہے۔ اسی طرح مالکِ مخطوطہ محمد بن عبدالملک کے نام کے نیچے پنسل ہی سے یہ اضافہ بھی ہے (القاسم بن ثابت: ٢٥٥-٣٠٢)

(٤) ''السرقسطی'' کے اوپر ''صح'' کی علامت ہے۔

''لمحمد بن عبدالملک بن عبدالرحمن بن شهبون(٥)بن قاسم التميمى ،نفعه الله ''

اس کے بعد اس سے مختلف اور خراب خط میں لفظ ''عمریه'' دوبار لکھ گیا ہے، پھر بائیں طرف والے لفظ کو قلمزد کیا گیا ہے اس کے بعد مخطوطہ کے اندلسی رسم الخط میں یہ عبارت ہے:

''لأبي الفتح البستي :(٦)

يقولون: كم تشقى بدرس تديمه   وتمعن فيه دائما كل امعان

فقلت :ذرونى ، إنماأنا كادح   لأكمل ذاتى أو لأجبر نقصا ن[ى]

إذالم يكن نقصان عمرى زيادة   لعلمى فإنى والبهيمة سيان ''(٧)

مندرجہ بالا اشعار کے بعد اندلسی رسم الخط میں ہی یہ عبارت درج ہے:

''أعلى إسناد فى البخارى ، وأقربه عن النبى صلى الله عليه وسلم : (٨)

---

(٥) اس لفظ کا پہلا حصہ تقریبا مکمل مٹ گیا ہے۔ اس لئے اس کا پڑھنا مشکل ہے میں نے اسی صورت کو ترجیح دی ہے۔ اس لفظ کی دو قراءتیں اور بھی ہو سکتی ہیں: مشبون، نسبون۔

(٦) ابو الفتح علی بن محمد بستی، اپنے دور کا مشہور شاعر، انشاپرداز اور تجنیس میں ایک طرز خاص کا موجد تھا۔ سبکتگین اور اس کے فرزند محمود غزنوی کے دربار میں بلند مقام حاصل تھا۔ ٤٠٠ھ میں وفات پائی (حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ وفیات الاعیان ٣: ٣٧٦ (تحقیق ڈاکٹر احسان عباس، الاعلام زرکلی ٥: ١٤٤)

(٧) بُستی کا دیوان ١٢٩٤ھ میں ابراہیم بن علی الاحدب طرابلسی کی تصحیح سے مطبعہ جمعیۃ الفنون، بیروت میں طبع ہوا تھا۔ یہ دیوان ٨٥ صفحات میں ہے۔ دیوان کے عنوان میں شاعر کا نام ''ابو الفتح علی بن الحسین بن عبد العزیز البستی'' لکھا ہے۔ یعنی شاعر کے والد محمد کا نام نہیں ہے۔ لیکن دیوان کے خطبہ میں شاعر اور شاعر کے باپ دونوں کا نام یعنی ''علی بن محمد'' مذکور ہے (ص: ٢) یہ تینوں اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔

(٨) یہ احادیث ''ثلاثیات بخاری'' کے نام سے مشہور ہیں۔ ان سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں امام بخاری اور رسول ﷺ کے درمیان صرف تین راوی ہیں۔ صحیح بخاری میں ثلاثیات کی تعداد ٢٢ ہے جن کو حافظ ابن حجر اور دوسرے علماء نے جمع کیا ہے۔ اور ایک سے زیادہ علماء نے ان کی شرح کی ہے

Toobaa-elibrary.blogspot.com

البخاری عن مکی بن إبراهیم عن یزید بن أبی عبید عن سلمة بن الأکوع عن النبی صلی الله علیه وسلم .

و البخاری عن أبی عاصم النبیل عن یزید أیضاعن سلمة عن النبی صلی الله علیه وسلم .

والبخاری عن محمد بن عبد الله الأنصاری عن حمید عن أنس عن النبی صلی الله علیه وسلم .

والبخاری عن خلاد بن یحیی عن عیسی بن طهمان عن أنس عن النبی صلی الله علیه وسلم .

والبخاری عن عصام بن خالد بن حریز بن عثمان عن عبد الله بن بسر عن النبی صلی الله علیه وسلم "(٩)

=(کشف الظنون ۱: ۵۲۲، الرسالۃ المستطرفۃ: ۹۷، بروکلمان ۳: ۱۷۷ـ ۱۷۸، تاریخ التراث العربی از فؤاد سزکین ۱: ۷ ۳۳ـ ۳۳۸، مجلّہ دعوۃ الحق: ۱۷ / ۵: ۴۲ـ ۴۳)

(۹)- مکی بن ابراہیم، ۲۱۵ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ۱۰: ۲۹۳ـ ۲۹۵)

-ابو خالد یزید بن ابی عبید حجازی سے ۱۴۷ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ۱۱: ۳۴۹)

-سلمہ بن عمرو بن الاکوع اسلمی۔ ۷۴ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ۴: ۱۵۰ـ ۱۵۲، الاصابۃ ۳: ۱۱۸)

-ابو عاصم النبیل: الضحاک بن مخلد شیبانی، بصری۔ متوفی ۲۱۴ھ (تہذیب التہذیب ۴: ۴۵۰ـ ۴۵۳)

-ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن المثنی انصاری، بصری، قاضی، متوفی ۲۱۴ھ (تہذیب التہذیب ۹: ۲۷۴ـ ۲۷۶)

-ابو عبیدہ حمید الطویل ۱۴۳ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ۳: ۳۸ـ ۴۰)

-ابو حمزہ انس بن مالک انصاری مدنی مقیم بصرہ۔ متوفی ۹۳ھ (تہذیب التہذیب ۱: ۳۷۶ـ ۳۷۹)

-ابو محمد خلاد بن یحیی سلمی، کوفی، مکہ میں سکونت اختیار کی، متوفی ۲۱۳ھ (تہذیب التہذیب ۳: ۱۷۴ـ ۱۷۵)

-ابو بکر عیسی بن طہمان بصری، کوفہ میں سکونت اختیار کی ۱۶۰ھ سے قبل وفات پائی (تہذیب التہذیب ۸: ۲۱۵ـ ۲۱۶)

صفحہ کے بالائی حصہ میں قدیم مشرقی رسم الخط میں یہ عبارت درج ہے:

" وقفه والأولى قبله الفقير إلى عفوالله تعالى ورحمته ، على بن سالم بن سلمان الحصنى ، رحمه الله تعالى ، على جميع المسلمين ، وجعله مع كتبه مقرر ابالمدرسة الضيائية بسفح قاسيون ، ظاهر [دمشق] (فمن بدله بعد ماسمعه ، فإنما إثمه على الذين يبدلونه إن الله سميع عليم) (١٠)

صفحہ کے زیریں حصہ میں اسی مشرقی خط میں یہ تحریر ہے : " وقف على بن سالم الحصنى رحمه الله وعفا عنه] ۔ صفحہ کے بائیں جانب حاشیہ پر اسی خط میں ورق کے بالائی حصہ کی طرف اٹھتی ہوئی یہ تحریر ہے :

" وقف على بن سالم بن سلمان الحصنى الفريابى(١١) رحمه الله تعالى " پھر اسی حاشیہ پر جدید خط میں استاذ عزالدین تنوخی کا دستخط اور مکتبہ ظاہریہ میں کتاب کا نمبر: "١٥٧٩" درج ہے۔ صفحہ پر دو مہریں ثبت ہیں۔ ایک کا نقش "المكتبة العمومية بدمشق الشام ١٢٩٧ "(١٢)اور دوسری کا "دار الكتب الظاهرية الأهلية بدمشق "(١٣) ہے۔

پہلے ورق کی پشت پر مخطوطہ یوں شروع ہوتا ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم ،وصلى الله على محمد وعلى أهله .

-ابو اسحق عصام بن خالد حضرمی، حمصی، متوفی ۲۱۴ھ (تہذیب التہذیب ۷: ۱۹۴ـ ۱۹۵)

-حریز بن عثمان رحبی، حمصی، متوفی ۱۶۳ھ (تہذیب التہذیب ۲: ۲۳۷ـ ۲۴۱)

-ابو بسر عبد اللہ بن بسر مازنی، قیسی، حمص میں سکونت اختیار کی، متوفی ۸۸ھ (تہذیب التہذیب ۵: ۱۵۸ـ ۱۵۹) .

(۱۰)- سورہ بقرہ، آیت: ۱۸۱

(۱۱) لفظ پر نقطہ نہیں ہے، ہمارے نزدیک اس لفظ کی یہی قراءت راجح ہے۔

(۱۲) اوراق ۸۸ و ۱۸۰ کے ابتدائی دونوں صفحوں پر بھی یہی مہر ہے۔

(۱۳) ورق ۵ کی پشت پر بھی یہی مہر ہے۔ "اهلیة" کے معنی آج کل "قومی" اور "نیشنل" ہوتے ہیں

Toobaa-elibrary.blogspot.com

حديث على بن أبى طالب رضى الله عنه

قال القاسم بن ثابت : فى حديث على رضى الله عنه أنه قال فى الأضاحى : " لايضر الشاة ماكان من شَطَر ، أو شق بأذنها،أوصَمَع"

حدثناه عبدالله بن على قال -: حدثنامحمدبن يحيى قال : حدثنا عمروبن خالد قال : حدثناابن لهيعة عن عقيل أنه سمع ابن شهاب يخبره عن عطاء بن رباح عن على بن أبى طالب(١٣)وذكر الحديث.

قال أبو زيد(١٥) : إذايبس أحد خلفيها فهى شطور ، وقال غيره:

= کتب خانہ کی نئی مہر کا نقش اب یہ ہے : "دارالکتب الوطنیة الظاهرية . دمشق"

(١٣)- ابومحمدعبد الله بن على بن الجارود نیسابوری . عبد اللہ بن علی کی تصنیفات میں کتاب المنتقى، الجرح والتعديل، الاسماء والكنى،الآحاد فى اسماء الصحابة قابل ذکر ہیں ۔ ٣٠٧ھ میں وفات پائی (تذکرۃ الحفاظ ٣: ٧٩٤-٧٩٥، فہرست ابن خیر : ١٢٢۔ ١٢٣، ٢١١۔ ٢١٢، ٢١٣، ٢١٥) عبد اللہ بن علی سے قاسم بن ثابت اور ان کے والد نے مکہ میں سماعت کی تھی۔

- ابو عبدالله محمد بن يحيى ذهلى، نیسابوری،حافظ. کتاب علل حديث الزهری کے مصنف ہیں۔ ٢٥٨ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ٩: ٥١١۔ ٥١٦۔ العبر از ذہبی ٢: ١٧، فہرست ابن خیر: ٢٠٣)

- ابو خالد عُقیل بن خالد ١٤١ھ میں مصر میں انتقال ہوا (تہذیب التہذیب ٧: ٢٥٥۔ ٢٥٦)

- حافظ ابو بکر محمد بن مسلم ابن شہاب زہری، قریشی، مدنی۔ حجاز و شام کے عالم تھے ١٢٤ھ میں وفات پائی ۔(تہذیب التہذیب ٩: ٤٤٥-٤٥١، حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو زرکلی کی اعلام ٧: ٣١٧)۔

- ابو الحسن عمرو بن خالد بن فروخ تمیمی ، حنظلی ، مقیم مصر ٢٢٩ھ میں مصر میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ٨: ٢٥۔ ٢٦)

- حافظ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن لہیعہ الحضرمی۔ مصر میں حدیث کی کثرت اور ضبط میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ ١٧٤ھ میں وفات ہوئی (تہذیب التہذیب ٥: ٣٧٣۔ ٣٧٩، العبر از ذہبی ١: ٢٦٤۔ ٢٦٥)

- عطاء بن رباح مکی، فقیہ حجاز۔ ١١٤ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ٧: ١٩٩۔ ٢٠٣، العبر ١: ١٤١۔ ١٤٢)

(١٥) ابو زید سعید بن اوس بن ثابت انصاری۔ لغت و نحو کے امام تھے۔ ٢١٥ھ میں انتقال ہوا (حالات کے

شاة شطور، وقد شطرت شطارا. وهو أن يكون أحد طبييهاأطول من الآخر، وإن حلباجميعا، والخلقة كذلك (١٦) سميت حضونا(١٧)۔ وأمافى الإبل فإن الشطور التى يبس منهاخلفان لأن لهاأربعة أخلاف

حدثناابن الهيثم عن داود بن محمد عن يعقوب قال :أنشدالأصمعى

= مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ وفیات الاعیان ٢: ٣٧٨ تحقیق ڈاکٹر احسان عباس، حاشیہ انباہ الرواۃ ٢: ٣٠، الاعلام ٣: ١٤٤۔ معجم المؤلفین ٤: ٢٢٠، نیز ملاحظہ ہو فہرست ابن خیر: ٣٧٠۔ ٣٧١)

(١٦) مخطوطہ میں دونوں الفاظ: "والخلقة كذلك " پر صاد کا سر بنایا گیا ہے۔ امام ابو عمرو عثمان ابن الصلاح اپنی کتاب علوم الحدیث (ص: ١٧٤۔ ١٧٦) میں لکھتے ہیں: "ماہرین فن ہمیشہ "تصحیح" "تضبیب" اور "تمریض" کا اہتمام کرتے ہیں۔ تصحیح یہ ہے کہ کلام پر یا اس کے پاس میں "صح" لکھ دیا جائے۔ ایسا صرف ان مواقع پر کیا جاتا ہے جہاں کلام روایت اور معنی کے اعتبار سے درست ہو البتہ کوئی شک یا اختلاف پایا جاتا ہو ... اور "تضبیب" جسے "تمریض" بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ ایسے الفاظ پر جو روایت کے اعتبار سے صحیح ہوں لیکن لفظاً یا معنیً فاسد، ضعیف یا ناقص ہوں ایک خط کھینچ دیا جائے جس کی ابتدا صاد کی طرح ہو اور خط کشیدہ لفظ سے ملا کر نہ لکھا جائے تا کہ قلمزد کرنے کا گمان نہ ہو . . . رہا یہ سوال کہ اس علامت کو "ضبہ" کیوں کہتے ہیں تو ابو القاسم ابن ابراہیم بن محمد لغوی جو ابن الافلیلی کے نام سے مشہور ہیں کا یہ قول ہم تک پہنچا ہے کہ انھوں نے کہا: "ضبہ" اس لئے کہتے ہیں کہ جس طرح "ضبہ" () سے دروازہ بند ہو جاتا ہے اسی طرح اس علامت سے لفظ بند ہو جاتا ہے اور اس کا پڑھنا دشوار ہوتا ہے" نیز ملاحظہ ہو: جذوۃ المقتبس: ١٤٣، بغیۃ الملتمس: ١٩٩، الالماع از قاضی عیاض: ١٦٦۔ ١٦٩، معجم الادباء ٢: ٥۔ ٦، صاحب لسان العرب نے مادہ (شطر) میں کتاب الدلائل کی عبارت سے ملتی جلتی عبارت لکھی ہے: "وشاة شطور وقد شطَرت و شطُرت شطارا، وهو ان يكون احد طبييها اطول من الآخر، فان حلبا جميعا، و الخلفة كذلك ، سميت حَضونا" "الخلقة" کا لفظ لسان العرب میں تصحیف کا شکار ہوا ہے چنانچہ "ق" کی بجائے "ف" لکھا ہے۔ ابن سیدہ نے المخصص (٧: ١٨٣) میں کتاب الدلائل کی عبارت سے قریب عبارت صاحب العین کی جانب منسوب کی ہے۔ المخصص میں بھی "الخلقة" کے لفظ میں تصحیف ہو گئی ہے۔

(١٧) لسان العرب (حضن) میں ہے: والحضون من الإبل والغنم والنساء: الشطور وهى التى

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(١٨)يذكرأخلاف الناقة :

وجناء ،مقورة الألياط،يحسبها　　من لم يكن قبل راهارأية،جملا(١٩)

حتى يدل عليهاخلق (٢٠) أربعة　　فى لاحق(٢١)لحق الأقراب فانشملا(٢٢)

ويروى :" مقورة الأقراب ".والأقراب : الخواصر ،واحدهاقُرب ،

=أحد خلفيهاأو ثديها أكبرمن الآخر،وقدحضنت حضانا، والحضون من الابل والمعزى:التى قدذهب أحد طبيها ، والاسم : الحضان .

(١٨)ابوالحسن محمد بن احمد بن الهيثم التیمی المصری (تاریخ بغداد ا: ٣٧٠ـ ٣٧١، لسان المیزان ٥: ٦٣ طبقات القراء ابن الجزری ٢: ٩) قاسم بن ثابت اور ان کے والد نے ابن هیثم سے مصر میں سماعت کی تھی۔

- ابو الفوارس داود بن محمد بن صالح مروزی، نحوی۔ مصر گئے اور وہیں انتقال کیا ٢٨٣ھ۔ (طبقات الزبیدی طبع دوم ٢: ٢٠٨، البلغه از فیروز آبادی: ٨٠، بغیة الوعاة: ٢١٠، ٢٤٦، کتاب القلب والابدال۔ مجموعة الکنز اللغوی: ٣

- ابو یوسف یعقوب بن اسحٰق السکیت نحوی، لغوی۔ رجب ٢٤٦ھ میں انتقال کیا (حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ انباه الرواة ٤: ٥٠، الاعلام ٩: ٢٥٥، معجم المؤلفین ١٣: ٢٤٣ـ ٢٤٤)

- ابو سعید عبد الملک بن قریب الاصمعی، راویة العرب، ٢١٦ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ (حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ انباه الرواة ٢: ١٩٧: الاعلام ٤: ٣٠٧ـ ٣٠٨، معجم المؤلفین ٦: ١٨٧ـ ١٨٨، نیز دیکھئے فہرست ابن خیر: ٣٤٧، ٣٧٥)

(١٩)اس لفظ کے اوپر "صح" کی علامت ہے اور بائیں جانب ذرا اوپر کی طرف جہاں صفحہ سادہ ہے لفظ: "ناقہ" لکھ کر اس پر بھی "صح" کا نشان ہے گویا شعر میں دوسری روایت "ناقہ کی ہے۔

(٢٠)اس لفظ پر بھی "صح" کی علامت ہے۔

(٢١)لفظ "لاحق" پر "ضبه" جیسا ایک نشان ہے جس کا خط دائیں جانب موڑا گیا ہے اور دائیں حاشیہ پر لفظ: "لازق" لکھ کر اس کے اوپر "صح" کا نشان بنایا گیا ہے۔ یعنی شعر میں صحیح روایت لفظ: "لازق" کی ہے۔

(٢٢)لسان العرب (ر ای) میں ہے: "أنشد ثعلب:

وجناء، مقورة الأقراب يحسبها (دونوں شعر)

يقال : لأوجعنّ قربيك .والمقورة :الضامرة .خلق أربعة (٢٣) أى أربعة أخلاف ،فى لازق : أى فى ضرع لازق ،وانشمل مثل انشمر،فإن كان يبس منهاثلاثة (أخلاف)فهى ثلوث.

وحدثناالجارودى (عبدالله بن على بن الجارود) قال : حدثنا محمد بن يحيى عن عمروبن خالد قال: الشَطْر:أن تكون ناحية من ضرعها يا بسا ، (٢٤)والأخرى يحلب منهاوالصَمعَ:الصغيرة الأذنين(٢٥)......"

کتاب کا خاتمہ (٧٩ اب) مصنف کی اس عبارت پر ہوتا ہے:

" نا (٢٦) أحمد بن عمروالبزار(٢٧) قال : نايوسف بن موسى قال ناخالد بن يزيد المقرئ،ويعرف بالطبيب قال: نا سندل عن ابن جرير

= خلق أربعة: يعنى ضمور أخلافها،و انشمل: ارتفع كا نشمر، يقول:من لم يرها قبل ظنها جملا لعظمها حتى يدل عليها ضمور أخلافها، فيعلم حينئذ أنها ناقة ، لأن الجمل ليس له خلف"

(٢٣)لفظ "اربعة" کے اوپر "صح" کی علامت ہے۔

(٢٤)غالبا صحیح "يابسة" ہے

(٢٥)اس لفظ کے اوپر "صغز" لکھا ہے۔

(٢٦) کاتبین حدیث عام طور پر "حدثنا" اور "أخبرنا" میں رموز پر اکتفا کرتے ہیں۔ چنانچہ "حدثنا" کے لئے: (نا) یا (ثنا) یا (دثنا) اور "اخبرنا" کے لئے: (أنا) یا (أرنا) لکھتے ہیں۔ حدثنا اور أخبرنا کے اطلاق میں حفاظ راویوں کے درمیان اختلاف ہے (علوم الحدیث از ابن الصلاح: ١١٨ـ ١١٩، ١٨٠ـ ١٨١، الالماع: ١٣٢ـ ١٣٤، صحیح مسلم شرح نووی ١: ٢١ـ ٢٢، ٣٨، فہرست ابن خیر: ٢١ـ ٢٢) مخطوطہ کے کاتب نے "حدثنا" کے لئے "نا" اور "أخبرنا" کے لئے "أرنا" کا انتخاب کیا ہے۔

(٢٧)لفظ کے اوپر "صح" کا نشان ہے۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

عن عبدالله بن محمد بن (٢٨) عقیل عن جابربن عبد الله (٢٩)عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ألا، عسی احد کم أن یتخذ الصبة من الغنم فلایأتی الجمعة ثلاثا فیطبع علی قالبه"

(قال أبوزید [الانصاری] : الفزرمن ١ لضأن : مابین العشرالی الأربعین ،والصبة من المعز مثل ذلک، فجعل الصبة فی المعزخاصة . قال أبوعلی البغدادی :(٣٠)تکون فی الناس والإبل وغیرهم)(٣١)

(٢٨) ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بصری بزار، بزار کی مشہور تصنیف "المسند فی حدیث النبی ﷺ بعلله والکلام علیه" ہے جو پچاس سے زائد اجزاء میں ہے۔ اس کے علاوہ کتاب الاشربۃ اور تحریم المسکر بھی بزار کی تصنیف ہیں ۲۹۲ھ میں وفات پائی (تاریخ بغداد ۴: ۳۳۴، الاکمال از ابن ماکولا ۱: ۳۲۵، تذکرۃ الحفاظ: ۶۵۳، العبر ۲: ۹۲، الوافی بالوفیات ۷: ۲۶۸، المنتظم ۶: ۵۰، شذرات الذہب ۲: ۲۰۹، فہرست ابن خیر: ۱۳۸۔۱۳۹، ۲۶۲) قاسم بن ثابت اور ان کے والد نے بزار سے مصر میں سماعت کی تھی۔

-ابویعقوب یوسف بن موسی کوفی۔ متوفی صفر ۲۵۳ھ (تہذیب التہذیب ۱۱: ۴۲۵)

-ابوالہیثم خالد بن یزید بن زیاد اسدی، کاہلی، طبیب، کحال، مقرئ، کوفی۔ متوفی ۲۱۵ھ (تہذیب التہذیب ۳: ۱۲۵، طبقات القراء از ابن الجزری ۱: ۲۶۹۔۲۷۰)

-ابوعبداللہ سندل بن علی غزی کوفی۔ متوفی ۱۶۷ھ (تہذیب التہذیب ۱۰: ۲۹۸۔۲۹۹، طبقات ابن سعد ۶: ۳۸۱، میزان الاعتدال ۴: ۱۸۰)

-ابن جریر کے متعلق معلوم نہ ہو سکا کہ کون ہیں۔

-ابومحمد عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب ہاشمی، مدنی۔ ۱۴۰ھ کے بعد انتقال ہوا (تہذیب التہذیب ۶: ۱۳۔۱۵)

(٢٩) ابوعبداللہ جابر بن عبداللہ خزرجی، متوفی ۷۷ھ (تہذیب التہذیب ۲: ۴۲۔۴۳)

(٣٠) ابوعلی اسماعیل بن القاسم قالی، بغدادی، لغت کے اکابر ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ بغداد سے اندلس کا سفر کیا اور ۳۳۰ھ میں قرطبہ پہنچے۔ ۳۵۶ھ میں اندلس میں وفات پائی (حالات کے ماخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ انباہ الرواۃ ۱: ۲۰۴، کتاب الاعلام ۱: ۳۱۹۔۳۲۰، ۱۰: ۴۱، المستدرک الثانی: ۴۱ معجم المؤلفین: ۲: ۲۸۶۔۲۸۷، نیز دیکھئے فہرست ابن خیر: ۳۹۵۔۴۰۰)

(٣١) قوسین کی عبارت قاسم بن ثابت کی نہیں ہے۔ چنانچہ اصل متن سے ممتاز کرنے کے لئے اس

اس کے بعد یہ عبارت درج ہے:

" تم کتاب جمیع الدلائل ،والحمد لله کثیرا علی عونه ،وصلی الله علی محمد نبیه ،وعلی أهله وسلم،وکان تمامه بمدینة قرطبة فی شهر جمادی الأولی الذی من عام تسعة وتسعین وأربعماۃ ، قرات جمیعه علی الفقیه الوزیرأبی جعفر بن عبدالعزیز"

صفحہ کے دائیں حاشیہ پر گزشتہ حدیث کے مقابل میں طول میں نیچے کی جانب کو یہ چار چھوٹی چھوٹی سطریں ہیں:

هذاالحدیث لیس عندالفقیه أبی علی [الغسانی]رحمه الله [سیاہ روشنائی میں دو چھوٹی سطریں]ولاعندالفقیه أبی الولید وهذا بلغ سماعی له علیه والحمدلله "[سرخ روشنائی میں دو چھوٹی سطریں]

اسی سے ملے ہوئے ورق ۱۸۰ کے پہلے صفحہ پر یہ عبارت ہے:

"کتبت جمیعه من کتاب قوبل بکتاب ثابت بن قاسم بن ثابت بن حزم العوفی السرقسطی الذی بخطه ،وکان کتبه للحکم أمیر المؤمنین ،من الکتاب الذی عمل فیه أبوه قاسم بن ثابت"

اس عبارت کے بعد قاسم بن ثابت اور ان کے والد ثابت کے حالات

= سے باریک تر خط میں لکھی گئی ہے۔ اسی لئے اس میں روایت ابو علی بغدادی سے نقل کی گئی ہے۔ ابو علی کا انتقال ۳۵۶ھ میں یعنی قاسم بن ثابت کے ۵۴ سال بعد ہوا ہے، یہ حاشیہ ان بہت سے قیمتی حواشی میں سے ایک ہے جن سے مخطوطہ کو مزین کیا گیا ہے، اور جو ثقہ اور مستند علماء سے منقول ہیں، اور جن کا مقصد توضیح و تشریح، استدراک و تکمیل یا تصحیح و تنبیہ ہے۔ یہ بے شمار و بیش قیمت افادات عام طور پر کتاب کے حواشی میں درج کئے گئے ہیں۔ لیکن بعض اوقات اگر صفحہ کے درمیان بیاض ہے تو اس میں بھی درج کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ آپ یہاں دیکھ رہے ہیں۔ ان میں بعض حواشی سیاہ اور بعض سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں اسی طرح بعض دوسرے حواشی میں ابتداً سرخ روشنائی سے کی گئی ہے اور عملاً مخطوطہ میں مستعمل سیاہ روشنائی سے لکھا گیا ہے۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ثابت بن قاسم کی روایت سے نقل کئے گئے ہیں۔ پھر ان کے نسب کی تحقیق کے سلسلہ میں الحکم المستنصر کا واقعہ لکھا ہے۔ یہ حالات زندگی صفحہ ۱۸۰ کے نصف پر ثابت بن قاسم کی وفات کے ذکر پر ختم ہوتے ہیں جو ان کے فرزند سعید سے منقول ہے۔

ورق ۱۸۰ کی پشت پر آخری عبارت یہ درج ذیل حاشیہ ہے:

"وقوله فی حدیث وکیع (۳۲) فی آخر هذاالسفر (۳۳): وسئل عن الرجل یقتل بعصا،فقال : لیس یقتل إلابحدیدة أو بعصا، یقتله فی مکانه ذلک بکذین (۳۴) قصار. معنی قوله : أوبعصا، معناه أنه یقتله بمثل مرزبة القصار (۳۵) ولایطول علیه کالذی فعل هو"

(۳۲) حافظ ابو سفیان وکیع بن الجراح رؤاسی، کوفی ۱۹۶ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب ۱۱: ۱۲۳-۱۳۱)

(۳۳) وکیع کی مذکورہ حدیث کتاب الدلائل ورق ۱۷۷ کے پہلے صفحہ پر اس طرح ہے: "وسئل عن الرجل یقتل بعصا ، قال : لیس یقتل الابحدیدة أو بعصا ، یقتله فی مکانه ذلک بکذین قصار أوشبهه"

(۳۴) کتاب الدلائل (۱۷۷الف) میں ہے: "قال عبد اللہ بن علی (بن الجارود): کذین: فارسیة عربت۔ قال غیرہ: وهو المرزبة "لفظ" کذین "پر جو وکیع کی حدیث میں آیا ہے مخطوطہ میں دو حاشیے ہیں: ایک دائیں طرف جس میں "کذین" کو ضبط کرنے کے لئے "مخفف عنده" لکھا ہے، اور بائیں جانب درج ذیل حاشیہ ہے: "والمعروف کذنیة، والجمع کذین بالتخفیف، أنشد أبو تمام فی الحماسة (شرح المرزوقی ۴:۱۸۷۵):

قامة الفصعل الصغیر، وکف خنصراها کذینتا قصار"

جوالیقی نے "المعرب": ۲۹۴ میں لکھا ہے: "والکذیذق: الذی یدق به القصار، لیس بعربی وهو الذی تدعوه العامة کوذینا"۔ تکملة اصلاح ما تغلط فیه العامة: ۳۷ میں ہے: "ویقولون لمدق القصار: الکوذین، والکلام: الکذیذق، قال الشاعر: (مذکورہ بالا شعر "کذینتا قصار" کی روایت سے) نیز ملاحظہ ہو: لسان العرب (کذنق)، شفاء الغلیل از خفاجی: ۲۲۳۔

(۳۵) "المرزبة" میم مکسور اور بائے مخفف کے ساتھ۔ اور "الارزبة" ہمزہ مکسور اور بائے مشدد کے ساتھ لوہار کا بڑا ہتھوڑا۔ "القصار" جو کپڑے کو "قصرہ" سے کوٹتا ہے (دھوبی) قصرہ: لکڑی کا ایک

"تمثلت عائشة رضی اللہ عنهابعد وفاة النبی:

قدکنت لی جبلاألوذ بظله فترکتنی أمشی باجرد ضاح
قدکنت ذات حمیة ماعشت لی أمشی البراز، وکنت أنت جناحی
فالیوم أخضع للذلیل،وأتقی منه، وأدفع ظالمی بالراح
وإذادعت قمریة شجنالها یوماعلی فنن، دعوت صباح(ی)
وأغض من بصری وأعلم أنه قد [-دبان حدّ فوارسی ورماحی] (۳۶)

مخطوطہ کی سرگذشت

اس مخطوطہ کی مکمل سرگذشت ہمیں معلوم نہیں ہو سکی۔ اور اس میں بڑا دخل اس کے حصہ اول کے ضائع ہو جانے کا ہے اس لئے کہ اس کے کھو جانے کی وجہ سے ان راویوں کی سندیں ضائع ہو گئیں جنھوں نے اس کتاب کی روایت کی اور ایک دوسرے سے اسکو نقل کیا نیز متن کتاب پر جو تعلیقات وحواشی ہیں ان میں ناموں کے لئے جو رموز استعمال کئے گئے ہیں ان کی تعیین مشکل ہو گئی۔ بہر حال مختلف اقتباسات کی مدد سے اس مخطوطہ کی جو داستان ہم مرتب کر سکے وہ یہاں پیش کرتے ہیں۔

یہ مخطوطہ (۴۹۹ھ) (۳۷) میں قرطبہ میں دو حصوں میں لکھا گیا اور اس نسخہ سے منقول ہے جسے ثابت بن قاسم بن ثابت نے امیر المومنین الحکم المستنصر کے لئے اپنے دلکش اور خوبصورت خط میں اپنے والد قاسم بن ثابت

= ٹکڑا ہوتا ہے پیشہ کو "قصارة" کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو لسان العرب (رزب، قصر)

(۳۶) یہ اشعار حماسۂ ابی تمام میں ہیں۔ ملاحظہ ہو: شرح المرزوقی ۲: ۹۰۹-۹۱۲۔ نیز امالی القالی ۲: ۱-۲، التنبیہ از ابو عبید البکری ۸۷، سمط اللآلی ۲: ۴۲۶-۴۲۷۔

(۳۷) اندلس اس دور میں مرابطین کے زیر نگیں تھا اور یوسف بن تاشفین کی حکومت قائم ہو چکی تھی جس نے ملوک الطوائف کو ختم کر کے "عدوتین" پر قبضہ کر لیا تھا۔ یوسف بن تاشفین کا انتقال ۵۰۰ھ میں ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا علی بن یوسف (۵۰۰-۵۳۷ھ) جانشین ہوا۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

مولف کتاب کے اصل مسودہ سے نقل کر کے لکھا تھا(۳۸) پھر کاتب نے پوری کتاب فقیہ و وزیر ابو جعفر احمد بن محمد بن عبدالعزیز لخمی (۳۹)(۴۵۸۔۵۳۳ھ) کو پڑھ کر سنائی۔ ابو جعفر کا شمار اکابر راویوں میں ہوتا ہے، اشبیلیہ میں زندگی گذاری۔ اپنے دور کے شیوخ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر ابو علی حسین بن محمد غسانی کی صحبت اختیار کی اور ان کے علم کا بڑا حصہ اخذ کر لیا۔ ابو علی ان کے علم اور ذہانت کو سراہتے تھے۔(۴۰) ابو جعفر نے اپنے استاذ ابو علی غسانی کے تین ممتاز شیوخ سے بھی استفادہ کیا: ابو الحجاج الاعلم (۴۱)(۴۱۰۔۴۷۶ھ) ابو مروان بن سراج اور ابو بکر مصحفی (۴۲)(۳۹۳۔۴۸۱ھ)

حدیث، اور رجال حدیث کا علم رکھنے کے ساتھ ساتھ ابو جعفر لخمی لغت، ادب، اخبار اور ایام الناس کے علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کے مشہور ترین شاگردوں میں چند نام یہ ہیں: ابو القاسم خلف بن عبدالملک ابن بشکوال (۴۳)(۴۹۴۔۵۷۸ھ) مصنف کتاب الصلۃ۔ ابن بشکوال نے ابو جعفر

---

(۳۸) مخطوط کتاب الدلائل (۱۸۰ الف)

(۳۹) ابو جعفر کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب الصلۃ ۱: ۸۲۔۸۳، بغیۃ الملتمس: ۱۵۵

(۴۰) اس موقع پر "یرفع بذکرہ" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جس پر مضمون نگار نے یہ حاشیہ لکھا ہے (مترجم): یہ اہل اندلس کا محاورہ ہے (الصلۃ ۱: ۸۲، ۳۲۸)

(۴۱) ابو الحجاج یوسف بن سلیمان نحوی۔ "الاعلم" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ شنتریۃ الغرب کے رہنے والے تھے۔ لغت، عربیت اور معانی الشعر کے امام تھے۔ اشعار سے خصوصی دلچسپی تھی اور ان کے "ضبط" میں مہارت رکھتے تھے (الصلۃ ۲: ۶۴۳۔۶۴۴، حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ انباہ الرواۃ: ۴: ۵۹۔۶۰، الاعلام ۹: ۳۰۸، المستدرک الثانی: ۲۶۴، معجم المؤلفین ۱۳: ۳۰۲۔۳۰۳)

(۴۲) ابو بکر محمد بن ہشام مصحفی۔ ادب کے محقق اور دلدادہ تھے۔ پوری عمر ادب کی تحصیل میں گذاردی۔ ابو العلاء صاعد لغوی سے ابن حجاج اور ابن سکرہ کے دیوان پڑھے (الصلۃ ۲: ۵۲۶۔۵۲۷، بغیۃ الملتمس: ۱۳۰، فہرست ابن خیر ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۲۹، ۴۳۰)

(۴۳) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: معجم ابن الابار: ۸۲۔۸۵، التکملہ ۱: ۳۰۴۔۳۰۷، وفیات الاعیان ۲:

کی مجلسوں میں شرکت کی اور ان سے استفادہ کیا۔(۴۴) ابو بکر محمد بن خیر بن خلیفۃ الاشبیلی (۴۵)(۵۰۲۔۵۷۵ھ) ابن خیر نے ابو جعفر سے اپنی مرویات اپنی فہرست میں درج کی ہیں اور ان کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں: "الشیخ الفقیہ المشاور المحدث" (۴۶) ابن خیر نے اپنے استاذ سے جن کتابوں کی روایت کی ان میں ایک قاسم بن ثابت کی کتاب الدلائل بھی تھی۔(۴۷)

آیئے اب تراجم اور "برامج" خاص طور سے فہرست ابن خیر کا مطالعہ کریں ممکن ہے بعض ایسی سندوں کا سراغ لگ سکے جن سے ابو جعفر لخمی نے کتاب الدلائل کی روایت کی ہے۔

ابن خیر نے اپنی فہرست میں لکھا ہے (۴۸) کہ ابو جعفر نے کتاب الدلائل کی روایت اپنے شیخ ابو علی غسانی جیانی: حسین بن محمد (۴۹)

=۲۴۰۔۲۴۱، تذکرۃ الحفاظ ۴: ۱۳۳۹۔۱۳۴۱، العبر ۴: ۲۳۴، الدیباج المذہب: ۱۱۴، الاعلام ۲: ۳۵۹، ۱۰: ۸۳، المستدرک الثانی: ۷۵۔۷۶، اعلام العرب از دجیلی ۱: ۳۰۴۔۳۰۵، معجم المؤلفین ۴: ۱۰۵۔۱۰۶

(۴۴) الصلۃ ۱: ۸۳

(۴۵) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: التکملہ ۲: ۵۲۳۔۵۲۵، بغیۃ الملتمس: ۶۵، معرفۃ القراء الکبار از ذہبی: ۲: ۴۴۵، تذکرۃ الحفاظ ۴: ۱۳۶۶، العبر ۴: ۲۲۵، الوافی بالوفیات ۳: ۵۱، طبقات القراء ۲: ۱۳۹، بغیۃ الوعاۃ: ۴۱، طبقات النحاۃ واللغویین از ابن قاضی شہبہ: ۱۱۲، الاعلام ۶: ۳۵۶، المستدرک الثانی: ۱۹۳، معجم المؤلفین ۹: ۳۹۴۔

(۴۶) فہرست ابن خیر: ۹۷، ۱۱۲، ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۳۔۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۱۳، ۲۱۹، ۲۳۹، ۲۶۱، ۲۶۹، ۲۷۳، ۲۸۲، ۲۸۴، ۳۵۸۔

(۴۷) فہرست ابن خیر: ۱۹۲

(۴۸) فہرست ابن خیر: ۱۹۲

(۴۹) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: الصلۃ ۱: ۱۴۱۔۱۴۳، بغیۃ الملتمس: ۲۴۹، معجم ابن الابار: ۷۷۔۸۰، فہرست ابن خیر: ۱۰۲، ۱۰۳۔۱۰۴، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۹۸۔۱۹۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۳۳۵۔۳۳۶، ۴۲۵، ۴۴۸، الذیل والتکملہ ۴: ۶۱، وفیات الاعیان ۲: ۱۸۰، الالماع: ۱۹۲۔۱۹۳، تذکرۃ الحفاظ: ۴: ۱۲۳۳،

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(۴۲۷-۴۹۸ھ) سے کی۔ ابو علی علم اور وسعت روایت کے اعتبار سے اپنے دور کے اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ حدیث، کتب حدیث اور حدیث کی روایت اور ضبط پر توجہ دی۔ لغت، اعراب، شعر اور انساب پر نظر تھی۔ اتنے علوم کا جامع ان کے دور میں کوئی اور نہ تھا۔ اس لئے طالبان علم ان کا قصد کرتے اور روایت میں ان پر اعتماد کرتے، قاسم بن ثابت سرقسطی کی کتاب الدلائل بھی ان کتابوں میں سے ایک تھی جن پر ابو علی غسانی نے توجہ کی اور توثیق و تحقیق کی غرض سے متعدد طرق سے اس کی روایت کی:

۱۔ ابو جعفر نے کتاب الدلائل ذی قعدہ (۵۰) ۴۶۷ھ میں ابو مروان عبد الملک بن سراج (۵۱) (۴۰۰-۴۸۹ھ) سے پڑھی جن کی شخصیت ایک امام

=العبر ۳: ۲۵۱، ازہار الریاض ۳: ۱۴۹-۱۵۱، الدیباج المذہب: ۱۰۵، الاعلام ۲: ۱۷۹، ۱۰: ۲۶، المستدرک الثانی: ۶۹، معجم المؤلفین ۴: ۴۴-۴۵۔

(۵۰) فہرست ابن خیر: ۱۹۲، ابن خیر نے ۴۶۷ھ کی بجائے ۴۹۶ھ لکھا ہے جو نا قابل فہم ہے۔ اس لئے کہ ابو مروان بن سراج کی وفات ۴۸۹ھ میں ہوئی۔ ہمارے نزدیک یہ "ست و سبعین" کی تصحیف ہے۔ "سبعین" اور "تسعین" میں کاتبوں کے یہاں عام طور پر تصحیف ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض غیر معمولی احتیاط کرنے والے علماء مثلاً ابن قاضی شہبہ نے طبقات النحاۃ واللغویین میں اسی اندیشہ سے "سبعین" کو ضبط کرنے کے لئے "بتقدیم السین علی الباء الموحدہ" اور "تسعین" کو متعین کرنے کے لئے "بتقدیم التاء" لکھنے کا التزام کیا ہے۔

(۵۱) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: الصلۃ ۱: ۳۴۶-۳۴۷، بغیۃ الملتمس: ۳۶۷-۳۶۸، العبر ۳: ۳۲۵، بغیۃ الوعاۃ: ۳۱۲، المغرب ۱: ۱۱۵-۱۱۶، الذخیرۃ ۱/ ۲: ۳۰۷-۳۰۸، قلائد العقیان: ۱۹۰-۱۹۱، خریدۃ القصر (طبع الدار التونسیۃ) ۳: ۴۷۴-۴۷۵، الدیباج المذہب: ۱۵۷، انباہ الرواۃ ۲: ۲۰۷-۲۰۸، الاعلام ۴: ۳۰۴

ابن خیر نے اپنی فہرست میں چند کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں جن کی روایت ابو علی غسانی نے اپنے شیخ ابو مروان عبد الملک بن سراج سے کی تھی (فہرست ابن خیر: ۱۸۸، ۲۳۳، ۲۳۹-۲۴۰، ۲۷۸-۲۷۹، ۲۹۷-۲۹۸، ۳۹۹-۴۰۰) غسانی نے شوال ۴۹۴ھ میں ابو سلیمان احمد بن محمد خطابی کی شرح غریب الحدیث بھی ابن سراج کی روایت سے پڑھائی (فہرست ابن خیر: ۱۹۰) ابن خیر نے اپنے شیخ ابن مکی سے

لغت کی حیثیت سے اندلس میں مسلم تھی۔ ابو مروان بن سراج کی مجلس میں شیخ ابو الحسن یونس بن محمد بن مغیث (۵۲) (۴۴۷-۵۳۲ھ) نے بھی شرکت کی اور ابو علی غسانی کی قراءت سے کتاب الدلائل کی سماعت کی۔ ابو مروان عبد الملک بن سراج نے - جیسا کہ ابو الولید احمد بن عبد اللہ بن طریف (۵۳) (۴۳۲-۵۲۰ھ) نے بجا طور پر ان کے بارے میں لکھا ہے۔ "بہت سی ان مشہور اور اہم کتابوں کو زندہ کیا جن کو کم سواد اور غیر محتاط راویوں نے مسخ کر کے رکھ دیا تھا، اور ان کے مصنفین و مرتبین کی فرو گذاشتوں اور لغزشوں پر استدراک کیا، مثلاً ابو علی قالی کی کتاب البارع، خطابی اور قاسم بن ثابت سرقسطی کی شرح غریب الحدیث، ابن قتیبہ کی کتاب ابیات المعانی اور ابو حنیفہ دینوری کی کتاب النبات وغیرہ" (۵۴)

ابو مروان نے کتاب الدلائل کی روایت قرطبہ کے قاضی اور خطیب و امام جامع مسجد قاضی ابو الولید یونس بن عبد اللہ بن مغیث (۵۵) (۳۳۸-۴۲۹ھ)

=ابن سراج کی فہرست اور ان کی تصنیفات کی روایت کی ہے (فہرست ان خیر: ۴۳۲-۴۴۹)

(۵۲) فہرست ابن خیر: ۱۹۲، ابو الحسن کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: الصلۃ ۲: ۶۴۹-۶۵۰، بغیۃ الملتمس: ۴۹۹ معجم اصحاب القاضی ابو علی الصدفی از ابن الابار: ۳۱۹-۳۲۱، العبر ۴: ۹۰، بغیۃ الوعاۃ: ۴۲۶، ابو الحسن قاضی عیاض کے شیوخ میں سے ہیں (ازہار الریاض ۳: ۱۶۱)

(۵۳) ابو الولید بن طریف ایک خوشحال و سر بر آوردہ، ادیب، نحوی، لغوی، انشا پرداز اور کثیر الروایہ تھے۔ ابو القاسم ابن بشکوال مصنف "الصلۃ" نے ان سے استفادہ کیا، اور ابن خیر نے ان کی فہرست کی ان سے بطور اجازت روایت کی۔ (الصلۃ ۱: ۷۹-۸۰، بغیۃ الملتمس: ۱۷۵، فہرست ابن خیر: ۴۲۷، ۴۵۷)

(۵۴) الذخیرۃ ۱/ ۲: ۳۰۹۔

(۵۵) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: جذوۃ المقتبس: ۳۶۲، بغیۃ الملتمس: ۴۹۸، الصلۃ ۲: ۶۴۶-۶۴۷، المغرب ۱: ۱۵۹، المرقبۃ العلیا از نباہی: ۹۵-۹۶، النجوم الزاہرۃ ۵: ۲۹، شذرات الذہب ۳: ۲۴۴، العبر ۳: ۱۶۹، الدیباج المذہب: ۳۶۰-۳۶۱، الاعلام ۹: ۳۴۵-۳۴۶، نیز دیکھئے فہرست ابن خیر: ۲۸۷-۴۳۱

Toobaa-elibrary.blogspot.com

سے کی، انھوں نے ابوالفضل عباس بن عمرو الصقلی الوراق الزاہد سے اور انھوں نے ثابت بن قاسم بن ثابت سے۔ (۵۶)

۲۔ ابو جعفر کو کتاب الدلائل کی روایت کی اجازت قاضی ابو عمر احمد بن محمد بن الحذاء التمیمی (۵۷) (۳۸۰۔۴۶۷ھ) نے اس سند سے دی: عن ابی المطرف عبدالرحمن بن محمد بن عیسی بن فطیس القاضی (۵۸) (۳۴۸۔۴۰۲ھ) عن ابی الفضل عباس بن عمرو الصقلی الزاهد عن ثابت بن قاسم بن ثابت عن أبی قاسم بن ثابت إجازة وعن جده ثابت قراءة منه علیه (۵۹)

۳۔ ابو جعفر نے کتاب الدلائل کی روایت ''حدثنا'' کے لفظ سے ابو محمد عبداللہ محمد بن غالب بن محسن اور ابو مروان عبدالملک بن عبدالعزیز الطبنی (۶۰)

=اور ہمارے اس مقالہ کا باب سوم صفحہ ۸۹۔

(۵۶) فہرست ابن خیر: ۱۹۱ نیز اس مقالہ کا حوالۂ سابق

(۵۷) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: بغیۃ الملتمس: ۱۵۲، الصلۃ ۱: ۶۵۔۶۶، فہرست ابن خیر: ۴۳۵، ابن خیر نے اپنی فہرست میں کچھ کتابوں کے نام گنائے ہیں جن کی روایت ابو علی غسانی نے ابو عمر احمد بن محمد بن الحذاء سے کی: (فہرست ابن خیر: ۲۴، ۴۴۔۴۵، ۵۵، ۸۵، ۸۸، ۹۵، ۱۰۶، ۱۱۳، ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۴۴، ۱۸۸، ۲۰۶، ۲۳۳، ۲۵۱، ۲۶۸، ۲۶۹، ۳۹۰) ابو علی نے اپنے شیخ ابو عمر سے ۴۵۷ھ میں صحیح مسلم اور ۴۶۳ھ میں ایک جزء پڑھا جس میں رجال عبداللہ بن وہب کے نام تھے (فہرست ابن خیر: ۱۰۱، ۲۲۳) ابن خیر نے اپنے شیخ ابن مغیث سے قاضی ابو عمر کی فہرست کی روایت کی تھی (فہرست ابن خیر: ۴۳۵)

(۵۸) حالات کے لئے دیکھئے: الصلۃ ۱: ۲۹۷۔۳۰۰، بغیۃ الملتمس: ۳۴۳، المرقبۃ العلیا: ۸۷۔۸۸

(۵۹) فہرست ابن خیر: ۱۹۱۔۱۹۲

(۶۰) فہرست ابن خیر (طبع ۱۹۶۳ء): ۱۹۲ میں یہ دونوں نام اسی طرح درج ہیں۔ بظاہر یا تو کاتبوں سے تصحیف ہوئی ہے یا دوسرے نام میں قلم سے چوک ہو گئی ہے۔ صحیح نام اس طرح ہیں: ابو عبداللہ محمد بن عتاب بن محسن (۳۸۳۔۴۶۲ھ) ابو مروان عبدالملک بن زیادۃ اللہ الطبنی التمیمی (۳۹۶۔۴۵۷ھ)

سے کی۔ دونوں نے اپنی سند یوں ذکر کی: حدثنا به القاضی ابوالولید یونس بن عبدالله بن مغیث قال: حد ثنا ابوالفضل عباس بن عمرو الوراق الصقلی عن ثابت بن قاسم عن جده ثابت بن حزم۔

۴۔ ''اخبرنا'' کے لفظ سے ابو القاسم حاتم بن محمد طرابلسی (۳۷۸۔۴۶۹ھ) (۶۱)

=اول الذکر کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: بغیۃ الملتمس: ۱۰۵، الصلۃ ۲: ۵۱۵۔۵۱۷، العبر ۳: ۵۰۔ فہرست ابن خیر: ۸۲ میں ہے کہ ابو علی غسانی نے ۴۵۳ھ میں ابو عبداللہ محمد بن عتاب الفقیہ سے موطا پڑھی۔ موطا ہی کے بعض اجزا ۴۴۸ھ میں بھی غسانی نے محمد بن عتاب سے پڑھے تھے۔ بقیہ کتابوں کے لئے جن کی روایت غسانی نے محمد بن عتاب سے کی ملاحظہ ہو: فہرست ابن خیر: ۴۹، ۸۸، ۹۲، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۴، ۱۲۹، ۱۳۴، ۱۳۸، ۲۳۲، ۳۲۱، ۳۷۲۔ محمد بن عتاب روایت میں غیر معمولی احتیاط میں مشہور تھے (فہرست ابن خیر: ۱۵) ان کے فرزند ابو محمد عبدالرحمن بن محمد بن عتاب نے اپنے والد سے ان کی فہرست کی روایت کی (فہرست ابن خیر: ۴۲۷)

موخر الذکر کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: جذوۃ المقتبس: ۲۶۵۔۲۶۶، بغیۃ الملتمس: ۳۶۶۔۳۶۷ الصلۃ ۱: ۳۴۳۔۳۴۵، فہرست ابن خیر: ۴۰۵، المغرب ۱: ۲۹، الالماع: ۱۰۶۔۱۰۷، الذخیرۃ ۱/۲: ۵۲۔۶۱ مطمح الانفس: ۵۰، بغیۃ الوعاۃ: ۳۱۲، نفح الطیب ۲: ۴۹۶۔۴۹۷، ۷: ۴۸۔۴۹۔ ان کتابوں کے لئے جن کی روایت ابو علی غسانی نے ابو مروان عبدالملک بن زیادۃ اللہ طبنی سے کی ملاحظہ ہو: فہرست ابن خیر: ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۳۴، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۶۵، ۲۷۲، ۳۰۳، ۳۰۸، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۶۶۔

(۶۱) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: الصلۃ ۱: ۱۵۴۔۱۷۵، بغیۃ الملتمس: ۲۵۴، العبر ۳: ۲۶۹۔۲۷۰، الدیباج المذہب: ۱۰۹۔۱۱۰۔ ابو علی غسانی نے ۴۴۷ھ میں ابو القاسم حاتم بن محمد طرابلسی کے حلقۂ درس میں موطا کی سماعت کی۔ یہی کتاب دوسری روایت سے ۴۴۵ھ میں ان سے پڑھی تھی اور ۴۵۸ھ میں اس کا اعادہ کیا۔ اس کے علاوہ غسانی نے طرابلسی سے ۴۴۴ھ میں الملخص لمسند موطا مالک اور مسند حدیث مالک بن انس از نسائی پڑھی (فہرست ابن خیر: ۸۲، ۸۳۔۸۴، ۹۰، ۱۴۵) بقیہ کتابوں کے لئے جن کی روایت غسانی نے طرابلسی سے کی ملاحظہ ہو: فہرست ابن خیر: ۴۵، ۸۳، ۸۷، ۹۲، ۹۷، ۱۰۰، ۱۱۲، ۱۴۲، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۵، ۲۰۶، ۲۳۳، ۲۴۲، ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۹۔

ابن خیر نے اپنے دونوں شیوخ ابن عتاب اور ابن مغیث سے ابو القاسم حاتم کی فہرست کی روایت کی تھی (فہرست: ۴۳۱)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

سے کی۔ ابوالقاسم کی سندیہ ہے: ”قال أخبرناابوغالب تمام بن غالب بن عمراللغوی المعروف بابن التیانی (۶۲) (متوفی ۴۳۶ھ) قال: أخبرنی أبی (۶۳) قال: أخبرنا ثابت بن قاسم بن ثابت عن أبیه إجازة وعن جده قراءة علیه“ (۶۴)

-ابوعلی غسانی نے اپنے تلامذہ کو کتاب الدلائل کا درس دیا۔ اس موقع پر ابن الابار کی کتاب معجم اصحاب ابی علی الصدفي کا ایک اقتباس پیش کرنا غالباً بے محل نہ ہو گا۔ ابن الابار نے لکھا ہے: ابو بکر محمد بن عبدالملک بن عبدالعزیز لخمی اشبیلی (۶۵) (۴۶۸-۵۳۶ھ) مقیم قرطبہ نے ابوعلی غسانی کی صحبت اختیار کرلی تھی،

(۶۲) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: جذوۃ المقتبس: ۱۷۵، الصلۃ ۱: ۱۲۲-۱۲۳ بغیۃ الملتمس: ۲۳۶، المغرب ۱: ۱۶۶، بغیۃ الوعاۃ: ۲۰۹، العبر ۳: ۱۸۵، معجم الادباء ۷: ۱۳۵-۱۳۸، وفیات الاعیان ۱: ۳۰۰-۳۰۱، انباہ الرواۃ ۱: ۲۵۹-۲۶۰ نفح الطیب ۳: ۱۷۱-۱۷۲، ۱۹۰، البلغہ: ۴۴-۴۵، فہرست ابن خیر: ۲۳۶، ۳۴۶، ۳۵۹، ۳۶۱، الاعلام ۲: ۷۰، معجم المولفین ۳: ۹۲۔

(۶۳) تمام کے والد کا نام غالب بن عمر تھا۔ ”ابن التیانی“ کے نام سے مشہور تھے۔ حالات کے لئے دیکھئے: کتاب الصلۃ ۲: ۴۳۱۔ المقری نے نفح الطیب (۳: ۱۳۵) میں ابن التیانی کی کنیت ابو تمام لکھی ہے۔

(۶۴) فہرست ابن خیر: ۱۹۲

(۶۵) حالات کے لئے ملاحظہ ہو: معجم ابن الابار: ۱۳۲-۱۳۵، بغیۃ الملتمس: ۹۲، الصلۃ ۲: ۵۵۵-۵۵۶، المغرب ۱: ۳۰۷-۳۰۸، قلائد العقیان: ۱۶۳-۱۶۵، خریدۃ القصر (طبع الدار التونسیۃ) ۳: ۴۳۳-۴۳۷، المطرب: ۱۸۹-۱۹۰، طبقات النحاۃ واللغویین از ابن قاضی شہبہ: ۱۷۴۔ لخمی نے اپنے شیخ ابو عبید البکری سے ان کی درج ذیل کتابیں پڑھیں: تہذیب المؤتلف والمختلف لمحمد بن حبیب، التنبیہ علی اوہام ابی علی البغدادی فی کتابہ النوادر، اللآلی فی شرح الامالی، صلۃ الموصول فی شرح ابیات الغریب المصنف لابی عبید، فصل المقال فی شرح کتاب الامثال لابی عبید، کتاب النبات (فہرست ابن خیر: ۲۱۹، ۳۲۵-۳۲۴، ۳۴۳، ۳۴۴-۳۴۵، ۳۷۷) ابوعلی غسانی سے لخمی نے کتاب النسب از ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاشربہ، تحریم المسکر مؤلفہ احمد بن عمرو البزار، کتاب فضائل التابعین مولفہ سعید بن اسد بن موسی اور کچھ شعری دواوین پڑھے (فہرست ابن خیر: ۲۳۹-۲۴۰، ۲۶۲، ۲۷۰، ۳۹۷-۳۹۸، ۳۹۹-۴۰۰) ابن خیر صاحب الفہرست نے ابو بکر محمد بن عبدالملک سے استفادہ کیا تھا اور ابو عبید البکری کی ساری

ہمہ وقت انہی کے ساتھ رہتے اور ان سے استفادہ کرتے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ابوعلی غسانی کے حلقۂ درس میں قاسم بن ثابت سرقسطی کی کتاب الدلائل پڑھی جارہی تھی۔ ابو بکر محمد بن عبدالملک بھی حلقۂ درس میں بیٹھے سماعت کررہے تھے جب درج ذیل شعر اس طرح پڑھا گیا:

یتلو نعاما واردا　　　ومادرا (۶۶) أین وقع

تو ابو بکر نے ٹوکا کہ یہ تصحیف ہے۔ اصل شعر اس طرح ہے:

یتلو نعاما واردا　　　وصادرا این وقع

ترجمہ: [وہ ”نعام“ کا پیچھا کررہا تھا جہاں بھی جائے اندر یا باہر]

عمدہ اشعار ہیں۔ اسی قصیدہ کے چند شعر یہ ہیں:

حتی اذا ما الحوت فی　　　حوض من الدلو کرع

ووازن الکف التی　　　فیها خضاب قد نصع

قال الدلیل: عرسوا　　　فلیس فی صبح طمع

ترجمہ: [یہاں تک کہ جب ”حوت“ نے ”دلو“ کے حوض کی جانب منہ بڑھایا اور ”کف خضیب“ کے مقابلہ میں پہنچی تو راہبر نے کہا: اب پڑاؤ ڈال دو کہ صبح کی کوئی توقع نہیں]

ابوعلی غسانی یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا: آج اسی قدر ہمارے لئے کافی ہے۔ (۶۷)

تصنیفات کی روایت انہی کی سند سے تھی (فہرست ابن خیر: ۴۴۷-۴۵۸)۔

(۶۶) قدماء میں بہت سے مصنفین ”دری“ جیسے افعال کو الف سے لکھتے تھے جس کی وجہ سے تصحیف ہو جاتی تھی۔

(۶۷) معجم ابن الابار: ۱۳۲-۱۳۳۔ ابن الابار نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ شعر ابو الاصبغ محمد بن یزید بن مسلمہ بن عبدالملک الحصنی کے ہیں۔ ابن قتیبہ نے کتاب الانواء میں اور دوسرے مصنفین نے بھی یہ شعر نقل کئے ہیں۔ نیز الحصنی کی نسبت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ شاعر اپنے دادا مسلمہ کے قلعہ (حصن) میں جو دیار مضر میں تھا مقیم تھا۔ خوشگو شاعر تھا، مامون کی مدح کی، پھر ابن الابار نے ذکر کیا

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ابو علی غسانی سے کتاب الدلائل کی روایت ان کے تلامذہ اور راویوں نے کی جن میں مشہور فقیہ و وزیر ابو جعفر احمد بن محمد بن عبد العزیز لخمی بھی تھے جنھوں نے کتاب الدلائل کا درس دیا۔ لخمی سے روایت کرنے والوں میں ایک

=ہے کہ المرزبانی نے معجم الشعراء میں الحصنی کے حالات لکھے ہیں اور یہ کہ انھوں نے یہ باتیں معجم الشعراء ہی سے نقل کی ہیں
- مخطوطۂ دلائل (۳ب) کی عبارت یہ ہے:

"وقال الحصين يذكر نجما يعرف بسهم الرامي حيال القلادة ، والقلادة من البلدة، وربما نزل بها القمر:

أمامها رام اذا　　　　أغرق ذا فوق نزع

يتلونعاما واردا　　　　ومادراحيث سكع

"الحصین" اور "مادرا" کے الفاظ پر "ضبہ تصحیح" ہے (دیکھیے علوم الحدیث ابن الصلاح: ۱۷۳-۱۷۴) اور الحصین کی تصحیح دائیں جانب حاشیہ میں کی گئی ہے اور "الحصنی" لکھ کر اس کے اوپر "صح" لکھا ہے۔ پھر مصحح نے حاشیہ میں مزید لکھا ہے: "واسمہ محمد بن یزید" (یزید کے بعد "صح" ہے) "ومن ولد مسلمة بن عبد الملك ، نسب إلى حصن مسلمة وقال ابن قتيبة: رجل من أهل الشام كان حسن المعرفة بمناظرة النجوم ، وأنشدني كتاب الانواء له من هذا الشعر:

حتى اذاما الحوت في　　　　حوض من الدلو كرع

ووازن الكف التي　　　　فيها خضاب قد نصع

قال الدليل : عرسوا　　　　فليس في الصبح طمع

(الحصنی کے اشعار کے لئے دیکھیے: کتاب الانواء از ابن قتیبہ: ۳۳، ۶۱، ۷۵، و کتاب الازمنہ والامکنہ از مرزوقی ۲: ۲۳۶-۲۳۸)

"ومادرا" کی تصحیح بائیں جانب حاشیہ میں "وصادرا" کی گئی ہے۔ اسی حاشیہ میں یہ بھی لکھا ہے: "خ (یعنی ایک نسخہ میں) سکع: یقال: سکع الرجل، بإذا مشی متعسفا"

الحصنی نسبت کے لئے دیکھیے: الانساب از سمعانی ۴: ۱۷۵، معجم البلدان (حصن مسلمہ) اور محمد بن یزید بن مسلمہ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: الاغانی ۱۲: ۱۰۴-۱۰۶، معجم الشعراء از مرزبانی: ۹۴، ۳۵۵-۳۵۶، الوافی بالوفیات ۵: ۲۱۸-۲۱۹، جمہرۃ ابن حزم: ۱۰۴ میں نسب اس طرح ہے: محمد بن یزید بن محمد بن مسلمہ بن عبد الملک۔

مشہور شخصیت ابو بکر محمد بن خیر اشبیلی صاحب الفہرست (۶۸) کی تھی۔ انہی میں کتاب الدلائل کے زیر بحث نسخہ کا کاتب بھی تھا جس نے قرطبہ میں جمادی الاولی ۹۹۴ھ میں اس کی کتابت مکمل کی اور پوری کتاب لخمی کو پڑھ کر سنائی۔ (۶۹)

مخطوطۂ ظاہریہ مدرسہ ضیائیہ میں

زیر بحث مخطوطہ اپنے قارئین اور مالکوں کے ہاتھوں میں منتقل ہوتا ہوا مشرق آیا، اور علی بن سالم بن سلمان الحصنی بن الفریابی کے ہاتھوں میں پہنچا جنھوں نے اپنی دوسری کتابوں کے ساتھ اس کو بھی مدرسہ ضیائیہ پر وقف کر دیا۔ (۷۰) مدرسہ ضیائیہ محمدیہ حنابلہ کا ایک مشہور مدرسہ تھا جو کوہ قاسیون (۷۱) کے دامن میں جامع مظفری کے مشرقی حصہ میں واقع تھا۔ اس مدرسہ کے بانی ایک مشہور عالم شیخ ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد مقدسی حنبلی (۷۲) تھے۔ انہی کے نام

---

(۶۸) فہرست ابن خیر: ۱۹۳

(۶۹) مخطوطۂ ظاہریہ (۱۵۸الف، ۱۷۹ب)

(۷۰) مخطوطۂ ظاہریہ (۱الف)

(۷۱) قاسیون: شہر دمشق کے شمالی حصہ میں ایک پہاڑ ہے جس کے دامن میں پر فضا مقامات، مدارس، خانقاہیں اور چمن ہیں۔ اسی میں نہر یزید اور نہر ثوری بھی ہیں۔ اسی میں ایک بڑی جامع مسجد بھی ہے جو مظفر الدین بن زین الدین ابو سعید (۵۴۹-۶۳۰ھ) حاکم اربل نے تعمیر کی تھی۔ شام کا شاعر ابن عنین محمد بن نصر (۵۴۹-۶۳۰ھ) اپنے ایک مشہور قصیدہ میں شام اور اس کی تفریح گاہوں کے لئے فرط شوق کا اظہار کرتے ہوئے قاسیون کے بارے میں کہتا ہے:

وفي كبدي من قاسيون حزازة　　　　تزول رواسيه وليس تزول

ترجمہ: میرے دل و جگر میں قاسیون کے لئے ایسی تڑپ اور درد ہے کہ قاسیون کے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتے ہیں مگر یہ درد جانے کا نہیں۔"

(۷۲) ضیاء الدین ۵۶۹ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ حدیث کی سماعت دمشق کے شیوخ سے کی۔ پھر طلب حدیث میں مصر، بغداد، اصفہان اور خراسان وغیرہ کا سفر کیا اور وافر علم لے کر واپس آئے، نفیس نسخے حاصل کئے اور تصنیف و کتابت میں مصروف ہو گئے۔ مفید کتابیں لکھیں جن سے ان کے حافظ اور

Toobaa-elibrary.blogspot.com

پر اس مدرسہ کا نام مدرسہ ضیائیہ رکھا گیا۔(۷۳) شیخ حافظ ضیاء الدین نے مدرسہ ضیائیہ کو جس کی تعمیر میں بعض اہل خیر نے ان کے ساتھ تعاون کیا تھا "دارالحدیث" بنایا اور اپنی کتابیں اور رسائل اس پر وقف کر دیئے۔ ان کے علاوہ شیخ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ)، البہاء عبدالرحمٰن، حافظ عبدالعزیز (۷۴)، ابن الحاجب، ابن سلام، محمد بن عبدالمنعم بن ہامل حرانی (متوفی ۶۷۱ھ) اور شیخ علی موصلی کی موقوفہ کتابیں بھی اسی مدرسہ کے کتب خانہ کی زینت بنیں۔(۷۵)

پھر تاریخ اسلام کا وہ عظیم حادثہ پیش آیا جس میں الملک الناصر کو تاتاری بادشاہ قازان کے مقابلہ میں شکست ہوئی، یعنی ۶۹۹ھ میں حمص اور سلمیہ کے درمیان وادی خزندار میں معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ الملک الناصر کا لشکر تتر بتر ہو گیا اور تاتاری فوجیں شہر دمشق میں داخل ہو گئیں۔ دمشق میں انھوں نے تباہی مچائی، صالحیہ کو نقصان پہنچایا اور مدرسہ ضیائیہ پر حملہ کر کے اس کو لوٹ لیا جس کے

= معلومات کی وسعت نیز علم حدیث میں۔ متن و اسناد دونوں پہلوؤں سے۔ ان کی دستگاہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ طلبہ اور محدثین کو ان کی تصنیفات اور کتابوں سے بہت فائدہ پہنچا۔ ۶۴۳ھ میں دمشق میں وفات پائی، اسی سال دمشق کے بہت سے شیوخ اور سربر آوردہ شخصیات کا انتقال ہوا۔ کوہ قاسیون میں تدفین ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱۴۰۵۔۱۴۰۶) العبر ۵: ۱۷۴، ۱۷۹۔۱۸۰، الوافی بالوفیات ۴: ۶۵۔۶۶، فوات الوفیات ۳: ۴۲۶۔۴۲۷، البدایۃ والنہایۃ ۱۳: ۱۶۹۔۱۷۰، الاعلام ۷: ۱۳۴، ۱۰: ۲۱۲، معجم المولفین ۱۰: ۲۶۳۔۲۶۴)

(۷۳) مدرسہ ضیائیہ کے بارے میں تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: الاعلاق الخطیرۃ ۱: ۲۵۸، الدارس ۲: ۹۱۔۹۹، القلائد الجوہریۃ فی تاریخ الصالحیۃ ۱: ۷۶۔۸۳، منادمۃ الاطلال ومسامرۃ الخیال: ۲۴۲۔۲۴۳

(۷۴) فوات الوفیات ۳: ۴۲۷ میں ہے: "والحافظ عبدالغنی"

(۷۵) الاعلاق الخطیرۃ ۱: ۲۵۸، الدارس ۲: ۹۲، ۹۴، ۹۵، منادمۃ الاطلال: ۲۴۲۔۲۴۳، فوات الوفیات ۳: ۴۲۷۔

نتیجہ میں مدرسہ کے ذخیرہ کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔(۷۶)

مدرسہ عمریہ میں

زیر بحث مخطوطہ اپنے دونوں حصوں کے ساتھ یا صرف دوسرا حصہ حنابلہ کے ایک اور بڑے مدرسہ "مدرسہ عمریہ شیخیہ" میں منتقل ہو گیا، یہ شیخ ابو عمر الکبیر (۷۷) کا مدرسہ تھا، چنانچہ انہی کی جانب منسوب ہوا۔ شیخ نے یہ مدرسہ کوہ قاسیون کے دامن میں دیر الحنابلہ کے وسط میں قائم کیا تھا۔(۷۸)

"پھر مدرسہ عمریہ مختلف حوادث و انقلابات کا شکار ہوا اور روبہ زوال ہونے لگا۔ اس کے منتظمین نے اس کے ذخیروں اور کتابوں کے ساتھ جاہلوں کا رویہ اختیار کیا۔ یہ اس دور میں ہوا جب مدارس کی حالت بڑی خستہ ہو گئی تھی اور ان کے ذمہ داران پوری بے باکی کے ساتھ ان کے خزانوں میں خرد برد کرنے لگے تھے"(۷۹)

---

(۷۶) العبر ۵: ۳۹۱۔۳۹۲، البدایۃ والنہایۃ ۱۴: ۶۔۹، الدارس اور منادمۃ الاطلال کے مصنفین نے اس موقع پر الناصر کی بجائے الملک الصالح لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے (الدارس ۲: ۹۴، منادمۃ الاطلال: ۲۴۲)

(۷۷) شیخ ابو عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی ۵۲۸ھ میں جماعیل نامی گاؤں (فلسطین میں کوہ نابلس میں ایک بستی ہے) میں پیدا ہوئے، دمشق ہجرت کی، حدیث کی سماعت کی، کثیر تعداد میں اپنے قلم سے کتابیں لکھیں، ابو عمرو بن العلاء کی قراءت کے مطابق قرآن مجید پڑھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے کوہ قاسیون کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ باکمال عالم اور تہجد گزار عابد تھے۔ اسی سال کی عمر میں ۶۰۷ھ میں انتقال کیا اور کوہ قاسیون میں دفن ہوئے (البدایۃ والنہایۃ ۱۳: ۵۸۔۶۱، منادمۃ الاطلال: ۲۴۷۔۲۴۸ الدارس ۲: ۱۰۰۔۱۰۴، الاعلام ۶: ۲۱۴)۔

(۷۸) مدرسہ عمریہ شیخیہ کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے ملاحظہ ہو: الاعلاق الخطیرۃ ۱: ۲۵۹، الدارس ۲: ۱۰۰۔۱۱۲، تاریخ الصالحیۃ ۱: ۱۶۵۔۱۸۳، منادمۃ الاطلال: ۲۴۴۔۲۴۸۔

(۷۹) مجلۃ مجمع اللغۃ العربیۃ مجلد ۴۸: ۷۵۸، نیز ملاحظہ ہو: منادمۃ الاطلال: ۲۴۴، ۲۴۶۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

قبۂ ظاہریہ میں

آخر مشیت ایزدی نے عربوں کو ان کے خواب گراں سے بیدار کیا اور الجمعیۃ الخیریۃ دمشق کے غیور اور اصلاح پسند ارکان اٹھے اور انھوں نے مدرسہ ظاہریہ (۸۰) کو زندہ کیا تا کہ اسے دار الکتب الظاہریہ (اس وقت اس کا نام المکتبۃ العمومیۃ رکھا گیا تھا) کا مرکز بنائیں۔ شروع شروع میں جن دس کتب خانوں کے ذخیرے اس میں محفوظ کیے گئے ان میں ایک مدرسہ عمریہ کا کتب خانہ بھی تھا۔ اس طرح ان حضرات نے امت کا یہ بچا کھچا ورثہ محفوظ کر دیا جو خود غرض، حریص اور بدنیت وبددیانت لوگوں کے ہاتھوں برباد ہو رہا تھا۔ کتب خانہ عمریہ کی جو کتابیں محفوظ رہ گئیں ان میں کتاب الدلائل کا یہ دوسرا حصہ بھی تھا جو قبۂ ظاہریہ میں پہنچا اور ظاہریہ کے پہلے رجسٹر میں جسے مکتبہ کے منتظم ممبران الجمعیۃ الخیریۃ نے تیار کیا تھا علم لغت کی کتابوں سے متعلق حصہ میں نمبر ۱۴۱ پر اندراج کیا گیا اور اس کے بارے میں یہ لکھا گیا: ''السفر الثانی من غریب الحدیث لقاسم بن ثابت ،من کتب المکتبۃ العمریۃ . مخطوط بخط مغربی ''(۸۱)

(۸۰) مدرسہ ظاہریہ (آج کل دار الکتب الظاہریۃ کہلاتا ہے) مدرسہ عادلیہ کبری (آج کل مجمع اللغۃ العربیۃ کا مرکز ہے) کے مشرق میں ہے، دونوں کے دروازے آمنے سامنے ہیں۔ درمیان میں راستہ ہے۔ مدرسہ ظاہریہ کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لئے دیکھئے: الدارس ۱: ۳۴۸۔۳۵۹، منادمۃ الاطلال: ۱۱۹۔ ۱۲۳، نیز ملاحظہ ہو اسماء حمصی کی کتاب: المدرسۃ الظاہریۃ۔

(۸۱) مجلۃ المکتبۃ العمومیۃ: ۱۷، دار الکتب الظاہریۃ (سابق المکتبۃ العمومیۃ) کے ذمہ داروں نے ایک فہرست (رجسٹر) تیار کی تھی جس میں ان کتابوں کے نام درج کیے گئے تھے جو دمشق کے دس کتب خانوں: العمریہ، عبد اللہ پاشا، سلیمان پاشا، الملا عثمان کردی، الخیاطین، المرادیۃ، الشمیصاتیہ، الیاغوشیۃ، الاوقاف اور بیت الخطابۃ سے مکتبہ ظاہریہ میں منتقل ہوئی تھیں، اس فہرست میں ان کتابوں کے نام بھی شامل تھے جو بعد میں جدید دور میں وقف کی گئیں (مجلۃ المکتبۃ العمومیۃ: ۵) یہ فہرست ۱۰۱ صفحات میں مطبعۃ الجمعیۃ الخیریۃ دمشق میں ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوئی۔ اس میں کتابوں کو موضوعات کے اعتبار سے ۲۹ قسموں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

جب حبیب الزیات نے اپنی کتاب ''خزائن الکتب فی دمشق وضواحیھا'' مرتب کی تو اس کتاب کے بارے میں صرف اتنا لکھا: ''الجزء الثانی من کتاب الدلائل فی الحدیث ، تالیف القاسم بن ثابت بن حزم السرقسطی'' (۸۲) اس کے بعد ۱۹۳۶ء میں یہ کتاب استاذ کبیر عبد العزیز میمنی کے مطالعہ میں آئی۔ ان کے بعد استاذ عز الدین تنوخی کی نگاہ سے گذری تو ان کو بیحد پسند آئی۔ چنانچہ پہلی بار مجلۃ المجمع العلمی العربی بدمشق میں شائع شدہ اپنے مقالہ ''من ذخائر قبۃ الملک الظاہر'' میں انھوں نے کتاب الدلائل کے زیر نظر مخطوطہ پر گفتگو کی۔ اس مقالہ میں مذکورہ مخطوطہ کے علاوہ دو اور نادر مخطوطات کا تذکرہ تھا۔ استاذ تنوخی نے یہ بھی لکھا کہ استاذ میمنی نے ان کو کتاب الدلائل کی اشاعت کی ترغیب دلائی تھی۔ (۸۳) پھر دوبارہ انھوں نے مجلۃ مجمع اللغۃ العربیۃ میں کتاب الدلائل اور اس کی لغوی قدر وقیمت پر ایک مقالہ لکھا۔ دوبارہ اس کتاب پر توجہ کا محرک یہ ہوا کہ رباط (مراکش) میں انھیں اس کتاب کا ایک اور قلمی نسخہ مل گیا۔ (۸۴) جب کتاب کے دو نسخے جن کا پہلا حصہ غائب تھا فراہم ہو گئے تو استاذ تنوخی نے کتاب الدلائل کو مرتب کرنے کا کام شروع کیا۔ ہمارے عزیز دوست استاذ احمد راتب النفاخ نے بیان کیا کہ تنوخی نے تحقیق کا خاصا کام کر لیا تھا اور اس کے بعض حصے ان کی نظر سے بھی گذرے تھے لیکن اسی دوران ان کی وفات ہو گئی۔ انھوں نے جو کام کیا تھا وہ بھی ضائع ہو گیا اور کسی شخص کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ (۸۵) پھر آخر میں استاذ حمد الجاسر نے اپنی کتاب

(۸۲) خزائن الکتب فی دمشق وضواحیھا (مطبعۃ المعارف۔ مصر ۱۹۰۲ء: ۶۳

(۸۳) مجلۃ المجمع، جلد ۷ ۳ (۱۹۶۲ء): ۳۶۲۔۳۶۶

(۸۴) مجلۃ المجمع، جلد ۴۱ (۱۹۶۶ء): ۳۔۲۰

(۸۵) استاذ عز الدین تنوخی کا انتقال ۲۴ جون ۱۹۶۶ء کی صبح کو ہوا (مجلۃ المجمع، مجلد ۴۱: ۵۳۹۔۵۴۱) حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو ڈاکٹر عدنان خطیب کی کتاب: مجمع اللغۃ العربیۃ بدمشق فی خمسین عاما: ۹۳۔ ۱۰۴

Toobaa-elibrary.blogspot.com

''ابو علی الھجری ''میں کتاب الدلائل کے اس مخطوطہ کی جانب اشارہ کیا ہے، چونکہ قاسم بن ثابت اور ان کے والد نے مکہ میں قیام کے دوران ابو علی ہارون بن زکریا ہجری سے روایت کی تھی اس لئے استاذ جاسر کے لئے قاسم اور ان کی کتاب الدلائل کا ذکر نا گزیر تھا۔(۸۶)

مخطوطہ ظاہریہ کا تعارف (رسم الخط اور الفاظ کے ضبط کے اعتبار سے)

زیر نظر مخطوطہ عمدہ اندلسی رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔ اندلس میں رائج بہتر سے بہتر طریقہ کے مطابق الفاظ کو نقطوں اور حرکتوں کے ذریعہ ضبط کیا گیا ہے۔ الفاظ کے حروف اور اعراب کو واضح کرنے کے لئے کاتب نے پیش، زبر زیر اور جزم لگانے کا التزام کیا ہے اور شاذ و نادر ہی اس سے گریز کیا ہے۔ جزم کے لئے اہل مدینہ کے طریقہ پر (۸۷) حرف کے اوپر ایک چھوٹا سا دائرہ بنایا گیا ہے۔ ''ق'' پر اہل مغرب کے طرز پر (۸۸) اوپر ایک نقطہ اور ''ف'' پر نیچے ایک نقطہ لگایا ہے۔ تشدید کی علامت اگر حرف مفتوح ہو تو اس کے اوپر ایک دال، اور اگر مکسور ہو تو اس کے نیچے ایک دال اور اگر مضموم ہو تو اس کے سامنے ایک دال ہے۔ مدینہ کے علمائے متقدمین و متاخرین کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اہل اندلس قدیم زمانہ میں بھی اور جدید دور میں بھی یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ (۸۹) الفاظ کے اعراب اور حروف کی حرکات بتانے کے لئے کاتب نے تشدید کے

(۸۶) ابو علی الھجری (طبع اول ۱۹۶۸): ۱۹، ۶۶۔ ۶۷۔ صفدی نے لکھا ہے کہ الھجری سے قاسم بن ثابت کی ملاقات مغرب میں ہوئی جو صحیح نہیں۔ (ابو علی الھجری: ۱۶۹)

(۸۷) المحکم فی نقط المصاحف: ۵۱

(۸۸) المحکم: ۳۷

(۸۹) المحکم: ۵۰

ساتھ حرکت لگانے کا بھی التزام کیا ہے۔ یہ اندلس میں بعض اہل نقط کا مسلک ہے (۹۰) ہر فقرہ کے کے آخر میں کاتب نے ''ھ'' کا نشان لگایا ہے۔ حروف مہملہ کی توضیح اور ضبط کا بھی اہتمام کیا ہے چنانچہ حاء مہملہ کے نیچے ایک چھوٹی ''ح'' (حدیث، الحیۃ، ماالطیحہ، ابوالحسین النحوی: ۶ب، ۸الف، ۸۱ب) عین کے نیچے ہمزہ سے ملتی جلتی ایک چھوٹی ''ع'' (الذعلبۃ، مشعبا: ۱۱۱الف ۲۱ب) اور سین کے نیچے ہمزہ سے ملتی جلتی ایک چھوٹی ''س'' (سمی القبر رمسا، تمیس، ولم اغتسل، نفس: ۸۱ب، ۸۲الف) لکھی ہے، جیسا کہ بعض اہل مشرق اور اہل اندلس کا طریقہ ہے۔ (۹۱) لیکن اس کا التزام نہیں کیا ہے۔ لفظ کے آخر میں اگر ''ی'' ہو تو دو نقطے اس کے وسط میں (تنقضی، لاتلتقی، وھی، علی، بالمعاصی: ۷الف، ۷ب، ۱۱۱الف، ۹۲ب) یا اس کے نیچے لگاتا ہے (لِیَ، الذی فیہ: ۱۱۱الف) لفظ کے آخر میں الف بصورت یاء ہو تو اس پر بھی کاتب دو نقطے لگاتا ہے (نوی، اَردی، وافی، إحدی: ۱۱۱الف، ۳۵ب، ۱۵۳الف) یاء اور الف بصورت یاء دونوں کی مثال ملاحظہ ہو: (أغضی علی القذی بعینی: ۵۷ب) یاء پر ہمزہ کے عوض میں دو نقطے لگاتا ہے (حایکا: ۸الف) اگر فعل مضارع کا لام کلمہ واو ہو تو اسکے ساتھ ایک الف لکھتا ہے (یدعوا، أشکوا: ۵ب، ۸۱ب)

لفظ کے شروع میں اگر ہمزہ مضموم یا مفتوح ہو تو ایک الف اور اس پر ہمزہ، اور اگر ہمزہ مکسور ہو تو ایک الف اور اس کے نیچے ہمزہ لگاتا ہے: (إن أدعہ أغضب، أحابی، إذا أتاھا: ۲۱ب ۸۱ب)

لفظ کے آخر میں آنے والے الف بصورت یاء کے لکھنے میں کسی ایک طریقہ کا التزام نہیں کیا ہے۔ چنانچہ کبھی تو یاء کی صورت میں لکھتا ہے جیسا کہ

(۹۰) حسب سابق

(۹۱) الالماع: ۱۵۷

Toobaa-elibrary.blogspot.com

گذشتہ مثالوں میں اور کبھی الف کی صورت میں مثلاً (أبا، ترا، برا، ولا: ۵ب، ۸الف، ۱۰اب، ۲۷ب) کاف کو جو لفظ کے آخر میں ہو بغیر مرکز کے یوں لکھتا ہے (ذلک، ملک: ۱۰اب) لفظ کے شروع میں ہمزہ مفتوح کے بعد ہمزہ ساکن کے اجتماع سے جو مد پیدا ہوتا ہے اس کو ایک ہمزہ اور اس سے ملحق الف کی صورت میں لکھا ہے (ءادم، ءاخر: ۷ب، ۱۱۱الف)

مخطوطہ کا کاغذ سفید زردی مائل ہے۔ صفحہ کا طول و عرض تقریباً (۲۷×۲۰) سینٹی میٹر اور کتابت شدہ حصہ تقریباً (۲۰×۱۴) سینٹی میٹر ہے۔ صفحات کے بیرونی حواشی ۵ سینٹی میٹر کے لگ بھگ ہیں۔ ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں۔ کتاب کے اکثر حواشی میں مفید تعلیقات اور اقتباسات ہیں جو مستند علماء سے منقول ہیں۔ ان حواشی پر یہ شعر صادق آتا ہے جسے ابوالولید بن حجاج پڑھا کرتے تھے:۔

كذا المبهمات بوسط الكتاب ومفتاحها أبدا في الطرر (۹۲)

ترجمہ [اسی طرح اشکالات کتاب کے وسط میں ہوتے ہیں اور ان کی کلید ہمیشہ حواشی میں ہوتی ہے]

ان حواشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب الدلائل کا مطالعہ کتنی محنت اور دقت نظر سے کیا گیا تھا اور اندلسی علماء نے اس نسخہ کے ساتھ کتنی دلچسپی، توجہ اور اہتمام کا مظاہرہ کیا، چنانچہ اس نسخہ کو انھوں نے پڑھا، بنظر غائر اس کا مطالعہ کیا، اس پر استدراک کیا اور تعلیقات لکھیں جن کا مقصد کسی نقص کو دور کرنا، کسی ابہام کو واضح کرنا یا کسی غلطی کو درست کرنا تھا۔ اس طرح اس نسخہ کو انھوں نے پوری طرح کھنگال ڈالا، یہاں میرا مقصد ان تمام حواشی سے بحث کرنا نہیں ہے، اس

(۹۲) التکملۃ از ابن الابار ۱: ۱۸۴۔ طرر الکتاب کتاب کے حواشی (اساس البلاغۃ و تاج العروس) الخدب الشبیلی نے سیبویہ کی الکتاب پر اپنے حواشی کا نام "الطرر" رکھا (طبقات النحاۃ واللغویین از ابن قاضی شہبہ: ۴۰)

کا مناسب موقع کتاب کی تحقیق مکمل ہونے کے بعد ہوگا۔ لیکن یہاں چند سرسری اشارے کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن سے اس قیمتی خزانہ کا اندازہ ہو سکے گا جو زیر نظر مخطوطہ کے صفحات میں پوشیدہ ہے:

ا۔ علماء اور خاص طور سے محدثین جو کتابیں لکھتے تھے ان کو "ضبط" کرنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے اور غایت درجہ احتیاط سے کام لیتے تھے تاکہ جس کتاب سے نسخہ نقل کیا گیا ہے اس کی صحیح اور ہو بہو نقل ہو، اور اگر کہیں کوئی فروگذاشت یا تصحیف و تحریف واقع ہو گئی ہو تو اس کی تصحیح و تلافی ہو سکے، نیز کتاب صحت و نفاست کے اس اعلیٰ معیار پر پوری اتر سکے جو ان حضرات کے پیش نظر رہتا تھا۔ جو طالب علم کسی کتاب کو نقل کرنا چاہتا اس کے لئے اجازت کی شرط یہ ہوتی تھی کہ وہ اصل سے اس کا مقابلہ ضرور کر لے گا۔ اخفش کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "اگر کتاب نقل کی گئی اور اس کا مقابلہ نہ کیا گیا پھر اس سے دوسری نقل تیار کی گئی اور اس کا مقابلہ بھی نہیں ہوا تو کتاب عجمی ہو کر نکلے گی" بیان کیا جاتا ہے کہ عروہ نے اپنے بیٹے ہشام سے دریافت کیا: کیا تم نے لکھ لیا! جواب دیا: جی ہاں۔ عروہ نے دوبارہ سوال کیا: مقابلہ کر لیا؟ ہشام نے جب نفی میں جواب دیا تو عروہ نے کہا: بیٹے! تب تم نے نہیں لکھا۔ (۹۳) علمائے محققین ہمیشہ ان آداب و قواعد پر کاربند رہے اور ان سے گریز کرنا کبھی گوارا نہیں کیا۔ جو لوگ اس سلسلہ میں سہل انگاری اور کوتاہی سے کام لیتے تھے وہ ان علماء کی خفگی کا نشانہ بنتے تھے۔ یہ علماء ممکن حد تک کوشش کرتے تھے کہ ایسے نسخے سے نقل کریں جو صحیح ہو اور جس میں الفاظ کے ضبط کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس بارے میں ان کی باریک بینی اور جزرسی کے لئے بطور مثال ہم ابو علی غسانی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے اصل نسخہ کے متعلق لکھا ہے:

(۹۳) الالماع: ۱۵۸۔ ۱۶۲، علوم الحدیث: ۱۶۸۔ ۱۷۱

Toobaa-elibrary.blogspot.com

’’ابو سعید ابن الاعرابی کی روایت سے مصنف [مصنف ابی داود] کی کتابت میں سب سے زیادہ جس شخص نے ’’ضبط‘‘ کا اہتمام کیا ہے وہ ابو عمر احمد بن سعید بن حزم ہیں، ان کے بعد کسی شخص نے ان کے جیسا ضبط نہیں کیا۔ انہی کی کتاب سے جو ان کے قلم سے ہے میں نے اپنے نسخہ کا مقابلہ کیا‘‘(۹۴)

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ’’میں نے اپنی کتاب کا مقابلہ ابو محمد شنتجالی کے نسخہ سے کیا جو ابوذر کی روایت سے ہے‘‘(۹۵)

تیسری جگہ لکھتے ہیں: ’’......ان دونوں ہی کتابوں سے میں نے اپنے نسخہ کا مقابلہ از اول تا آخر کیا۔ کتاب ابوداود کا نسخہ جس سے میں نے نقل کیا ہے وہ ابو حفص عمر بن عبد الملک بن سلیمان خولانی کا نسخہ ہے۔ انھوں نے اسے ۳۳۹ھ و ۳۴۰ھ میں ابو سعید بن الاعرابی کو مکہ میں پڑھ کر سنایا تھا اور ابن الاعرابی کے اصل نسخہ سے اس کا مقابلہ بھی کیا تھا‘‘(۹۶)

ابن خیر فرماتے ہیں: ’’میں نے اپنا نسخہ اپنے قلم سے اس کے مصنف ابو عبید کے قلم سے لکھے ہوئے اصل نسخہ سے نقل کیا‘‘(۹۷)

ابوالفتوح ثابت بن محمد جرجانی لکھتے ہیں: ’’میں نے الفصیح کے اپنے نسخہ کا مقابلہ ابن الکوفی کے نسخہ بقلم خود سے کیا اور ابن الکوفی نے اپنا نسخہ ابن الانباری کے نسخہ بقلم خود سے نقل کیا تھا اور اس سے مقابلہ بھی کیا تھا‘‘(۹۸)

---

(۹۴) فہرست ابن خیر: ۱۰۳۔۱۰۴

(۹۵) فہرست ابن خیر: ۱۰۵۔ شنتجالۃ: ضلع تدمر (اندلس) کی سرحد پر جوف کے قریب ہے الروض المعطار: ۱۱۲، معجم البلدان: شنتجالۃ) ابو محمد عبد اللہ بن سعید شنتجالی متوفی ۴۳۶ھ کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب الصلۃ ۱: ۲۶۳۔۲۶۵، بغیۃ الملتمس: ۳۳۱۔۳۳۲، معجم البلدان۔ شنتجالۃ۔

(۹۶) فہرست ابن خیر: ۱۰۶

(۹۷) فہرست ابن خیر: ۲۰۹

(۹۸) فہرست ابن خیر: ۳۳۸

یہ سارا اہتمام علماء نے اسی لئے کیا کہ نسخہ میں کسی غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب علماء کے اوصاف بیان کرتے ہیں تو اس کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ کون اپنی تحریروں میں ’’ضابط‘‘ (الفاظ کو ضبط کرنے والا) تھا اور کون ’’ضابط متقن‘‘ (ضبط میں مہارت رکھنے والا) نہیں تھا(۹۹)

۲۔ مخطوطہ ظاہریہ کے کاتب نے اپنے نسخہ میں ضبط و تدقیق کی تمام قسمیں اور شکلیں جمع کر دی ہیں مثلاً کتاب الدلائل کے خاتمہ پر یہ تصریح کی ہے: ’’قرأت جميعه على الفقيه الوزير أبى جعفر [احمد بن محمد] بن عبدالعزيز‘‘ پھر اسی صفحہ کے حاشیہ میں یہ عبارت ہے: ’’وهذا بلغ سماعي له عليه والحمد لله‘‘. یہاں ’’علیه‘‘ میں ضمیر سے مراد فقیہ و وزیر ابو جعفر ہیں۔(۱۰۰) پھر تیسری تحریر یہ ہے: ’’كتبت جميعه من كتاب قوبل بكتاب ثابت بن قاسم بن ثابت بن حزم العوفي السر قسطي الذى بخطه، وكان كتبه للحكم أمير المؤمنين، من الكتاب الذى عمل فيه أبوه قاسم بن ثابت‘‘(۱۰۱)

۳۔ اسی وجہ سے زیر نظر نسخہ کے کاتب نے اس کی کتابت میں اس قدر جانفشانی، عرق ریزی اور دقت نظر سے کام لیا ہے۔ چنانچہ مشکل اور مشتبہ حرف پر توقف کرتا ہے، لغزش اور فروگذاشت پر متنبہ کرتا ہے، اور اگر کہیں کاتب کا قلم یا ذہن بہک گیا ہے تو اس کی اصلاح کرتا ہے۔ نسخوں میں روایت کا اختلاف ہے تو اس کو درج کرتا ہے اور معمولی سے معمولی چیز کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ اس

---

(۹۹) فہرست ابن خیر: ۱۸۸، الصلۃ ۱: ۷۸

(۱۰۰) لیکن اگر یہ تعلیق خود ابو جعفر کی ہے، کیوں کہ اس کے ساتھ کوئی نام مذکور نہیں ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابو جعفر نے مکمل کتاب کی سماعت دوسرے کی قراءت سے فقیہ ابوالولید سے کی۔

(۱۰۱) مخطوطۂ ظاہریہ (۱۷۹ب۔۱۸۰الف)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

طرح کاتب نسخہ نے ''ضبط'' کا حق ادا کردیا ہے۔

الف- ایک سے زیادہ مرتبہ اس نسخہ کی روایت کا حوالہ دیا ہے جو ثابت کو پڑھ کر سنایا گیا تھا (اصل) مثلاً: '' كذافی الأصل المقروء علی ثابت " یا " وقع فی النسخة المقروءة علی ثابت " یا " وكذلک عندثابت " یا " فی الأصل لثابت ، وصحح عليه '' (۱۷الف، ۶۰ب، ۶۱ب، ۶۲ب، ۷۸الف، ۸۵ب، ۱۱۸الف، ۱۱۹ب) کبھی کبھی اس روایت کا حوالہ دیا ہے جس میں خود پڑھا ہے مثلاً: '' كذاأقرأنيه وقال : يعنی الواسعة '' (۱۶۲الف)

ب- اثنائے کتابت میں اگر کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے تو حاشیہ میں اس پر استدراک کیا ہے اور اس کی جانب ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے: '' صح ، من الأصل " یا " صح ، من الأم '' (۷۲ب، ۱۰۵ب)

ج- مختلف نسخوں میں روایت کے اختلاف کو خواہ کتنا ہی معمولی اور ناقابل التفات کیوں نہ ہو ذکر کیا ہے، مثلاً:

-ایک جگہ متن میں ہے: '' وقال غيره:قال الكسائی ''دوسرے ''قال'' پر کاتب نے لفظ کے نیچے ''خ ،عن'' لکھ دیا ہے یعنی دوسرے نسخہ میں متن یوں ہے: ''قال غيره عن الكسائی '' (۱۰ب)

-ایک جگہ قاسم بن ثابت نے ذوالرمہ کے درج ذیل شعر سے استشہاد کیا ہے:

والمحن لمحا عن خلود أسيلة　　　رواء خلاما أن تشف المعاطس (۱۰۲)

اس شعر پر حاشیہ میں یہ لکھا ہے: 'خ ،ماإن تشف المعاطس'' یعنی دوسرے نسخہ میں شعر کی روایت میں إن مخففہ کا ہمزہ مکسور ہے (۶۰ب)

- قاسم نے لفظ ''فند'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: '' وأصل

(۱۰۲) دیوان ذی الرمۃ ۲: ۱۱۲۷

الفندقطعة من جبل '' کاتب نے اس پر حاشیہ لکھا: ''خ'' القطعة من الجبل ''یعنی دوسرے نسخہ میں '' جبل '' پر ''ال'' داخل ہے (۴۸الف)

-متن میں ثابت بن عبداللہ بن الزبیر کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

''...لعن الله ... محمد بن أبی حذيفة ، الرامی أمير المؤمنين عثمان برؤوس الأقانيز'' (۱۰۳)

اس پر کاتب نے یہ حاشیہ لکھا: [الأقانيز]" يعنی الكيزان ، وفی بعض النسخ : الأفانين جمع أفنون ، وهی الحية'' (۱۰۴) (۱۰۵الف)

اس طرح کی مثالیں کثرت سے ہیں جن کا احاطہ کرنا یہاں مقصود نہیں ہے (۳۸ب، ۱۰۷الف، ۱۵۳ب) تحریر میں باریک بینی وجزرسی، نقل میں دیانت داری، مقابلہ میں صحت وصداقت اور معمولی سے معمولی اختلاف کو درج کرنے کی یہ آخری حد ہے جو ہو سکتی ہے۔

۴- کتاب الدلائل کا زیر بحث نسخہ خوش قسمتی سے ایسے جلیل القدر علماء کے ہاتھوں میں رہا جنھوں نے اس کا مطالعہ کیا، تصحیح وتکمیل کی اور اپنے بیش قیمت حواشی سے آراستہ کیا۔ ہر بعد میں آنے والے نے اپنے پیش رو کے کام کو آگے بڑھایا۔ کاتب نے ان علماء کی تمام تحریروں اور اقوال وافادات کو کتاب کے حواشی میں جمع کردیا ہے جس سے اس نسخہ کی قیمت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔ ان تعلیقات میں کسی لفظ یا فقرہ کی تشریح کی گئی ہے یا کسی مفہوم کی توضیح، اعراب کی

(۱۰۳) ثابت بن عبداللہ بن الزبیر کا یہ قول ''نسب قریش'' از مصعب: ۴۸، اور ''جمہرۃ نسب قریش واخبارہا'' از زبیر بن بکار (تحقیق محمود محمد شاکر) ۱: ۸۵ میں نقل کیا گیا ہے۔ قاسم بن ثابت نے کتاب الدلائل میں ثابت بن عبداللہ کی حدیث محمد بن القاسم الجمحی عن الزبیر بن ابی بکر (بکار) کی سند سے نقل کی ہے۔

(۱۰۴) لسان العرب میں ہے (قنز): '' قال ابن الاعرابی: اقتز الرجل: اذا شرب بالاقنیز طربا، وھو الدن الصغیر '' التکملۃ از صاغانی ۳: ۲۹۵ میں بھی اسی طرح کی عبارت ہے۔ أفنون: سانپ (لسان العرب، فنن)۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

کوئی صورت بیان کی گئی ہے یا شعری شواہد میں سے کسی کو اس کے سابق ولاحق کا ذکر کرکے مکمل کیا گیا ہے، کسی شعر کا قائل مذکور نہیں ہے تو اس کے قائل کا پتہ دیا گیا ہے یا اگر اصل قائل کی بجائے غلطی سے کسی اور کی جانب نسبت ہو گئی ہے تو اس کی تصحیح کی گئی ہے، کہیں کوئی اشتباہ ہو رہا تھا تو اس کا ازالہ کیا گیا ہے یا کوئی اعتراض پیدا ہو رہا تھا تو اس کو دفع کیا گیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔(۱۰۵) مثلاً:

- مصنف کتاب قاسم بن ثابت نے الحصین بن الحمام المری کا یہ شعر پیش کیا ہے:

ولمارأيت الصبر ليس بنافعي　　　وإن كان يوماذا كواكب أشهبا

اس شعر میں قاری کو ایک اشتباہ ہو سکتا تھا جس کے ازالہ کے لئے درج ذیل حاشیہ لکھا گیا:

"وقع هذا البيت فی قصيد تين كلاهما للحصين بن الحمام المری : إحداهما على قافية الباء ، والثا نية على قافية الميم ، ووقع فی القصيدة البائية : "أشهبا" ، وفی القصيدة الميمية "مظلما" وبعد هذاالبيت:

صبرنا ، وكان الصبر منا سجية　　　بأسيافنا يقطعن كفاومعصما

ووقع فی القصيدة البائية:

.... كفاومنكبا

(۱۰۵) یہ تعلیقات جن سے کتاب کے حواشی مزین کئے جاتے تھے علماء کی خاص توجہ اور دلچسپی کا باعث ہوتی تھیں۔ ان کے بیش قیمت فوائد کی وجہ سے ان کا مطالعہ گہری نظر سے کیا جاتا تھا۔ موطا کا ذکر کرتے ہوئے ایک عالم کہتے ہیں: "قرأت أنا عليه مافی جوانب الكتاب من كلام ابن وضاح ، ومن كلامه" (کتاب کے گوشوں اور حاشیوں میں ان کی اور ابن وضاح کی جو عبارتیں ہیں وہ بھی میں نے ان سے پڑھیں)(فہرست ابن خیر:۸۰)

والقصيدة الميمية أشهر (۱۰۶) ، وإنماذكرت هذا لئلايراه من رأى فيظن أنه غلط "(۵الف)

- کمیت کے ایک شعر میں لفظ "أراب" آیا ہے اس پر یہ حاشیہ ہے:

"رابنی الشيئ : علمت منه الريبة ، وأرابنی : ظننت به الريبة" (۱۰۷)(۶۱الف)

- مصنف نے ایک پوری فصل لغت سے متعلق لکھی ہے اس پر یہ حاشیہ ہے:

" هذا الفصل المعلم عليه إلى آخره ، قدتقدم فی حديث أبی موسى الاشعری"(۶۳الف)

اسی طرح کا ایک حاشیہ دوسری جگہ بھی ہے:

"هذا الفصل كله قد تقدم إلى آخره فی حديث النبی عليه السلام" (۳۵ب)

- مصنف نے طرماح کا یہ شعر پیش کیا ہے جس میں شاعر ہرن کے بچہ کا ذکر ہوئے کہتا ہے:

أو كأسباد النصية لم　　　تجتذل فی حاجر مستنام

اس پر بائیں طرف یہ حاشیہ ہے:

"لم تجتذل ، وقع فی ديوان شعره بمعنى تستأصل ، و الحاجر : الذی يمسک الماء"

(۱۰۶) الحصین بن الحمام المرّی کے قصیدہ میمیہ کے لئے ملاحظہ ہو: المفضلیات شرح الانباری: ۱۰۰۔۱۲۱، المفضلیات شرح التبریزی ۱:۳۲۱۔۳۴۸، الحماسہ شرح المرزوقی ۱:۱۹۷۔۱۹۹، ۳۸۶۔۳۹۲، خزانۃ الادب ۲:۷۔۸، ۳:۳۵۲۔۳۵۵، الاغانی ۱۴:۶۔۸، الشعر والشعراء ۲:۶۳۔

(۱۰۷) لسان العرب (ریب) میں ہے: رابنی : علمت منه الريبة ، و أرابنی : أوهمنی الريبة وظننت ذلک به "

Toobaa-elibrary.blogspot.com

دائیں طرف اس شعر سے پہلے جو شعر ہے اس کو نقل کیا گیا ہے اور یہ حاشیہ لکھا ہے:

’’وقبلہ ‘‘

مغزلاتحنو لمستوسن　　　مائل لون القضيم التهام (۱۰۸)

والقضيم : الصحيفة ، شبهه بها فی بياضه ، وينسب القضيم إلى تهامة، قال أبو عمرو الشيبانی:مستنام : تركته أمه نائما فی الحاجر ‘‘(۴۵ب)

-اسی صفحہ پر مصنف نے امرؤالقیس کے غلام دھیقین کا ایک شعر نقل کیا ہے اس پر حاشیہ نگار نے یہ استدراک لکھا ہے:

’’غیر ہ يرويه لسحيم عبدبنی الحسحاس ‘‘(۴۵ب)

-حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: ’’أمهلنا ، يسبخ عنا القيظ ...... أمهلنا ينسلخ عنا القر‘‘

اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

’’ كذاالرواية --: يسبخ ، وينسلخ ، بالجزم على جواب الأمر ، وهو كلام من مجاز لأن الامهال ليس بسبب لتسبيخ الحر ، وانسلاخ الشتاء ، إنهماأمران واقعان أمهلهم أولم يمهلهم ولكنه لماكان إمهاله إياهم مما يفضی بهم إلى الغزوعند تسبيخ الحروانسلاخ القر جعلهاجواباً للأمر ، إذاكانا مقارنين للغزو ، والذی هوالجواب فی الحقيقة . وماقارن الشيء وصاحبه جری فی بعض أحواله مجراه ‘‘(۱۱۰الف)

-مصنف نے ہائے ہوز کے حذف پر گفتگو کی ہے جس پر یہ حاشیہ ہے:

’’هذاكله مخالف لمذهب سيبويه‘‘(۱۴۰ب)

-مصنف نے ذوالرمہ کا درج ذیل پیش کیا ہے:

---

(۱۰۸) دیوان الطرماح:۳۹۶۔۳۹۷، المعانی الکبیر:۷۰۶

إذاالأروع المشبوب أضحى كأنه　　　على الرحل مماَمنّه السير أحمق(۱۰۹)

اس شعر پر یہ حاشیہ ہے: ’قبلہ‘‘

فأصبحت أجتاب البلادكأننی　　　حسام جلت عنه المداوس مخفق

وقع هذا البيت أيضا فی قصيد ة أخر ی لذی الرمة دالية:

....　　　.........مما منّه السير عاضد(۱۱۰)

وقبلہ:

أقمت له صدر المطی ومادری　　　أجائرةأعناقهاأم قواصد‘‘(۱۲۸ب)

-متن میں یہ شعر مذکور ہے:

فأی الناس لم نسبق بوتر　　　وأی الناس لم نعلک لجاما

اس پر جو حاشیہ ہے وہ حسب ذیل ہے:

’’هو لجذل الطعان الكنانی، واسمه عمير بن قيس،وقال أبو عبيد : اسمه علقمة بن فراس ، وقبله:

لقد علمت معدأن قومی　　　كرام الناس،إن لهم كراما‘‘(۱۱۱)(۱۳۱الف)

- قاسم بن ثابت نے ابراہیم نخعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ’’انه كره المخمور من النبيذ ‘‘ پھر مخمور، خمرة، اور خمیر کی تشریح کی ہے جس پر یہ حاشیہ لکھا گیا:

’’وأماقوله عليه السلام : وخمروا شر ابكم ولو بعود،فمن قولک : خمرت الاناء: إذاغطيته ، ومنه قو لهم : اختمرت المرأة بالخمار خمر ة

---

(۱۰۹) دیوان ذی الرمۃ ۱: ۴۸۴۔۴۸۷

(۱۱۰) دیوان ذی الرمۃ ۲: ۱۱۱۲

(۱۱۱) امالی القالی ۱: ۴، سمط اللآلی ۱: ۱۰۔۱۱، الاوائل از عسکری ۱: ۶۸۔۶۹، شعر کی تخریج کے لئے ملاحظہ ہو: سمط اللآلی ۱: ۱۱، اور الاوائل کا حاشیہ ۱: ۶۸

Toobaa-elibrary.blogspot.com

واختمارا ، والمختمرة من الضأن :هی السوداء .وراسها أبیض، و کذلک من المعز ، ویر وی فی الحدیث : لایو جد المؤمن إلا فی إحدی ثلاث :فی مسجد یعمره ، أو بیت یخمره ، أو معیشة یدیر ها ، قال أبوزید : یخمر ہ یلزمه ، ویقال : خامرالرجل بیته یخامره ، ویخمرّه تخمیرا إذا لزمه ، وهذامکان خمر : إذا کان یوا ری .کل شیيء، ومنه قول الشاعر :

فلا تد فنونی إن دفنی محرم   علیکم ،ولکن خامری أم عامر (۱۱۲)

المحفوظ : أبشری . أی ألقونی إلی الضبع ، وذلک أن الصائد إذا هجم علیها قال : خامری أم عا مر ، أی اسکنی واهدئی ، فتسکن حتی تصاد، وذلک لحمقها ‘‘(۱۵۳الف)

-مصنف نے مروان بن الحکم کی حدیث تابعین کی احادیث میں ذکر کردی ہے اس پر یہ حاشیہ ہے:

’’ هذا إنما یجب أن یکون فی الصحا بة ،وکذلک هوفی بعض النسخ ، بعد حدیث الحکم (۱۱۳)أبیه‘‘(۱۵۳ب)

-اسی طرح کا حاشیہ ایک جگہ عمرو بن معد یکرب کی حدیث پر لکھا گیا ہے:

’’کا ن ینبغی أن یکون هذا الحدیث فی الصحابة‘‘(۱۲۳ب)

-اسی سے ملتا جلتا حاشیہ ایک دوسری حدیث پر یہ لکھا گیا ہے:

’’هذا مقدم عندأبی علی (الغسانی) فی أول الحدیث‘‘(۲۸الف)

۵- بعض حواشی میں علماء نے روایت اور اس کی صحت پر گفتگو کی ہے مثلاً:

-ذوالرمہ کا شعر ہے:

---

(۱۱۲)الحماسۃ شرح المرزوقی ۲: ۴۸۷-۴۹۱،ذیل الامالی:۳۶،سمط اللآلی ۳: ۲۰،شعر کی تخریج کے لئے دیکھئے سمط اللآلی کا حاشیہ۔

(۱۱۳)الحکم بن ابی العاص کی حدیث مخطوطۂ دلائل:۴۸الف پر دیکھئے

وألمحن لمحا عن خدود أسیلة   رواء خلاما أن تشف المعاطس

اس پر ایک عالم نے یہ تعلیق لکھی:

’’أراد خلاءً أن تشف ، ولکن کذا الروایة‘‘(۶۰ب)

-ایک شعر کی روایت قاسم نے اس طرح کی ہے:

و هم یشف الحزن منی مکانه   وأحداث دهرمایعزی بلاؤها

اس پر یہ حاشیہ ہے:’’ الصواب : یشف الجسم منی مکانه ، ولکن کذاالروایة‘‘(۶۰ب)

-حضرت کعب کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے محمد بن ابی حذیفہ سے فرمایا:

’’یا بنی أجد في کتاب الله أن رجلا أبش الثنایا ، یحجل فی الفتنة کما یحجل الحمارفی القید ، فاحذر أن تکون أنت هو‘‘

اس پر یہ حاشیہ لکھا گیا:

’’فاحذر أن تکون أنت إیاه ، ولکن کذا الروایة‘‘(۱۰۴ب)

۶۔ بعض تعلیقات اس سے زیادہ مفصل اور معلومات افزا ہیں مثلاً:

- قاسم بن ثابت نے حاتم طائی کا درج ذیل شعر نقل کیا ہے:

وأسمر خطی کأن کعوبه   نوی القسب قد أردی ذراعاعلی العشر

اس شعر پر بائیں جانب حاشیہ میں ’’أردی‘‘ کی جگہ پر دو اور روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے یعنی ’’أرمی‘‘’’أربی‘‘ پھر ’’أردی‘‘ کا محل استعمال بتانے کے لئے بطور مثال ایک جملہ پیش کیا گیا ہے۔ملاحظہ ہو:

’’ومثله : أردی علی الخمسین ، وأردیت علیها . قال الأصمعی : فإن کان دنا لها ولم یبلغها قال : زنأت علی الخمسین ، وحبوت لها‘‘

اسی شعر پر دائیں جانب ایک اور حاشیہ ہے جس میں ایک تصحیح کی گئی ہے،

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ملاحظہ ہو:

"الصواب : وأسمرَ خطيا ، بالنصب ، لأن قبله:

متى ما يجئ يوما إلى المال وارثى يجد جمع كف غير ملأى ولا صفر
يجد فرساً مل ء العنان، وصارما حساما ، إذا ماهز لم يرض بالهبر (۱۱۴)

والشعر لحاتم طيئ"" (۱۱۱الف)

- مصنف نے درج ذیل شعر سے استشہاد کیا ہے:

حتى إذا أجرس كل طائر قامت تعنظى بک سمع الحاضر

اس شعر پر یہ حاشیہ ہے:

"وقع فى النسخ : بک ، بفتح الكاف ، والصواب بكسر ها لأن قبله:

وقد خشيت أن يكب قابرى ولم تمارسک من الضرائر
[ذات شذاة حمة الصراصر] تصر إصرار العقاب الكاسر (۱۱۵)

والرجز لجندل بن المثنى [الطهوى] ، وقيل لمدرک بن حصن

(۱۱۴) دیوان حاتم الطائی (طبع لندن ۱۸۷۲ء): ۴۳، یہ قصیدہ ابن الکلبی کی روایت سے ہے، دیوان حاتم (خمسۃ دواوین العرب): ۱۰، اوس بن حجر کے ایک شعر کا پہلا مصرعہ حاتم کے شعر کے پہلے مصرعہ سے ملتا جلتا ہے (دیوان اوس: ۸۳) اسی وجہ سے بعض لوگوں نے حاتم کا شعر اوس کی جانب منسوب کر دیا (ملاحظہ ہو: لسان العرب: نسب، زنج، ردی، ری) ابن بری لکھتے ہیں (اللسان۔ نسب): یہ شعر حاتم طائی کا بیان کیا جاتا ہے مگر مجھے یہ شعر حاتم کے دیوان میں نہیں ملا۔

(۱۱۵) یہ رجز لسان العرب (جرس، عنظ) میں موجود ہے۔ لسان العرب میں تعنظی کی تشریح اس طرح کی گئی ہے: "تعنظى بک : اى تغرى و تفسدوتسمع بک وتفضحک بشنيع الكلام، بمسمع من الحاضر، وتذكرک بسوء عند الحاضرين ، وتندد بک وتسمعک كلاما قبيحا" نیز دیکھئے: التکملۃ از صاغانی (جرس، عنظ) ۳: ۳۳۱، ۴: ۲۰۰، القلب والابدال: ۳۴، تہذیب الالفاظ: ۲۶۳۔۲۶۴، امالی القالی ۲: ۱۸، سمط اللآلی ۲: ۷۰۲۶۸۰۔۷۰۳، المخصص ۸: ۱۳۵، رجز کی تخریج کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ السمط ۲: ۷۰۲

الأسدى" (۲۷ب)

- مصنف نے لکھا ہے کہ اونٹوں کے وصف میں اہل عرب کے دو طریقے ہیں: کبھی تو وہ اونٹوں کی سنگدلی اور تحمل و برداشت کا ذکر کرتے ہیں اور کبھی ان کی نرمی، بے تابی اور بے قراری کا۔ اس پر ایک عالم نے یہ حاشیہ لکھا:

" وليس هذا لاختلاف مذهبين، بل هو لاختلاف حالين ، فاعلمه" (۷۶الف)

- مصنف نے عربی مثل " ما اشاءک إلى مخة عرقوب" سے استشہاد کیا ہے اس پر کتاب کے قارئین میں سے کسی عالم نے یہ حاشیہ لکھا ہے: "وليس المثل هكذا ، إنما المثل : شرما أشاء ک إلى مخة عرقوب" (۱۱۶) (۹۱الف)

- مصنف نے ذوالرمہ کا درج ذیل شعر نقل کیا ہے:

ترى خلفها نصفين . نصف قويمة ونصف نقا يرتج أويتمرمر

اس پر یہ حاشیہ ہے:" الرواية المعروفة :

ترى خلفها نصفا قناة قويمة ونصفاً نقا............ (۱۱۷)

ويروى :

......نصف قناة قويمة ونصف نقا............

وهذا الذى رواه القاسم غير معروف ، وتقديره على روايته: نصف قويمة ، فحذف الموصوف ، وأقام الصفة مقامه" (۱۰۶ب)

فرو گذاشتوں اور غلطیوں کی تصحیح کی مزید مثالوں کے لئے ملاحظہ ہو ۹۰ ۷ الف، ۱۱۵الف، ۱۱۱۸الف، ۱۱۹ب، ۱۲۳ب، ۱۶۵ب، ۱۷۱ب)

۷۔ ان گمنام حواشی کے پہلو بہ پہلو، جو اپنے ماخذ کا حوالہ دیئے بغیر لکھے گئے

(۱۱۶) مجمع الامثال از میدانی ۱: ۳۷۲

(۱۱۷) دیوان ذی الرمۃ ۲: ۶۲۳۔۶۲۴، ۳: ۹۸۲

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ہیں، نسخۂ زیر بحث میں کثرت سے ایسے حواشی ہیں جو لغت، اعراب اور ادب کے مشہور ائمہ کے حوالہ سے نقل کئے گئے ہیں اور بسا اوقات ان کی کسی متعین کتاب کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ ان حواشی کی کثرت اور ان میں نقل وروایت کی وسعت اور تنوع سے اندازہ ہوتا ہے کہ علمائے اندلس نے کتنی محنت، اہتمام اور دقت نظر سے کتاب الدلائل کا مطالعہ کیا تھا نمونہ کے طور پر ایسے چند حواشی کا حوالہ ذیل میں دیا جاتا ہے:

اصمعی: (۹ب، ۱۱۱الف، ۷۰ب، ۱۲۷الف، ۱۴۴ب، ۱۶۳الف) ابو عبیدۃ: (۱۲۷الف) ابو حاتم: (۶۲ب، ۶۷الف، ۹۰ب، ۱۰۷الف، ۱۱۰الف) کتاب العین یا صاحب العین: (۳ب، ۱۸الف، ۶۱ب، ۸۷ب، ۹۳الف، ۱۳۳ الف، ۱۴۹الف، ۱۵۴الف) خلیل: (۵۸الف ۷۲ب، ۱۰۲ب، ۱۱۰ب، ۱۴۲ب) النضر بن شمیل: (۹۵الف، ۱۶۷ب) یونس (۱۳۰ب) سیبویہ (۵الف، ۱۰۶ب)

مصنف نے ابن الاعرابی کا یہ قول نقل کیا ہے: ''الرقة :أول خروج النبت رطبا'' اس پر یہ حاشیہ ہے:

''فی کتاب المفضلیات والاصمعیات : الرق ماسهل علی الماشیة من الأغصان ، ذکره فی تفسیر قول جبیهاء الاشجعی یصف عنزا:

ولو انها طافت بظنب معجم نفی الرق عنه جذبها فهو کالح (۱۱۸)

کتاب الحماسہ سے بھی متعدد اقتباسات ہیں (۲۱ب)

اس کے علاوہ درج ذیل علماء اور ان کی تصنیفات سے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں:

ابو عمرو الشیبانی (۴۵ب) الکسائی (۲الف، ۶۹الف، ۱۰۱ب) الفراء (۲۷ب، ۶۷

(۱۱۸) المفضلیات بشرح الانباری: ۳۳۳، المفضلیات بشرح التبریزی ۲: ۷۸۶، لسان العرب (ظنب شرر، قمر)۔

الف، ۱۵۳ب) ابوزید انصاری (۴۹الف، ۹۵الف، ۱۵۳الف، ۱۶۶ب) ابن الکلبی (۱۲۳الف) ابن الاعرابی (۵۸الف، ۷۷الف) ابو عبید القاسم بن سلام (۱۱۱الف، ۳۳الف، ۶۷ب، ۸۷ب ۱۱۸الف، ۱۳۶ب، ۱۴۴ب) الغریب المصنف از ابو عبید (۶۷ب، ۱۳۲ب، ۱۷۱الف) ابو حنیفہ (۷۳ب، ۱۳۱ب، ۱۳۶ب، ۱۳۷الف) یعقوب ابن السکیت (۳۳الف، ۴۵ب، ۶۲الف، ۶۷الف، ۶۸الف، ۸۳الف، ۱۱۸الف، ۱۴۲الف، ۱۴۸ب، ۱۶۳الف) الالفاظ از ابن السکیت (۱۶۹الف) الاصلاح از ابن السکیت (۱۶۶ب) ابن قتیبہ (۸الف، ۱۳۲الف، ۱۳۷ب، ۱۳۹ب، ۱۴۱الف) کتاب الانواء از ابن قتیبہ (۳ب) المسائل از ابن قتیبہ (۹۱الف) غریب الحدیث از ابن قتیبہ (۱۲۵ب) ابو العباس مبرد (۱۶ب، ۳۵ب، ۴۹الف، ۶۷الف، ۶۸الف، ۷۰الف، ۷۶ب، ۱۰۱ب) الکامل از مبرد (۸۶ب) ثعلب (۱۶ب، ۶۸الف، ۱۰۱ب) ابو بکر ابن درید (۳۵ب، ۴۸الف، ۱۰۹ب، ۱۲۵الف، ۱۴۴الف، ۱۴۵الف، ۱۴۸ب) کتاب الجمہرۃ از ابن درید (۱۶۰ب) الزبیر بن بکار (۸۳الف) الاثرم (۱۶۹الف) الحامض (۱۶۷الف) المطرز (۲الف، ۱۲ب، ۱۶ب، ۶۷ب، ۷۶ب، ۱۴۰ب، ۱۶۹الف) ابو اسحٰق زجاج (۱۲۸الف) ابو علی قالی (۴الف، ۱۷الف، ۲۹ب، ۳۴الف، ۴۴الف، ۴۹الف، ۶۶الف، ۷۱الف، ۸۴ب، ۸۵ب، ۹۳الف، ۹۵الف، ۱۰۷الف، ۱۰۹ب، ۱۲۶الف، ۱۲۷ب، ۱۲۸الف ۱۳۲الف، ۱۳۳ب، ۱۳۸الف، ۱۴۴ب، ۱۷۳ب) المقصور والممدود از قالی (۲۷ب) البارع از قالی (۹۱الف، ۱۳۹ب، ۱۶۲ب، ۱۶۳الف) النوادر از قالی (۱۳۰ب) الہمز از قالی (۱۷۸الف) السیرافی (۱۳۸ب) ابن خالویہ (۱۲۸الف)

درج ذیل علماء کے بھی اقوال ملتے ہیں:

اصفہانی (۳الف) ابن ولاد (۸۵ب) ابن القوطیہ (۶۸الف) الزبیدی

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱۵۴الف) احمد بن فارس فی کتابہ المجمل (۱۶۹الف) ابن جنی (۱۴۸الف) ابو ریاش (۱۶۲الف) ابن الفرضی (۱۰۲الف) الهروی فی الغریبین (۷۹الف، ۲۵ب) دار قطنی (۷ب، ۷۱ب) حافظ عبدالغنی (۷۱ب)

۸۔ نسخۂ زیر بحث میں یا بعض دوسرے نسخوں میں اگر تصحیف واقع ہو گئی ہے تو اس کی تصحیح بھی ان حواشی میں کی گئی ہے (۸۳الف، ۱۰۱الف، ۱۳۲الف) مثلاً جلیلہ کا بھائی جساس جب اس کے شوہر کلیب کو قتل کر دیتا ہے تو کہتی ہے:

تحمل العین قذی العین کما   تحمل الأم أذی من تفتلی

اس شعر پر یہ حاشیہ ملتا ہے:

"ترید أذی ولدها الذی تفلیه، أی تفطمه عن الثدی، یقال: فلوت المهر عن أمه وافتلیته(۱۱۹)، فاستعارته فی الانسان، وفی بعض النسخ: یعتلی، وهو تصحیف"(۱۰۹الف)

۔ مصنف نے اصمعی سے درج ذیل مصرعہ نقل کیا ہے:

.... کأنها مثل من یمشی علی رود

اس پر یہ حاشیہ ہے: "البیت بکماله:

یکاد لاتثلم البطحاء وطأته   کأنه ثمل یمشی علی رود"(۱۲۰)

۹۔ مخطوطہ کے حواشی میں یہ تین رموز بار بار آتے ہیں: س، ع، غ۔ کاتبوں کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ مخطوطہ کے شروع میں ان رموز کی وضاحت کر دیتے ہیں، مگر کتاب الدلائل کے نصف اول کے ضائع ہو جانے کی وجہ سے اس

(۱۱۹) لسان العرب (فلا) میں ہے: فلا الصبی والمهر، وأفلاه، وافتلاه: عزله عن الرضاع وفصله، وقد فلوناه عن أمه: أی فطمناه، وفلوته عن أمه وافتلیته، اذا فطمته۔

(۱۲۰) لسان العرب وتاج العروس (رأد، رود) اساس البلاغۃ (رود) شرح القصائد السبع للانباری: ۴۰۳، شرح اشعار الهذلیین: ۸۷۲

وضاحت تک رسائی ناممکن ہو گئی، بہر حال ان راویوں کے تتبع سے جن کے ہاتھوں میں کتاب الدلائل رہی اور جنھوں نے اس کا مطالعہ کیا اور علمی حلقوں میں اس کی اشاعت کی نیز تینوں رموز کے حواشی پر بار بار غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ "س" سے مراد ابو مروان عبدالملک بن سراج اور "ع" سے مراد ابو علی غسانی ہیں۔ البتہ "غ" کے بارے میں موجودہ مواد اور معلومات کی روشنی میں کوئی قیاس آرائی مشکل ہے۔ زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ "غ" سے اشارہ خولانی سے روایت کرنے والے کسی عالم کی جانب ہے۔ ذیل میں ہم اس نسخہ میں ان تینوں کی جانب منسوب حواشی کے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

(الف) امام ابو مروان عبدالملک بن سراج (۱۲۱) کے حواشی:

۔ س: الدعدعة: تحریک الاناء حین تملؤه، بالدال غیر معجمة، تقول: دعدعت الکأس إذا ملأتها قال:

فدعا سرة الرکاء کما دعـ   ـدع ساقی الأعاجم الغربا(۱۲۲)(۷ب)

۔ س: ویروی بسهم الأخیب، أی بسهم الخیبة (۱۱۰الف)

مصنف کی عبارت: "نا ابن الهیثم عن داود بن محمد عن یعقوب قال: الذّ: القطع وانشد للبید:

لورد تقلص الغیطان فیه   یذ مفازة الخمس المغالی

یقول: تقصر هذه الغیطان إذا سارها، من سرعته، وشدة شده،

(۱۲۱) ابو مروان کا نام متعدد حواشی میں صراحت کے ساتھ آیا ہے مثلاً: "قال أبو مروان بن سراج: لاحاجة به الی شیء من هذا. الاطلم والادلم بمعنی واحد..." (۷۱ب)، "قال ابن سراج: بالحاء کلها" (۷۶ب)

(۱۲۲) لبید کے ایک قصیدہ کا شعر ہے۔ ملاحظہ ہو دیوان لبید: ۳۲۱، المحکم از ابن سیدہ ۱: ۳۹، لسان العرب: (غرب، دعع، رکا) شعر کی تخریج کے بقیہ مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو دیوان لبید: ۲۷۰، کتاب الدلائل نے دعدعہ سے ایک دوسری جگہ بھی تعرض کیا ہے۔ (۶۲الف)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

کانها تطوی له"

اس پر ایک حاشیہ ہے: "خ، کا نما "یعنی دوسرے نسخہ میں "کانها" کی بجائے "کانما" ہے لیکن اصل حاشیہ میں لبید کے شعر پر یہ نوٹ ہے: "وقبله:

فأقبلها النجاد، وشايعته   هواديها كأنضية المغالى

لورد تقلص الغيطان عنه   يبذ مغازة الخمس الكمال

كذا رواه الاصمعي :الكمال،بكسر الكاف ،وروى عن الاصمعي: الكمال ،بفتحها، وهو الكامل ،تقلص: تشمر من شدة السير

– ک: الخمس الكمال: يعنى خمس ليال بأيامهن .الكمال:الكاملة، والكمال مصدر وصف به كذا هو فى ديوان شعره "(۱۲۳)(۲۲ب)

– يبحثن بالأيدى و قد وجينا   بحث المضلات لمايبغينا

دمالجا ضيعن أو برينا

ک:من روى :ضيعن ، نصب الدمالج بالمضلّات ، والوجه الآخر : ضيعن دمالجا(۱۵ب)

– قال الراجز :

آدم معروف بأمهاته

س:یعنی فحلا(۳۳ب)

– تقول العرب ـ: تركت فلانا بملاحس البقر

س: أولادها (۱۴۰ب) أى أن العرب تقول : تركت فلانا بملاحس البقر أولادها(۱۲۴)

---

(۱۲۳)دیوان لبید: ۸۳،دونوں شعروں کی تخریج کے لئے دیکھئے دیوان لبید ۳۷۴

(۱۲۴)لسان العرب (لحس) میں ہے:وقولهم تركت فلانا بملاحس البقر أولادها،هو مثل قولهم : بمباحث البقر ، أى بالمكان القفر ، بحيث لا يدرى أين هو۔

– وإنى لكما قال الشاعر :

شجاع إذاما أمكنتنى فرصة   وإلا تكن لى فرصة فجبان

س: يقال : فرصة و رفصة (۴۴الف)

ابو مروان بن سراج کے حواشی کا جو لغت ،نحو ،اعراب اور روایت سے متعلق ہیں یہی طرز ہے ملاحظہ ہو: (۴۹الف ،۶۶ الف ،۷۶الف ، ۷۷ ب ، ۷۸الف، ۸۳الف، ۸۴الف ، ۸۷ب، ۹۵ب، ۱۱۰الف، ۱۱۷ الف، ۱۳۶الف، ب، ۱۳۷ب ،۱۳۹ب ،ب، ۱۴۱الف، ۱۴۳ب ، ۱۴۸ب، ۱۶۵ ب ، ۱۶۷ الف، ب، ۱۷۴الف)

(ب) امام ابو علی غسانی(۱۲۵) کے حواشی

– قال ابن احمر :

وافيت لما أتانى أنها نزلت   إن المنازل مما تجمع العجبا(۱۲۶)

ع: وافيت : حججت ، و أنشد لابن أحمر :

.... إن الناس حجوا قا بلا أن أوافيا(۳۵ب)

– : أراه عن سعيد بن أبى سعد البقال ،عن ع،واسمه سعيد ابن المرزبان(۱۲۷)(۷۳الف)

–ع : معضت ،بالضاد المعجمة، ذكره الحديث، وعليه فسره ، فقال:معض من الشيء وامتعض:أى شق عليه، وغضب له،وأنف منه"(۱۰۹ب)

---

(۱۲۵)ابو علی کا نام مخطوطہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ صراحت کے ساتھ آیا ہے مثلاً "معاعند الفقيه أبى على "(۱۶۶الف)" هذا الحديث ليس عند الفقيه أبى على "(۷۹ب)

(۱۲۶)دیوان عمرو بن أحمر الباہلی: ۴۴،لسان العرب (نزل) شعر کی تخریج کے لئے دیکھئے دیوان ابن احمر: ۱۹۴

(۱۲۷)حالات کے لئے ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ۴:۷۹۔۸۰

Toobaa-elibrary.blogspot.com

– نا ابراهيم قال: نا محمد بن إدريس قال : نا الحميدی، عند ع (۱۱۲الف)

– ع: نا أبوعمر،نا ابن أسد، نا ابن فراس، نا محمد بن علی، ناسعيد بن منصور،نا أبو معاوية عن الأعمش عن مسلم بن مسروق (۱۲۸) قال:تردی فالج فی بئر،فلم يقدروا على منحره فأتی مسروق فقال: ذکوه من قبل شاكلته. الفالج. البعير ذوالسنامين، والشاكلة: الخاصرة (۱۳۲اب)

– ع: يقال: عشب محلس و مستحلس: اذا صارالنبات عليها كالحلس لها، ويقال: أحلس النبت : إذا اخضر بعضه واسود بعضه، أحلس: وقع فی الحديث وفی التفسير، والحاء فيه أعرف، وجوز فيه الخاء المعجمة(۱۳۰الف)

– حرفتهابالحاء ،عند ع (۱۳۹ الف)

– ع عن س: قال سيبويه : وسألت الخليل عن مقتوی ومقتوين، فقال : هو بمنزله الأشعری و الأشعرين يعنی أنک حذفت ياء النسبة ثم جمعت الكلمة على حالها على غير قياس وكان القياس إذا حذفت الياء،

---

(۱۲۸) ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر (۳۶۸۔ ۴۶۳ھ) حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو :الاعلام۹:۳۱۷، ۱۰: ۲۵۴، المستدرک الثانی:۲۶۵، معجم المؤلفین ۱۳:۳۱۵۔۳۱۶

–ابو محمد عبد اللہ بن اسد الجہنی۔

–ابو اسحاق ابراہیم بن أحمد بن فراس۔

–محمد بن علی بن زید الصائغ، قاسم بن ثابت اور ان کے والد نے مکہ میں محمد بن علی کی مجلس میں سماعت کی تھی ۲۹۱ھ میں انتقال کیا (العبر ۲: ۹۰، تذکرۃ الحفاظ ۲:۶۵۹، الوافی بالوفیات ۴:۱۰۷)

–ابو عثمان سعید بن منصور بن شعبہ خراسانی مروزی۔ مکہ میں سکونت اختیار کی اور وہیں ۲۲۷ھ میں انتقال کیا (تہذیب التہذیب ۴:۸۹۔۹۰، فہرست ابن خیر: ۱۳۵) اسی سند سے ابو علی غسانی نے مصنف سعید بن منصور بلخی کی روایت کی (فہرست ابن خیر: ۱۳۵۔۱۳۶)

فوقعت الواو طرفا أن تنقلب ألفا فيصير مقتی مثل ملهی، فتقول : مقتون كما تقول : ملهون، إلا أن العرب استعملته على خلاف هذا، وكأنهم قد جاؤا به في الواحد على أصله، فقالوا :هذا مقتو، ثم جمعوه على ذلک . قال سيبويه: وقد قالوا المقاتوة كما قالوا : المسامعة والمهالبة (۱۲۹) (۱۴۶اب)

– ع: بعدان : بكسرالعين، موضع، وهوالذی ذكره لبيد، وبفتح العين، قوم من بنی أسد، ثم من بنی نصر بن قعين، قالهاأبورياش (۱۶۲الف) اور دیکھئے(۱۶۶الف)

– فإن نغبر فإن لنا لماتٍ وإن نغبر فنحن على نذور

ع عن س: كزا أقرأنيه: نغبر، في الأول والثانی.وقال :هما من الأضداد،والأولى بمعنى الذهاب ،والثانية بمعنى البقاء(۱۶۹الف)

– البيارة بالتاء عند ع (۱۷۶اب)

(ج) "غ" کے حواشی:

– غ: و ترمح: إذا وثب (۲۲ب)

– نا غ : نا الخولانی عن أبي ذر عن أبي بكر بن شاذان عن أبي بكر بن (أبی) داود قال: ناجعفر بن مسافر نا الفريابی نا إسرائيل عن إبراهيم بن مهاجر عن طارق بن شهاب (۱۳۰)، قال طارق: الربيل : يغزو

---

(۱۲۹) کتاب سیبویہ ۲: ۱۰۳۔۱۰۴، الخصائص از ابن جنی ۲: ۳۰۳۔۳۰۴، شرح القصائد السبع از الانباری: ۴۰۳۔۴۰۴، شرح القصائد العشر از تبریزی: ۳۴۶، عمرو بن کلثوم اپنے معلقہ میں کہتا ہے:

تهددنا وأوعدنا رويدا متى كنا لأمک مقتوينا

(ملاحظہ: الانباری: ۴۰۲۔۴۰۳، التبریزی: ۳۴۵۔۳۴۶)

(۱۳۰) ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن غلبون خولانی (۴۱۸۔۵۰۸ھ) حالات کے لئے دیکھئے: الصلۃ ۱:۷۶، بغیۃ الملتمس: ۱۵۵

Toobaa-elibrary.blogspot.com

القوم وحده (۱۳۱) (۱۳۹الف)

– غ : ورواه أشعث بن سواد عن ابن سيرين عن شريح (۱۳۲) من قوله (۱۰۹اب)

=–ابوذر عبد بن أحمد بن محمد بن عبد اللہ بن غفیر انصاری مالکی، مقیم مکہ (متوفی ۴۳۴ھ) حالات کے لئے دیکھئے تاریخ بغداد ۱۱: ۱۴۱، العبر ۳: ۱۸۰–۱۸۱، البدایۃ والنہایۃ ۱۲: ۵۰–۵۱، ابن خیر نے ابوذر کی بعض کتابوں کا ذکر کیا ہے (فہرست ابن خیر: ۷۰، ۸۹، ۲۵۰، ۲۶۰، ۲۶۷، ۲۷۶، ۲۸۶–۲۸۷، ۳۰۳)

–ابو بکر احمد بن ابراہیم بن شاذان، اپنے دور میں بغداد کے محدث تھے۔ (متوفی ۳۸۳ھ) حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد ۴: ۱۸–۲۰، المنتظم ۷: ۱۷۲–۱۷۳، نیز ملاحظہ ہو: العبر ۳: ۲۲، تذکرۃ الحفاظ: ۱۰۱۶

–ابو بکر بن (أبي) داود: عبد اللہ بن سلیمان بن الاشعث (۲۳۰–۳۱۶ھ) حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد ۹: ۴۶۴–۴۶۸، تذکرۃ الحفاظ: ۷۶۷–۷۷۳، میزان الاعتدال ۲: ۴۳۳–۴۳۶، لسان المیزان ۳: ۲۹۳–۲۹۷، طبقات الحنابلۃ ۲: ۵۱–۵۵، المنتظم ۶: ۲۱۸–۲۱۹۔

–ابو صالح جعفر بن مسافر (متوفی ۲۵۴ھ) دیکھئے: تہذیب التہذیب ۲: ۱۰۶–۱۰۷

–ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن واقد فریابی (۱۲۰–۲۱۲ھ) "صدوق"، ثقہ اور اپنے زمانہ کے ارباب کمال میں شمار ہوتے تھے (تہذیب التہذیب ۹: ۵۳۵–۵۳۷، الجرح والتعدیل ۴/۱: ۱۱۹–۱۲۰، التقریب ۲: ۲۲۱)

– ابو اسحاق ابراہیم بن مہاجر بجلی کوفی: تہذیب التہذیب ۱: ۱۶۷–۱۶۸، الجرح والتعدیل ۱/۱: ۱۳۲–۱۳۳، میزان الاعتدال ۱: ۶۷–۶۸۔

–ابو عبد اللہ طارق بن شہاب الاحمسی الکوفی (متوفی ۸۲ھ) ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ۵: ۳–۴، الاصابہ ۳: ۲۸۱–۲۸۲، الجرح والتعدیل ۲/۱: ۴۸۵، تاریخ الاسلام ۳: ۲۵۹، طبقات ابن سعد ۶: ۶۶

(۱۳۱) نہایۃ ابن الاثیر (رجل) میں ہے: الرجیل: اللص الذی یغزو القوم وحدہ۔

(۱۳۲) اشعث بن سوار الکوفی (متوفی ۱۳۶ھ) ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ۱: ۳۵۲–۳۵۴، ابو بکر محمد بن سیرین بصری، اپنے دور کے امام تھے (متوفی ۱۱۰ھ) ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ۹: ۲۱۴–۲۱۷، العبر ۱: ۱۳۵–۱۳۶، حالات کے ماخذ کے لئے ملاحظہ ہو: الاعلام زرکلی ۷: ۲۵، معجم المؤلفین ۱۰: ۵۹

– ابو اسید شریح بن حارث کندی کوفی (متوفی ۸۵ھ) ملاحظہ ہو: تہذیب التہذیب ۴: ۳۲۶–۳۲۸، اخبار القضاۃ از وکیع ۲: ۱۸۹–۳۹۸، حالات کے ماخذ کے لئے ملاحظہ ہو: الاعلام ۳: ۲۳۶

– غ : هومغيث بن سمى القاص الأعمى أبو أيوب (۱۳۳) عن عبد الله بن عمرو كعب (۱۱۲الف)

– مجاہد کی حدیث کی سند میں ہے: نا الحسن بن بشر .

– غ : هما أخوان: الحسين والحسن، لكن الحسين أشهرهما. (۱۲۹الف)

– لم يسمع شعبة من الحسن غير هذا الحديث ، قاله لنا غ (۱۵۳الف)

غ : ثبتت الواو عند ابن الحاج، والصواب سقوطها (۱۷۹الف)

---

(۱۳۳) حالات کے لئے دیکھئے: تہذیب التہذیب ۱۰: ۲۵۵

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۱۰۔ذیل میں ہم مخطوطۂ ظاہریہ کتاب الدلائل کے دوسرے حصہ کی فہرست درج کرتے ہیں۔

فہرست مخطوطۂ ظاہریہ

احادیث صحابہ (۶۴ صحابہ)

۱۔حدیث علی بن ابی طالب ۱/ب
۲۔حدیث زبیر بن العوام ۱۶/الف
۳۔حدیث طلحہ بن عبید اللہ ۱۷/ب
۴۔حدیث سعد بن ابی وقاص ۱۸/الف
۵۔حدیث ابی عبیدۃ بن الجراح ۲۱/الف
۶۔حدیث عبدالرحمٰن بن عوف ۲۲/الف
۷۔حدیث ابی بن کعب ۲۳/الف
۸۔حدیث ابی موسیٰ اشعری ۲۳/الف
۹۔حدیث مقداد بن اسود ۲۵/ب
۱۰۔حدیث عباس بن عبدالمطلب ۲۶/الف
۱۱۔حدیث زید بن ثابت ۲۹/الف
۱۲۔حدیث عبداللہ بن انیس ۳۰/ب
۱۳۔حدیث معاذ بن جبل ۳۰/ب
۱۴۔حدیث عمار بن یاسر ۳۱/الف
۱۵۔حدیث سلمان فارسی ۳۱/ب
۱۶۔حدیث ابوایوب انصاری ۳۲/الف
۱۷۔حدیث خوات بن جبیر ۳۲/الف
۱۸۔حدیث زید بن خالد الجہنی ۳۲/ب
۱۹۔حدیث عبداللہ بن سلام ۳۲/ب

۲۰۔حدیث ابی ذر جندب بن جنادہ ۳۳ الف
۲۱۔حدیث عبداللہ بن بسر ۳۶/الف
۲۲۔حدیث حسان بن ثابت ۳۶/ب
۲۳۔حدیث عمرو بن العاص ۳۹/ب
۲۴۔حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص ۳۹/ب
۲۵۔حدیث معاویہ بن ابی سفیان ۴۰/ب
۲۶۔حدیث یزید بن ابی سفیان ۴۷/ب
۲۷۔حدیث الحکم بن ابی العاصی ۴۸/الف
۲۸۔حدیث عبداللہ بن مسعود ۴۹/الف
۲۹۔حدیث زید بن ارقم ۵۶/الف
۳۰۔حدیث عمران بن حصین ۵۶/ب
۳۱۔حدیث حذیفہ بن الیمان ۵۷/الف
۳۲۔حدیث ابوالدرداء ۵۹/ب
۳۳۔حدیث کعب بن مالک ۶۱/الف
۳۴۔حدیث البراء بن عازب ۶۱ب
۳۵۔حدیث عمرو بن سلمۃ الجرمی ۶۲/الف
۳۶۔حدیث ابو برزۃ اسلمی ۶۳/الف
۳۷۔حدیث عوف بن مالک اشجعی ۶۴/الف
۳۸۔حدیث وائل بن حجر ۶۴/الف

۳۹۔حدیث ابی حذیفۃ بن عقبۃ ۶۴/ب
۴۰۔حدیث عمارۃ بن رویبہ ۶۵/الف
۴۱۔حدیث مغیرہ بن شعبہ ۶۵/ب
۴۲۔حدیث ضحاک بن قیس ۶۵/ب
۴۳۔حدیث عقیل بن ابی طالب ۶۵/ب
۴۴۔حدیث ابومسعود انصاری ۶۵/ب
۴۵۔حدیث نعمان بن بشیر ۶۶/ب
۴۶۔حدیث ابوسعید خدری ۶۸/الف
۴۷۔حدیث ابوہریرہ ۶۸/ب
۴۸۔حدیث عقبہ بن عامر ۷۰/ب
۴۹۔حدیث حذیفہ بن اسید غفاری ۷۰/ب
۵۰۔حدیث جابر بن عبداللہ ۷۱/الف
۵۱۔حدیث عائشہ ۷۱/ب
۵۲۔حدیث ام سلمہ ۸۲/الف

۵۳۔حدیث اسماء بنت یزید بن سکن ۸۲/ب
۵۴۔حدیث فاطمہ بنت قیس ۸۳/الف
۵۵۔حدیث حفصہ ۸۳/الف
۵۶۔حدیث صفیہ ۸۳/الف
۵۷۔حدیث سودہ ۸۳/ب
۵۸۔حدیث اسماء بنت ابی بکر ۸۴/الف
۵۹۔حدیث عبداللہ بن عباس ۸۴/ب
۶۰۔حدیث عبداللہ بن عمر ۹۳/الف
۶۱۔حدیث عبداللہ بن زبیر ۱۰۰/ب
۶۲۔حدیث الحسن بن علی ۱۰۱/ب
۶۳۔حدیث الحسین بن علی ۱۰۲/الف
۶۴۔حدیث انس بن مالک ۱۰۳/ب

احادیث تابعین [۸۷ تابعین]

۱۔حدیث کعب الاحبار ۱۰۴/الف
۲۔حدیث عبید بن عمیر ۱۰۵/الف
۳۔حدیث نافع بن جبیر ۱۰۶/ب
۴۔حدیث سعید بن المسیب ۱۰۶/ب
۵۔حدیث ابی الوقاص ۱۰۸/الف
۶۔حدیث سعید بن جبیر ۱۰۸الف
۷۔حدیث ابومسلم خولانی ۱۰۹/الف

۸۔حدیث محمد بن سیرین ۱۰۹/ب
۹۔حدیث محمد بن علی: ابن الحنفیہ ۱۱۰/الف
۱۰۔حدیث ابن کعب بن مالک ۱۱۰/الف
۱۱۔حدیث قاسم بن محمد ۱۱۰/ب
۱۲۔حدیث عروہ بن زبیر ۱۱۰/ب
۱۳۔حدیث ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن ۱۱۱/ب
۱۴۔حدیث محمد بن علی بن حسین ۱۱۲/الف

۱۵۔ حدیث مغیث بن سمی ۱۱۲/الف
۱۶۔ حدیث عبداللہ بن شداد بن الہاد ۱۱۲/ب
۱۷۔ حدیث ایاس بن معاویہ ۱۱۳/ب
۱۸۔ حدیث ابوالبختری ۱۱۳/ب
۱۹۔ حدیث معاویہ بن قرہ ۱۱۴/الف
۲۰۔ حدیث عبید بن ابی الجعد ۱۱۴/ب
۲۱۔ حدیث بشیر بن ابی مسعود ۱۱۴/ب
۲۲۔ حدیث احنف بن قیس ۱۱۴/ب
۲۳۔ حدیث الحسن بن ابی الحسن ۱۱۶/ب
۲۴۔ حدیث سوید بن معقبہ ۱۲۳/ب
۲۵۔ حدیث عمرو بن معدیکرب ۱۲۳ب
۱۔ حدیث ابی مجلز ۱۲۴/الف
۲۷۔ حدیث عطاء بن ابی رباح ۱۲۴/ب
۲۸۔ حدیث ابی قلابہ ۱۲۵/الف
۲۹۔ حدیث مسلم بن یسار
۳۰۔ حدیث عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ۱۲۵/ب
۳۱۔ حدیث عطاء بن یسار ۱۲۵/ب
۳۲۔ حدیث ابی الجوزاء ۱۲۵/ب
۳۳۔ حدیث عبداللہ بن الصامت ۱۲۶/الف
۳۴۔ حدیث مکحول ۱۲۶/ب
۳۵۔ حدیث مجاہد بن جبر ۱۲۷/الف
۳۶۔ حدیث طاوس ۱۲۸/ب

۳۷۔ حدیث شریح القاضی ۱۲۸/ب
۳۸۔ حدیث مسروق ۱۳۲/ب
۳۹۔ حدیث اسود بن یزید ۱۳۳/ب
۴۰۔ حدیث ابووائل ۱۳۳/ب
۴۱۔ حدیث عمرو بن شرحبیل ۱۳۴/ب
۴۲۔ حدیث ربیع بن خیثم ۱۳۴/ب
۴۳۔ حدیث مطرف بن عبداللہ بن الشخیر ۱۳۵/الف
۴۴۔ حدیث ابی العلاء یزید بن عبداللہ ۱۳۵/ب
۴۵۔ حدیث ابی عثمان نہدی ۱۳۵/ب
۴۶۔ حدیث شعبی ۱۳۶/الف
۴۷۔ حدیث عکرمہ مولی ابن عباس ۱۴۸/ب
۴۸۔ حدیث قتادہ بن سامہ ۱۴۹/ب
۴۹۔ حدیث ابراہیم نخعی ۱۵۱/الف
۵۰۔ حدیث زید بن علی ۱۵۳/الف
۵۱۔ حدیث مروان بن الحکم ۱۵۳/الف
۵۲۔ حدیث عبدالملک بن مروان ۱۵۴/الف
۵۳۔ حدیث عبدالعزیز بن مروان ۱۵۵/ب
۵۴۔ حدیث سلیمان بن عبدالملک ۱۵۶/الف
۵۵۔ حدیث عمر بن عبدالعزیز ۱۵۷/الف
۵۶۔ حدیث ہشام بن عبدالملک ۱۵۹/ب
۵۷۔ حدیث مسلمۃ بن عبدالملک ۱۶۰/ب
۵۸۔ حدیث حجاج بن یوسف ۱۶۲/الف

۵۹۔ حدیث عبدالکریم ابوامیۃ ۱۶۳/ب
۶۰۔ حدیث سعید بن ابی عروبۃ ۱۶۴/الف
۶۱۔ حدیث قرۃ بن خالد ۱۶۴/الف
۶۲۔ حدیث عاصم بن ابی النجود ۱۶۴/الف
۶۳۔ حدیث ابی الزناد ۱۶۴/الف
۶۴۔ حدیث سلیمان بن موسی ۱۶۴/ب
۶۵۔ حدیث یحیی بن ابی کثیر ۱۶۴/ب
۶۶۔ حدیث زہری ۱۶۶/الف
۶۷۔ حدیث سالم بن ابی الجعد ۱۶۸/الف
۶۸۔ حدیث حمید بن ہلال ۱۶۸/الف
۶۹۔ حدیث عمرو بن دینار ۱۶۸/الف
۷۰۔ حدیث ابی ہاشم رمانی ۱۶۸/ب
۷۱۔ حدیث خصیف ۱۶۸/ب
۷۲۔ حدیث حسان بن عطیہ ۱۶۹/الف
۷۳۔ حدیث سفیان بن عیینہ ۱۶۹/الف
۷۴۔ حدیث مالک بن انس ۱۶۹/الف

۷۵۔ حدیث سفیان ثوری ۱۷۱/ب
۷۶۔ حدیث شعبہ بن حجاج ۱۷۲/الف
۷۷۔ حدیث محمد بن اسحاق ۱۷۳/الف
۷۸۔ حدیث ابی حازم الاعرج ۱۷۳/ب
۷۹۔ حدیث عبدالعزیز بن عبداللہ ۱۷۴/الف
۸۰۔ حدیث مالک بن دینار ۱۷۴/ب
۸۱۔ حدیث ضحاک بن مزاحم ۱۷۴/ب
۸۲۔ حدیث قاسم بن مخیمرہ ۱۷۵/ب
۸۳۔ حدیث ابن ابی نجیح ۱۷۵/ب
۸۴۔ حدیث ابن شبرمۃ ۱۷۶/الف
۸۵۔ حدیث ابن الرہین ۱۷۶/ب
۸۶۔ حدیث ابی بکر بن عیاش ۱۷۶/ب
۸۷۔ حدیث وکیع ۱۷۷/الف
- متفرق احادیث ۱۷۷/الف
باب فی الدعاء ۱۷۷/الف

Toobaa-elibrary.blogspot.com

Toobaa-elibrary.blogspot.com

(۲)

مخطوطۂ رباط

مخطوطۂ رباط کے تمام اجزاء ہم تک نہیں پہنچے ہیں۔ اس کا پہلا حصہ دستبرد زمانہ کا شکار ہو گیا۔ اب صرف دوسرا اور تیسرا حصہ محفوظ ہے۔ یہ دونوں حصے شہر تمکروت (۱۳۴) میں زاویۂ ناصریہ کے کتب خانہ میں دستیاب ہوئے جہاں سے انھیں رباط کے خزانہ عامہ (مخطوطات الاوقاف) میں منتقل کیا گیا۔

یہ نسخہ صحیح، واضح اور خوبصورت اندلسی رسم الخط میں لکھا گیا ہے۔ الفاظ کو مغربی طریقہ پر نقطوں اور حرکتوں کے ذریعہ عمدگی سے ضبط کیا گیا ہے۔ ہر صفحہ میں ۲۱ سطریں ہیں۔ کاتب نے ہر دو فقروں کے درمیان فصل کی غرض سے ایک دائرہ بنایا ہے جس کے وسط میں ایک نقطہ دیا گیا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ مخطوطہ کا مقابلہ اصل نسخہ سے کیا گیا ہے۔ (۱۳۵)

زیر بحث مخطوطہ کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ کسی عمدہ اصل سے نقل کیا گیا ہے جس کا مقابلہ متعدد نسخوں سے کیا گیا تھا۔ یہ حواشی دو طرح کے ہیں: اگر ایک یا کئی لفظ چھوٹ گئے ہیں اور اس کی تصحیح کے لئے حاشیہ لکھا گیا ہے جس کو حاشیہ نگار "لحق" کے نام سے موسوم کرتا ہے تو کاتب سطر میں اس مقام پر جہاں لفظ چھوٹ گیا ہے

(۱۳۴) زاویۂ ناصریہ: جنوبی مغرب اقصی میں وادی درعہ میں واقع شہر تمکروت میں یہ زاویہ تعمیر کیا گیا تھا اسی لئے زاویۂ تمکروت کے نام سے بھی مشہور تھا۔ یہ زاویہ تقریباً دس ہزار نہایت نفیس اور نایاب مخطوطات پر مشتمل تھا جو بعد میں جاہلوں کی خود غرضی اور نااہلی کی وجہ سے بری طرح منتشر ہو گئے۔ بعض مخطوطات بازاروں میں دفتریوں، کتاب فروشوں اور دلالوں کے ہاتھوں میں پائے گئے (الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصی ۹:۱۔ ۱۰ام، ۲۱ام الزاویۃ الدلائیۃ از محمد حجی: ۵۶۔ ۶۱)

(۱۳۵) علوم الحدیث از ابن الصلاح: ۱۶۵۔ ۱۶۶، فتح المغیث ۳: ۱۵۷۔ ۱۵۸

اوپر کی جانب اٹھتا ہوا ایک چھوٹا سا خط کھینچتا ہے پھر دونوں سطروں کے درمیان اس خط کو اس حاشیہ کی جانب قدرے موڑ دیتا ہے جس میں یہ "لحق" درج کرتا ہے، پھر یہ "لحق" جہاں ختم ہوتا ہے وہیں ایک چھوٹا سا "صح" لکھ دیتا ہے۔ چھوٹے ہوئے لفظ کے استدراک کا صحیح طریقہ یہی ہے۔ (۱۳۶)

لیکن اگر اس حاشیہ میں کوئی تشریح و توضیح کی گئی ہے، کوئی فائدہ ذکر کیا گیا ہے، کسی غلطی کی نشاندہی کی گئی ہے، روایت، نسخہ یا ضبط کا اختلاف درج کیا گیا ہے یا اس طرح کی کوئی اور صورت ہے جو اصل نسخہ میں نہیں ہے تو کاتب نے متن کے مطلوبہ لفظ پر "ضبہ" یا "تصحیح" کی طرح کوئی علامت لگا دی ہے، چنانچہ لفظ کے اوپر (ـــــ) کا نشان دائیں حاشیہ میں اور (ـحـ) کا نشان بائیں حاشیہ میں تخریج کی علامت ہے:

فكأن التخريج فی طرتيه   طرر صففت ببيض الخدود (۱۳۷)

(کتاب کے دونوں حاشیوں پر تخریج گویا زلفیں ہوں جو گورے رخساروں پر سنواری گئی ہوں)

دائیں طرف کے صفحات کے زیریں حصہ میں مخطوطہ کے اوراق کو منضبط رکھنے کے لئے "تعقیب" ملتی ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ "تعقیب" نسخہ کی کتابت کے بعد کی ہے، اور کسی قاری نے اس اندیشہ سے لگائی ہے کہ مخطوطہ کے اوراق گڈمڈ نہ ہو جائیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ تعقیب ایسے اوراق میں ہے جو اپنی جگہ سے

(۱۳۶) الالماع: ۱۶۲۔ ۱۶۴، علوم الحدیث: ۱۷۱۔ ۱۷۳، فتح المغیث ۲: ۱۷۲۔ ۱۷۳ کبھی کبھی کاتب "لحق" کے آخر میں "صح، اصل" لکھتا ہے (۱: ۱۰۴، ۱۱۴، ۲۸۵، ۳: ۳، ۲۳، ۹۷، ۱۶، ۱۲۵، ۱۳۸، ۱۶۴، ۲۳۹، ۲۸۶، ۲۹۶)۔ یا "اصل، صح" لکھتا ہے (۲: ۱۰۷، ۳: ۲۳۹) یا صرف "اصل" لکھتا ہے (۲: ۳۰۱، ۳: ۱۱۹)

(۱۳۷) الالماع: ۱۶۵، فتح المغیث ۲: ۱۷۶

Toobaa-elibrary.blogspot.com

ہٹ گئے ہیں (۲:۱۰۲-۳۰۱-۳۰۴-۳:۳-۱۱-۱۲) کسی صحابی یا تابعی کی احادیث جہاں ختم ہوتی ہیں وہاں دوسرے کی احادیث سے فصل کرنے کے لئے کاتب نے اس طرح کا جملہ لکھنے کا التزام کیا ہے: "انتهى حديث أبي بكر رضي الله عنه ، يتلوه حديث عمر بن الخطاب رضى الله عنه"

مخطوطہ کا حصہ دوم

مخطوطہ رباط کا دوسرا حصہ ۳۰۶ صفحات میں ہے سرورق پر یہ عبارت ہے:

"كتاب شرح الحديث بلغاته و أمثاله، وشاهده. تأليف : أبي محمد قاسم ابن ثابت بن حزم السر قسطی ، رواية ابنه ثابت [بن] قاسم رضى الله عنهم"(۱۳۸)

اس کے نیچے یہ تملیک ہے: "ملك لله تعالى بيد سيد محمد بن ناصر ،بقوش"(۱۳۹)

صفحہ کے بائیں جانب یہ تحریر ہے:

"مصنف الكتاب من تلامذة الإمام الحافظ أحمد بن شعيب

---

(۱۳۸) کتاب کا نام کسی کم سواد مشرقی کاتب نے لکھا ہے، اسی وجہ سے "بلغاتہ" کو "بلغاۃ" لکھ دیا ہے اور "حزم" کے ساتھ "حازم" کا اضافہ کر دیا ہے۔

(۱۳۹) محمد بن ناصر درعی: درعی کا نسب حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ملتا ہے۔ ان کے اجداد نے دسویں صدی ہجری کے آغاز میں "درعہ" ہجرت کی، جہاں "اغلان" نامی گاؤں میں محمد بن ناصر کی پیدائش اور پرورش ہوئی۔ اس کے بعد ۱۰۴۰ھ میں تامکروت منتقل ہو گئے اور وہاں کے زاویہ میں سکونت اختیار کی اسی وجہ سے اس زاویہ کی نسبت ان کی جانب ہوئی۔ مختلف علوم مثلاً فقہ، عربیت، کلام، تفسیر، حدیث اور تصوف میں دخل رکھتے تھے۔ ۱۰۸۵ھ میں وفات ہوئی۔ کتاب "الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصی" کے مصنف شیخ ابوالعباس احمد بن خالد ناصری کی نسبت انہی محمد بن ناصر درعی کی جانب ہے (الاستقصا ۱:۹، ۷: ۳۳، ۱۰۵۔ ۱۰۶، الزاویۃ الدلائیۃ: ۵۶۔ ۶۱)

النسائى صاحب السنن (۱۴۰) يظهر ذلك من مطالعة كتابه هذا، إذ يخرج عنه الحديث فيقول :- حد ثنا أحمد بن شعيب النسائی"

پہلے صفحہ پر بائیں جانب بالائی حصہ میں ایک مہر ہے جس کا نقش یہ ہے:

"مخطوطات الأوقاف – الخزانة العامة بالرباط" مہر کے بیچ میں یہ نمبر ہے:

"۱۹۷ب" (۱۴۱)

دوسرے صفحہ پر جس سے کتاب شروع ہوتی ہے دائیں حاشیہ پر دو مہریں ہیں: ایک تو خزانہ رباط کی سابق مہر ہے، دوسری مہر کا نقش یہ ہے: "مكتبه الزاوية الناصرية –تمكروت" اس کے وسط میں یہ نمبر ہے "۳۲۳ص" چوتھے صفحے پر بھی اس کے دائیں حاشیہ پر یہی مہر ہے۔ (۱۴۲)

دوسرے صفحہ سے یہ مخطوطہ اس طرح شروع ہوتا ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم ، وصلى الله على محمد وعلى آله وسلم"

وقال: فى حديث النبى صلى الله عليه وسلم أنه أتى بعلالة شاة ،

---

(۱۴۰) حافظ ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی نسائی حدیث میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ مصر میں سکونت اختیار کی مشہور تصنیفات یہ ہیں: السنن الکبری، الصغری جس کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے، خصائص علی، مسند علی، مسند مالک، مکہ میں اور ایک قول کے مطابق رملہ میں ۳۰۳ھ میں وفات پائی (وفیات الاعیان ۱: ۷۷، ۷۸، العبر ۲: ۱۲۳۔ ۱۲۴، تذکرۃ الحفاظ ۲: ۶۹۸۔ ۷۰۱، حسن المحاضرۃ ۱: ۱۶۳، فہرست ابن خیر ۵۸، ۱۰۷، ۱۱۰۔ ۱۱۷، ۱۲۶، ۱۴۵۔ ۱۴۸، ۲۰۹۔ حالات کے دوسرے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: (الاعلام ۱: ۱۶۴، المستدرک الثانی ۲۳، معجم المؤلفین ۱: ۲۴۴۔ ۲۴۵) قاسم بن ثابت اور ان کے والد نے مصر میں امام نسائی سے پڑھا تھا (ابن الفرضی ۱: ۱۱۹، ۴۰۳، بغیۃ الملتمس ۴۳۳، نفح الطیب ۲: ۴۹، الدیباج المذھب ۱۰۲، ہماری اس کتاب کا باب سوم: فقرہ: ۳

(۱۴۱) یہی مہر بغیر نمبر کے ان صفحات پر بھی ثبت ہے: ۱۵، ۵۵، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۶۷، ۲۰۷، ۲۲۳، ۲۶۵، ۳۰۶

(۱۴۲) یہی مہر لیکن بغیر نمبر کے ان صفحات پر بھی ہے: (۱۵، ۵۵، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۶۷، ۲۰۷، ۲۲۳، ۲۶۵، ۳۰۶)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

فاكل منها ثم صلى ولم يتوضأ (۱۴۳)

يرويه سفيان عن عبد الله بن محمد بن عقيل عن جابر (۱۴۴)

قوله : بعلالة شاة . يريد بشيء يسير كان قد فضل منها ،قال الراجز :

أحمل أمي وهي الحمالة   ترضعني الدرة والعلالة

ولايجازى والد فعاله (۱۴۵)

قال أبو زيد : العلالة : اللبن بعد حلب الدرة تنزله الناقة (۱۴۶) ،

والأم تعلل صبيها بشيئ من المرق و اللبن (۱۴۷) وأنشد :

وقال الذى يرجو العلالة: ورعوا   عن الماء لايطرق، وهن طوارقه

---

(۱۴۳) الفائق از زمخشری ۲: ۴۱، النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (علل) ۳: ۱۴۰

(۱۴۴) تہذیب التہذیب (۴: ۱۱۲، ۶: ۱۴) میں لکھا ہے کہ سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ دونوں نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کی ہے ،اور لسان المیزان میں (۳: ۵۳) ہے کہ سفیان بن عبد اللہ بن زیاد بن حدیر نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کی۔ ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہاں مراد سفیان ثوری ہیں (متوفی ۱۶۱ھ) سفیان ثوری کے حالات کے لئے دیکھئے تہذیب التہذیب ۴: ۱۱۱۔۱۱۵، عبد اللہ بن محمد بن عقیل اور جابر بن عبد اللہ کے حالات گذر چکے ہیں۔

(۱۴۵) اس رجز کے لئے ملاحظہ ہو: کتاب العین ۱: ۱۰۰، المحکم از ابن سیدہ ۱: ۴۵، لسان العرب و تاج العروس (علل)

(۱۴۶) یہی عبارت صاحب التاج نے نقل کی ہے (علل) اصمعی کی کتاب الابل (الکنز اللغوی :۸۱۔۸۲) میں ہے:

" و أما العلالة فلبن ينزل بعد لبن ،وأصل ذلك : نهل البعير وعل"

(۱۴۷) صاحب العین نے لکھا ہے (۱: ۱۰۰) " و الأم تعلل الصبى بالمرق و الخبز ليجتزى به عن اللبن .والعلالة . بقية اللبن ، وبقية كل شىء ..." ابن سیدہ نے کتاب المخصص (۱: ۲۸) میں یہی عبارت نقل کی ہے۔ یادر ہے کہ خلیل بن احمد کی کتاب العین اندلس میں سب سے پہلے قاسم بن ثابت اور ان کے والد کے ذریعہ پہنچی تھی اسی سے ملتی جلتی عبارت المحکم (۱: ۴۵) اور اللسان (علل) میں بھی ہے۔

فمازلن حتى عاد طرقا، و شبنه   بأصفر تذ ويه سجالا أيانقه (۱۴۸)

وأخبر نا ابو الحسين عن أحمد بن يحيى عن ابن الا عرابى (۱۴۹)

---

(۱۴۸) لسان العرب میں ہے (ورع): وَرّع الابل عن الحوض : ردہ: فارتدت، قال الراعی:

وقال الذی یرجو العلالة ورعوا   عن الماء لایطرق،وهن طوارقه

اسی شعر سے المحکم ۲: ۲۵۱۔۲۵۲ اور التاج (ورع) میں بھی استشہاد کیا گیا ہے۔ یہ دونوں اشعار راعی کے شعری مجموعہ (طبع دمشق) میں نہیں ہیں۔ الطرق: وہ پانی جو کہیں جمع ہو اور اونٹ اس میں پیشاب کر دیں۔ ایسے پانی کو "طرق" اور "مطروق" کہتے ہیں۔ (غریب الحدیث از ابو عبید ۴: ۴۳۵) الایانق: اونٹنیاں واحد ناقہ ہے، اس کی جمع اینق اور جمع الجمع ایانق ہے۔

(۱۴۹) ابو الحسین محمد بن ولاد تمیمی : مصر میں ابو علی دینوری اور محمود بن حسان وغیرہ سے استفادہ کیا، پھر عراق کا سفر کیا اور ۸ سال وہاں مقیم رہے۔ مبرد اور ثعلب سے ملاقات کی، خوشخط اور صحیح الضبط تھے، مبرد سے کتاب سیبویہ پڑھی۔ تصنیفات میں کتاب المنمق اور المقصور والممدود قابل ذکر ہیں۔ زبیدی نے مصری علمائے نحو ولغت کے دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے ۲۹۸ھ میں وفات پائی (طبقات الزبیدی: ۲۱۷، طبع دوم، بغیۃ الوعاۃ: ۱۱۲، معجم الادباء ۱۹: ۱۰۵۔۱۰۹، الاعلام ۷: ۳۵۹، معجم المولفین ۱۲: ۹۵) قاسم بن ثابت نے کتاب الدلائل میں ایک جگہ صراحت سے ابن ولاد کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو "وكان أبو الحسين محمد بن ولاد النحوى يقول فى قول خنساء:

وقائلة ،والنعش قدفات خطوها   لتدركه : يالهف نفسى على عمرو

قال: معناه : قد فات خطوها الذى كانت تخطوه لتدركه ،أى لكى تدرك..." (مخطوطہ ظاہریہ ۸۱ب)

۔ ابو العباس احمد بن یحیی ثعلب (متوفی ۲۹۱ھ) حفظ، علم، راستبازی، قدیم کلام عرب کی روایت، غریب اللغۃ اور اہل کوفہ کے مسلک پر نحو کے علم میں یکتائے روزگار تھے۔ ۱۸ سال کی عمر میں نحو پر توجہ دی اور ۲۳ سال کی عمر میں تصنیف و تالیف کا کام کیا، حالات کے ماخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ انباہ الرواۃ ۱: ۱۳۸، حاشیہ وفیات الاعیان ۱: ۱۰۲ (تحقیق احسان عباس) الاعلام ۱: ۲۵۲۔ معجم المولفین ۲: ۲۰۳۔۲۰۴

۔ ابو عبد اللہ محمد بن زیاد الاعرابی (متوفی ۲۳۱ھ) نحوی، عالم انساب، اشعار قبائل کے راوی، حفظ اور سماعی روایات کی کثرت میں مشہور تھے کوفیوں میں اہل بصرہ کی روایت سے مشابہت رکھنے والا ان سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ حالات کے ماخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ انباہ الرواۃ ۳: ۱۲۸، حاشیہ وفیات الاعیان ۴: ۳۰۶، الاعلام ۶: ۳۶۵۔۳۶۶، معجم المولفین ۱۰: ۱۱۔۱۲

Toobaa-elibrary.blogspot.com

قال : التعلة و التعلل واللهو: واحد ، وأنشد:

غنينافأفنينا النهار تعلة بارقاص مرقال تخب و تعنق

لهامن رديف كان لدناردافه وذو رقع من خمر عانة متأ ق

لها: أى من اللهو ، و ذو رقع : يريد زقا ، وأ لهاه ذو رقع أيضا ،

وقال الأسود بن يعفر :

ألاهل لهذا الدهر من متعلل على الناس مهما (١٥٠) شاء بالناس يفعل

وهذاردائى عنده يستعيره ليسلبني نفسي،أمال بن حنظل(١٥١)

مخطوطہ رباط کادوسراحصہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے (ص:٣٠٦):

وفى قول أبى مسعود (عقبة بن عمر و الأ نصارى) كراهية أن يعلم ، ثلاث لغا ت : كراهية ، و كراهة ، و كراهين، قال أبو زيد : سمعت أعرابيامن بني تميم يقول ـ: أتيت كراهين أن تغضب "(١٥٢)اس کے بعد یہ عبارت ہے:

"تم الشرح بحمد الله وعونه، وصلى الله على محمد نبيه وعبده،

---

(١٥٠)کاتب مخطوطہ نے "مہما" کو "مہمی" لکھاہے۔

(١٥١)ان دونوں شعروں کی تخریج کے لئے ملاحظہ ہو :دیوان الاسود بن یعفر :٥٦۔٥٧، ٨١(مرتبہ نوری حمودی قیسی)

(١٥٢)یہ حدیث مخطوطہ ظاہریہ (٦٦الف) میں ہے اوراس پر درج ذیل حاشیہ ہے :قال الحطيئة شاهدا على الكراهين:

وبكر فلاها عن نعيم غريرة مصاحبة على الكراهين فارك

سکری نے شعر کی تشریح کرتے ہوئے لکھاہے :يريد بكراً سباها،فقطعهاعن نعيم أهلها ، فصارت لغير بعلها مصاحبة له على الكراهية فاركا له، يقال،كراهية، وكراهة ، وكراهين بمعنى واحد ،(دیوان الحطیئہ :٦٦، لسان العرب اور التاج (کرہ) میں بھی اس شعر سے استشہاد کیا گیا ہے۔)

وعلى آله وسلم تسليما، وزادهم شرفا وتعظيما – يتلوه فى السفر الثالث، إن شاء الله تعالى، وقا ل : فى حديث النعمان بن بشير رحمه الله"

پھر دائیں حاشیہ پر یہ نوٹ ہے:

"بلغت بالمقابلة بالأ صل المنقول منه ، والحمد لله"(١٥٣)

مخطوطۂ رباط کا حصۂ سوم

مخطوطہ رباط کا تیسرا حصہ ٣٠٨ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلے صفحہ پر کتاب کانام اس طرح ہے: "کتاب الدلائل فی معانی الحدیث" اس کے نیچے یہ تملیک: "ملک لله تعالى، بيد سيد محمد بن ناصر بقرش" اور اس کے بعد درج ذیل عبارت ہے:

"الحمد لله وحده . مؤ لف هذا الكتاب ، على ما في اختصار نفح الطيب المسمى بتغريد العندليب على غصن الأندلس الرطيب ، هو قاسم بن ثابت أبو محمد العوفى السر قسطى ، رحل مع أبيه ، فسمع بمصر من أحمد بن شعيب النسأى ، والبزار ، وبمكة من (عبد الله بن) (١٥٤) على بن الجارود، والجوهرى، و اعتنى بالحديث واللغة هو وأبوه فأدخلا للأندلس علما كثيرا، ويقال ـ: إنهما أول من أدخل كتاب العين إلى الأندلس، وألف(١٥٥) قاسم هذا في شرح الحديث كتابا سماه : الدلائل،

---

(١٥٣)اثنائے کتاب میں مختلف مقامات پر مقابلہ کی جانب اشارہ کیاگیاہے اوراس کے لئے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مثلاً :بلغت بالمقابلة ،بلغت بالمقابلة والحمد لله على ذلك ،بلغت بالمقابلة فصح والحمد لله و صلوا ته على محمد وعلى آله وسلم تسليما ،بلغت بالمقابلة بالاصل (ص:١٢، ٥٠، ٧٧، ١٢٣، ١٣٣، ٢٠٣، ٢٢٨، ٢٥٠، ٢٨٧)

(١٥٤)ایک ضروری اضافہ -ملاحظہ ہو: نفح الطیب ٢: ٤٩، ابن الفرضی ١: ٣٠٢، بغیۃ الملتمس: ٤٣٣۔

(١٥٥) یہ لفظ مخطوطہ میں دوناموں سے "و اللف" لکھاہے، اسی طرح تاریخ ابن الفرضی ١: ٣٠٣(١٠٥٤) میں بھی ہے

Toobaa-elibrary.blogspot.com

بلغ فيه الغاية من الاتقان ، ومات قبل إكماله ، فأكمله أبوه ثابت بعده ، وقدروى عن أبى على البغدادى أنه كان يقول : كتبت كتاب الدلائل، وما أعلم أنه وضع بالأندلس مثله ، وكان قاسم عالما بالحديث والنحو والشعر، وكان ، مع ذلك ، ورعاناسكا،(١٥٦) وأريد للقضاء بسرقسطة، فامتنع من ذلك ، فأراد أبوه إكراهه على ذلك، فسأله أن يتركه ينظرفى أمره ثلاثا(فمات فى هذه الثلاثة الأيام) فيرون (١٥٧) أنه مات فى تلك الثلاث لأنه دعالنفسه بالموت ، وكان مجاب الدعوة ، توفى فى سنة اثنتين (١٥٨) وثلاثمئة بسرقسطة ، رحمه الله تعالى ، آمين ،آمين "(١٥٩)

صفحہ کے بائیں گوشہ پر "مخطوطات الاوقاف – الخزانة العامة بالرباط" کی مہر ہے اور اس کے وسط میں نمبر "۱۹۷ج" درج ہے، مخطوطہ کے دوسرے صفحہ پر دو مہریں ہیں: ایک تو وہی خزانہ عامہ کی سابق مہر بغیر نمبر کے (١٦٠) اور دوسری مہر "مكتبة الزاوية الناصرية۔ تمكروت" کی ہے جس کے وسط میں نمبر "۳۱۸ص" درج ہے۔ یہی مہر چوتھے صفحہ پر بھی ہے۔(١٦١)

---

(١٥٦) یہ مخطوطہ میں بغیر الف کے: "نسکا" ہے۔

(١٥٧) یہ لفظ مخطوطہ میں ایک واو سے ہے۔ ابن الفرضی کے اصل مخطوطہ ۱: ۴۰۳(۱۵ھ) اور بغیۃ الملتمس: ۴۳۵ میں بھی یہ لفظ اسی طرح لکھا ہے لیکن ابن الفرضی کے ناشر نے "فیرودن" (دو واو) کردیا۔ نفح الطیب ۴۹:۲ میں بھی دو واو ہے

(١٥٨) مخطوطہ میں "اثنين" ہے۔

(١٥٩) ملاحظہ ہو: نفح الطیب ۴۹:۲۔ ۵۰، ابن فرضی ۱: ۴۰۳۔ ۴۰۴، مقری نے قاسم کے حالات میں تاریخ ابن الفرضی ہی کی پیروی کی ہے

(١٦٠) اسی طرح بغیر نمبر کے یہ مہر ان صفحات پر بھی ہے: ۴۱، ۴۷، ۱۹۵، ۲۹۷، ۳۰۸۔

(١٦١) یہی مہر بغیر نمبر کے ان صفحات پر بھی ہے: ۸۶، ۱۸۶، ۲۶۸، ۳۰۸۔

مخطوطہ رباط کا تیسرا حصہ دوسرے صفحہ سے یوں شروع ہوتا ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم ، وصلى الله على النبى الكريم محمد وعلى آله وسلم تسليما.

وقال : فى حديث النعمان بن بشير رحمه الله قال : استعملنى عمر بن الخطاب أوعثمان بن عفان على صدقات سعد هذيم، وهم : عذرة، وسلامان ، (١٦٢) وضنة، والحارث ، وهم من قضاعة ، فلماقبضت الصدقة قسمتها بين أهلها، و أقبلت بالسهمين الباقيين إلى عمرأو عثمان، فلما كنت ببلاد عذرة فى حى منهم يقال لهم : بنو هند إذا أنابببيت حريد، جاحش عن الحى (١٦٣)، فملت إليه فإذا عجوز جالسة عند كسرالبيت، و إ ذا شاب نائم فى ظل البيت فلماقعدت فسلمت ترنم بصو ت له ضعيف فقال:

جعلت لعراف اليمامة حكمه — وعراف حجر إ ن هماشفيانى
فقالا: نعم ،نشفى من الداء كله — وقاما مع العواد يبتدران
نعم وبلى قالا: متى كنت هكذا — ليستخبرانى، قلت منذ زمان
فماتر كا من رقية يعلمانها — ولاسلوة إلابها سقيانى (١٦٤)

---

(١٦٢) اس لفظ پر ایک چھوٹا سا "صح" لکھا ہے۔

(١٦٣) المحکم (۲۹:۳) اور لسان العرب (جحش) میں ہے: "وجحش عن القوم : تنحى ، ومنه قول النعمان بن بشير : فبينا أنا أسير فى بلاد عذرة إذا بيبت حريد جاحش عن الحى "لسان العرب میں اتنا اضافہ ہے: "و الحريد فى قول النعمان بن بشير : الذى تنحى عن قومه وانفرد"

(١٦٤) "سقیانی" کے اوپر اختلاف نسخ کی علامت ہے اور حاشیہ میں "شفیانی" اور اس کے اوپر ایک چھوٹا سا "خ" لکھا گیا ہے، یعنی دوسرے نسخہ میں سقیانی کے بجائے "شفیانی" کی روایت ہے۔ کیونکہ خاء معجمہ نسخہ کی علامت ہے۔ (فتح المغیث ۱۷۵:۲)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

فقالا: شفاك الله والله مالنا بماحملت منك الضلوع يدان(١٦٥)

ثم شهق شهقة خفيفة ،فنظرت، فاذاهو قد مات ....“(١٦٦)

تیسرے حصہ کا خاتمہ (ص:٣٠٨)اس عبارت پر ہوتا ہے:

” وفى حديث لعبد الملك بن مروان أن رجلا وصف له ظبية صادها وشواها، قال : ثم كشطت عنها جلدها كالقبطية البيضاء، واستخرجت سرتها كالفرنية الحمراء.

الفرنية : خبزة مسلكة مصعبة ، تشوى ثم تروى لبناو سمناو سكرا، و أهل الشام يتخذون الفرنية على صُنعة كيرالزجاجين،يختبزون فيه الفرنية“ (١٦٧)

اس کے بعد یہ عبارت ہے: ”كمل كتاب الدلائل على معانى الحديث بالشاهد والمثل تأليف أبى محمد قا سم بن ثا بت رحمه الله ، و الحمد لله على عونه و تأييده، و صلى الله على محمد نبيه المصطفى، وعلى أهله و ذريته ، وسلم و شرف و كرم“

اس کے نیچے یہ ترقیمہ ہے :

” بلغت با لمقابلة بالأ صل المنتسخ منه،(١٦٨) و الحمد لله على ذلك، وصلواته على محمد رسو له، وعلى آله و سلم تسليما كثيرا كثيرا“

مخطوطہ رباط کے حواشی

متن میں چھوٹے ہوئے الفاظ کے استدراک کے لئے جو حواشی لکھے گئے

(١٦٥)روایت اور قصیدہ نیزان کی تخریج کے لئے ملاحظہ ہو نوادر القالی:١٥٧۔١٦٢،سمط اللآلی ٣:٧٣۔٧٤

(١٦٦)یہ حدیث مخطوطۂ ظاہریہ (٦٦الف) میں ہے۔

(١٦٧) مخطوطہ ظاہریہ (٧٩اب)

(١٦٨)کتاب کے اندر مقابلہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے (ص:٣، ٣٤، ٥٤، ٧٨، ٩٨، ١١٨، ١٥٨، ١٧٨، ١٩٨،

ہیں ان سے قطع نظر بعض ایسے حواشی کو یہاں بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے جو فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔

- متن (٢:٦١): وقال: فى حديث النبى صلى الله عليه وسلم الذى يرويه على بن ابى طالب رضى الله عنه قال : كنا إذا اشتد الباس، واحمرت الحدق اتقينا برسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكن أحدمنا أقرب إلى العدو منه“

حاشیہ : ”تكرر هذا الحديث فى حديث على “(١٦٩)

-(٢:٦٧) قاسم بن ثابت نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول : اطلبوا الحوائج من حسان الوجوه “(١٧٠) نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح میں دو رائیں ذکر کی ہیں، پھر لکھا ہے : ”وأماالعامة فإنهم يأبون إلاالوجه الأول ، وقال فيه شا عرهم:

دعانى إليك قول رسو ل اللـــه إذقال مفصحا إفصاحا

إن أردتم حوائجا من أناس فتوخوا بهاالو جوه الصباحا

فلعمرى،لقدتخيرت وجها مابه خا ب من أراد نجا حا“

قارئین میں سے کسی نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے :

”حا شية –ومنه أيضا ، لله دره:

لقد قال الر سول وقال حقا وخير القول ما قا ل الرسول

إذاالحاجات......فا طلبو ها إلى من وجهه حسن جميل

=٢١٨، ٢٣٨، ٢٥٨)

(١٦٩)ملاحظہ ہو حضرت علی کی حدیث مخطوطۂ رباط ٢:١٩٧

(١٧٠) سیوطی کی الجامع الصغیر میں روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”اطلبوا الخير عند حسان الوجوه“ روایت کے طرق

Toobaa-elibrary.blogspot.com

و كتبه أحمد بن سرمه"(۱۷۱)

(۱۷۶:۲) قاسم بن ثابت نے ابوزبید طائی (۱۷۲) کے بارے میں سماک بن حرب (۱۷۳) کا یہ بیان نقل کیا ہے: "أنه لقيه أسد بشني الفرات فسلحه ، فصار شعر أبي زبيد كله في الأسد."

اس پردائیں جانب یہ حاشیہ ہے:

"قال ابو جعفر بن النحاس (۱۷۴) في طبقات الشعراء له: في بعض الأخبار أن شعبة قال: قلت للطرماح: (۱۷۵) ماشأن أبي زبيد و شأن الأسد، قال إنه لقيه أسد بالنجف فسلحه و ذكروا أن عثمان بن عفان كان يدنيه و يقربه، وكان نصرانيا"

=اور سندوں کے لئے ملاحظہ ہو المناوی کی شرح فیض القدیر ۱:۵۴۰-۵۴۱

(۱۷۱) مخطوطہ میں یہ لفظ بغیر نقطوں کے اسی طرح ہے:

(۱۷۲) ابوزبید کا نام حرملۃ بن المنذر اور ایک روایت میں المنذر بن حرملہ ہے۔ قبیلہ طے کا جاہلی شاعر جس نے طویل عمر پائی اور اسلام کے بعد ایک مدت تک زندہ رہا۔ اسی لئے "معمرین" اور "مخضرمین" میں شمار ہوتا ہے۔ ولید بن عقبہ کا ندیم تھا۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو: طبقات فحول الشعراء (تحقیق محمود محمد شاکر) ۲: ۵۹۳-۶۱۵، الشعر و الشعراء ۱: ۲۶۰-۲۶۴، الاغانی ۵: ۱۳۳-۱۴۰، ۱۲: ۱۲۷-۱۳۹ معجم الادباء ۱: ۹۱-۲۰۹، خزانۃ الادب ۲: ۱۵۳، بقیہ مآخذ کے لئے دیکھئے حاشیہ الشعر و الشعراء ۱: ۲۶۱ الاعلام ۸: ۲۲۸، المستدرک الثانی: ۸: ۲۴۸، ابوزبید کے اشعار ڈاکٹر نوری حمودی قیسی نے مرتب کئے ہیں (بغداد ۱۹۶۷ء)

(۱۷۳) ابوالمغیرہ سماک بن ذہلی بکری کوفی، ۱۲۳ھ میں وفات ہوئی (تہذیب التہذیب ۴: ۲۳۲-۲۳۴)

(۱۷۴) ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل المرادی النحاس بصری (متوفی ۳۳۸ھ) نحو کے متبحر عالم تھے۔ عراق کا سفر کیا اور مبرد کے اصحاب سے ملاقات کی۔ نحو اور تفسیر پر نفیس تصنیفات ہیں۔ مصر میں وفات پائی۔ حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: انباہ الرواۃ ۱: ۱۰۱، الاعلام ۱: ۱۹۹، ۱۰: ۲۷، معجم المولفین: ۲: ۸۲-۸۳

(۱۷۵) ابو بسطام شعبہ بن الحجاج بصری (متوفی ۱۶۰ھ) علم حدیث میں یکتائے روزگار تھے۔ نحو اور شعر میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اصمعی کا قول ہے: شعبہ سے زیادہ شعر کا علم رکھنے والا ہم نے کسی کو نہیں پایا (تہذیب التہذیب ۴: ۳۳۸-۳۴۶)

-(۱۸۱:۲) قاسم بن ثابت نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں جو جنگ جمل کے روز آپ نے فرمائے تھے:

"ثم استخلف عمر ، رحمه الله ، فأقام و استقام، ثم ضرب الدين بجرانه..."

پھر اس عبارت کے مشکل الفاظ کی تشریح کی ہے: "و قوله: ضرب الدين بجرانه : يعني أنه انتهى إلى ذلك ثم جثم ولم ينهض، وسكن من غلوائه"(۱۷۶)

کاتب نے قاسم کی تشریح کے آخری جملہ "وسكن من غلوائه" کے شروع اور آخر میں علامت "تضبیب" لگائی ہے اور اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے: "تبث المعلم-حاشية".

-(۱۸۲:۲) مصنف نے الحصنی کے اشعار نقل کئے ہیں جن میں شاعر ایک ستارے کا ذکر کرتا ہے جو "سهم الرامي" کے نام سے مشہور ہے، یہ ستارہ "قوس" کے مقابل میں ہوتا ہے۔ اس پردائیں طرف حاشیہ میں شاعر کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے:

"قال الاصبهاني: اسمه محمد بن يزيد من ولد مسلمة بن عبدالملك ، ينسب إلى حصنه وقال ابن قتيبة : هو رجل من أهل الشام ، كان حسن المعرفة بمناظر النجوم ، و أنشدله في كتاب الأنواء من هذاالشعر:

حتى إذاماالحوت في   حوض من الدلو كرع

و وازن الكف التي   فيهاخضاب قد نصع

=-ابو نفر الطرماح بن حکیم طائی: بنوامیہ کے دور کا خارجی شاعر تھا۔ حالات کے مآخذ کے لئے ملاحظہ ہو: حاشیہ الشعر و الشعراء ۲: ۵۶۶، الاعلام ۳: ۳۲۵۔

(۱۷۶) مخطوطہ ظاہریہ: ۳ الف

Toobaa-elibrary.blogspot.com

قال الدليل :عرسوا فليس فى صبح طمع(۱۷۷)

–(۲:۱۸۲)متن: "قال الشاعر :(۱۷۸)

تضحى وقد ضمنت ضراتهاغرقا من طيب الطعم حلو غير مجهود

یہاں کاتب نے دو جگہوں پر علامت تنبیہ لگائی ہے، ایک لفظ "تضحی" کے اوپر جس پر دائیں طرف یہ حاشیہ ہے : الرواية الصحيحة: "تصبح و قد ضمنت" و تصبح: جواب الشرط فى البيت الذى قبله

دوسری جگہ لفظ "غرقا" پر ہے اور بائیں طرف یہ حاشیہ ہے جو "س" سے منقول ہے: فی (کتاب) العين : اللبن : عرق يتحلب فى العروق حتى ينتهى إلى الضرع وأنشد بيت الشماخ بن ضرار:

تصبح وقد ضمنت ضراتها عرقا(۱۷۹)

وسائر اللغويين رواه غرقا، جمع غرقة "(۱۸۰)

–(۲:۲۰۶) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سوال کیا:أين درعك الحطمية؟ قاسم بن ثابت نے آپ کا یہ سوال نقل کرنے کے بعد "الحطمية "کی یہ تشریح کی ہے :"منسوبة إلى حطمة بن محارب "اس پر کاتب نے صفحہ کے بائیں طرف حاشیہ میں یہ تعلیق لکھی :

(۱۷۷)ملاحظہ ہو "مخطوطۂ ظاہریہ کی سرگذشت فقرہ ۴"۔

(۱۷۸)شماخ کا شعر ہے۔اس سے پہلے یہ شعر ہے:

إذ تمس فى عرفط صلع جماجمه من الاسالق عارى الشوك مجرود

اونٹنیوں کے بارے میں شماخ کہتا ہے کہ اگرچہ چارہ کم اور خراب ہے مگر ان کا دودھ زیادہ ہے۔دونوں شعروں وران کی تخریج کے لئے دیکھئے دیوان الشماخ بن ضرار الغطفانی (دار المعارف مصر):۱۱۷،۱۲۷۔

(۱۷۹)کتاب العين ۱: ۱۷۳

(۱۸۰)نسخۂ ظاہریہ کے بائیں حاشیہ (۳ب) پر بھی اسی سے ملتی جلتی تعلیق ہے۔

"ابن حبيب: حطمة ، بفتح الحاء وسكون الطاء ، وعنه أيضا: حطمة بتحريكهما"(۱۸۱)

–(۲:۲۰۸)اس صفحہ کے بالائی حاشیہ پر کسی قاری نے یہ تعلیق لکھی ہے:

"ولله در القائل:

هذا الكتاب لو يباع بوزنه ذهبالكان البائع المغبونا

ومن الخسارة(۱۸۲)أن ترى آخذا ذهبا وأعطى اللؤلؤ المكنونا

پھر حاشیہ نگار نے صفحہ کے دائیں حاشیہ پر ایک جدول بنائی ہے جس میں ایک سے نو تک کے اعداد کو اس طرح تقسیم کیا ہے:

۴	۹	۲
۳	۵	۷
۸	۱	۶

اس تقسیم سے جدول کے ہر تین خانوں میں درج گنتیوں کی مجموعی تعداد افقی، عمودی اور ایک قطر سے دوسرے قطر تک ہر اعتبار سے ۱۵ ہوتی ہے۔اس جدول کے نیچے یہ عبارت تحریر ہے : الله حفيظ لطيف قديم ازلى حى قيوم لا ينام"

–(۳:۳) قاسم بن ثابت نے ابو زید انصاری کا یہ قول نقل کیا ہے :

(۱۸۱) مخطوطۂ ظاہریہ (۱۳الف) میں اس سے مفصل حاشیہ ہے: ملاحظہ ہو:"ابن حبيب: حطمة، بفتح الحاء و سكون الطاء و عنه ايضا: حطمة : بتحريكها بالفتح .ابن دريد : الحطم : رجل من عبدالقيس تنسب إليه الدروع الحطمية، عرفه ابن الكلبى ، وقال الاصمعى : لا ادرى إلى (أى) شيء ينسب "(مختلف القبائل ومؤتلفها از ابن حبیب:۳۹،جمہرۃ اللغہ از ابن درید ۲: ۱۷۳) نیز ملاحظہ ہو: الفائق ۱: ۲۶۹،لسان العرب والتاج (حطم) الانساب از سمعانی ۴: ۱۹۱۔الاکمال از ابن ماکولا ۳: ۱۶۶۔۱۶۷۔کتاب کے محقق الاستاذ المعلمی الیمانی کا حاشیہ بھی دیکھیے۔

(۱۸۲) مخطوطہ میں "س" کی بجائے "ص" لکھا ہے۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

"ویقال عند الدعاء علی الرجل : ألحق الله بك الحوبة" لفظ "حوبة" پر کاتب نے علامت تنبیہ لگا کر یہ حاشیہ لکھا ہے :

"س: من المصنف لأبی عبید :أصابتهم خوبة : إذا ذهب ماعندهم ، فلم یبق شيء، کذاروی عنه: خوبة بالخاء المعجمة . ابن الأعرابی:خاب الرجل یخوب خو با :إذا افتقر فقرا مدقعا، والعر ب تقول:اللهم إنانعوذ بك من الخوبة، قاله المطرز عن ثعلب"(١٨٣)

-(٣:١٧٢)مصنف نے پالے کے بارے میں فرزدق کا یہ شعر نقل کیا ہے:

وأصبح مبیض الصقیع کأنه　　　علی سروات النیب قطن مندف

کاتب نے لفظ "نیب " پر نشان لگا کر یہ حاشیہ لکھا ہے:

"أجود هذه الروایات کلها: النیب من الإبل ،قاله س"

مخطوطہ ٔظاہریہ میں اس سے ملتا جلتا کوئی حاشیہ ہمیں نہیں ملتا۔البتہ اسی صفحہ پر گذشتہ حاشیہ کے بعد "س" ہی سے ایک اور حاشیہ نقل کیا گیا ہے جو مخطوطہ ٔظاہریہ (١١٧الف) میں بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے:"النهل جمع ناهل"

-(٣:١٧٥)اس صفحہ پر دو حاشیے ہیں، پہلے حاشیہ سے ملتا جلتا حاشیہ مخطوطہ ظاہریہ میں بھی موجود ہے (١١٨ب) مگر دوسرا حاشیہ جو لبید بن ربیعہ کی جانب منسوب ایک شعر پر ہے وہ صرف مخطوطہ ٔرباط میں ہے، لبید کا شعر ہے:

بکی جز عامن أن یموت وأجهشت　　　إلیه الجرشی، وارمعل خنینها (١٨٤)

اس شعر پر یہ حاشیہ ہے:

"أنشده ابن الأعرابی لمدرك بن حصن الفقعسی"

(١٨٣) یہی حاشیہ مخطوطہ ظاہریہ (٦٧ب) میں بھی ہے۔نیز دیکھئے لسان العرب (خوب)

(١٨٤)الجرشی:سانس۔ارمعل الرجل وارمغل :ہچکی لینا۔دیکھئے اللسان والتاج(جرش،رمعل،خنن)

-(٣:١٨٣)مصنف نے نابغہ کا درج ذیل شعر نقل کیا ہے:

إذانطقت حذام فأنصتوها　　　فإن القول ماقالت حذام

اس پر یہ حاشیہ ہے:

البیت للجیم بن صعب بن علی ، یقوله لزوجه حذام بنت جسر بن تیم بن یقدم بن عنز ،قاله ابن الکلبی"

یہی حاشیہ ظاہریہ میں بھی ہے (١٢٣الف) لیکن ظاہریہ میں شعر کی روایت اس طرح ہے :

إذا نطقت حذام فصدقوها

اور حاشیہ میں لکھا گیا ہے کہ ایک نسخہ میں "فأنصتوها" کی روایت بھی ہے۔

یہ اور اسی طرح کے دوسرے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ مخطوطہ ٔرباط اور مخطوطہ ٔظاہریہ دو مختلف نسخوں سے نقل کئے گئے ہیں لیکن ان دونوں کا مقابلہ متعدد اصل نسخوں سے کیا گیا ہے۔اس کی تائید بعض حواشی سے ہوتی ہے۔ مثلا ایک حاشیہ میں ہے :"المعلم علیه إلی آخر الحدیث :ثبت فی بعض الکتب "پھر حاشیہ کے آخر میں یہ نوٹ ہے:"لم یثبت الملحق فی الأصل،وثبت حاشیة کما کتبته بخط غ"(٣:٢٤٣، ٢٤٤)یہی حاشیہ مخطوطہ ظاہریہ (١٥٣الف) میں بھی ہے لیکن کوئی نوٹ نہیں ہے،اسی طرح مخطوطہ ٔظاہریہ کے ایک حاشیہ میں ہے (١٥٠الف) : "سقط عندع إلی آخر الحدیث"اور واقعی یہ نسخہ رباط میں ساقط ہے(٣:٢٣٧)

-(٣:٢٥٠)مصنف نے حمید بن ثور کا یہ شعر نقل کیا ہے :

وصهباء منها کالسفینة نضجت　　　به الحمل حتی زاد شهرا عدید ها(١٨٥)

(١٨٥)شعر اور اس کی تخریج کے لئے دیکھئے:دیوان حمید بن ثور ہلالی (طبع دار الکتب،١٩٥١ء) مرتبہ استاذ کبیر عبد العزیز میمنی۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

پھر اس کی تشریح کی ہے :"قولہ :منها: يعنى من الإبل ، أضمرها ولم يجرلهاذكرا(۱۸۶)به :يعنى بولدها......"اس پر یہ حاشیہ ہے :

س : هذاالبيت أول القصيدة"

مخطوطہ رباط (۲۴۹:۳،۲۵۰،۲۵۷) اور مخطوطہ ظاہریہ (۱۵۵الف و ب ۱۵۸ب) کے حواشی ایک دوسرے سے ملتے جلتے یا باہم مطابقت رکھتے ہیں مگر مخطوطۂ رباط میں حواشی کے مقابل میں اکثر "س" یا "غ" کے رموز لکھے گئے ہیں۔

- (۲۵۵:۳) حاشیہ :"غ" :ابو عمر النمرى ، ناعبد الوارث، ناقاسم ،نامحمد بن عبد الله بن الغازقال :ناابوحاتم عن العتبى قال :حد ثنى ابوحفص قال: كتب عدى إلى عمر يستأذنه ،و ذكره"

-(۲۵۴:۳) حاشیہ : "غ:ناابن الهيثم عن داود بن محمد عن ثابت عن ابن الاعرابى"

☆ ☆ ☆

اس مخطوطہ کا حوالہ ڈاکٹر محمود علی مکی نے معہد الدراسات الاسلامیہ میڈریڈ کے مجلہ میں دیا۔(۱۸۷) پھر ابن حیان اندلسی کی کتاب المقتبس میں دوبارہ اس پر گفتگو

(۱۸۶) مخطوطۂ ظاہریہ (۱۵۵ب) میں بھی اسی طرح ہے لیکن مخطوطہ استانبول (۱۰۷الف) میں یہ الفاظ ہیں: "ولم یجر لہاذکر" قاسم کی شرح پر ظاہریہ میں یہ حاشیہ ہے: "قوله : ولم يجر لها ذكر ،لأن البيت هذا أول القصيدة " صاحب لسان العرب نے (نضج) لکھا ہے: نضجت الناقة بولدها و نضجت وهى منضج: جاوزت الحق بشهر ونحو . ولم تنتج ، أى زادت على وقت الولادة "پھر مذکورہ معنی پر حمید بن ثور کے اسی شعر سے استشہاد کیا ہے۔ زمخشری نے اساس البلاغۃ (نضج) میں اسی شعر سے استشہاد کیا ہے مگر اس کو حطیئۃ کی جانب منسوب کیا ہے۔

(۱۸۷) جلد ۹ و ۱۰(۱۹۶۱ء۔ ۱۹۶۲ء):۳۵۰

کی (۱۸۸) اس کے بعد استاذ عزالدین تنوخی نے کتاب الدلائل پر اپنے مقالہ میں اس کا تذکرہ کیا۔(۱۸۹)

اب ذیل میں مخطوطۂ رباط کے دونوں اجزاء: جزء ثانی اور جزء ثالث کی فہرست پیش کی جاتی ہے۔

فہرست مخطوطہ رباط

احادیث صحابہ

۔ وقال فی حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲/۲	۱۱۔ حدیث ابی موسی الاشعری	۲۳۴:۲
۱۔ حدیث ابی بکر	۸۹:۲	۱۲۔ حدیث المقداد	۲۴۰:۲
۲۔ حدیث عمر بن الخطاب	۱۰۴:۲	۱۳۔ حدیث العباس	۲۴۱:۲
۳۔ حدیث عثمان بن عفان	۱۴۸:۲	۱۴۔ حدیث زید بن ثابت	۲۵۰:۲
۴۔ حدیث علی بن ابی طالب	۱۷۶:۲	۱۵۔ حدیث عبداللہ بن انیس	۲۵۳:۲
یہاں سے مخطوطہ رباط مخطوطۂ ظاہریہ کے		۱۶۔ حدیث معاذ	۲۰۳:۲
حصہ دوم کے ساتھ ہو جاتا ہے۔		۱۷۔ حدیث عمار	۲۵۴:۲
۵۔ حدیث الزبیر بن العوام	۲۱۴:۲	۱۸۔ حدیث سلمان	۲۵۶:۲
۶۔ حدیث طلحۃ	۲۱۹:۲	۱۹۔ حدیث ابی ایوب	۲۵۷:۲
۷۔ حدیث سعد	۲۲۲:۲	۲۰۔ حدیث خوات	۲۵۸:۲
۸۔ حدیث ابی عبیدۃ بن الجراح	۲۲۸:۲	۲۱۔ حدیث زید بن خالد	۲۵۸:۲
۹۔ حدیث عبدالرحمن بن عوف	۲۳:۲	۲۲۔ حدیث عبداللہ بن سلام	۲۵۹:۲
۱۰۔ حدیث ابی بن کعب	۲۳۳:۲	۲۳۔ حدیث ابی ذر	۲۶۰:۲

(۱۸۸) المقتبس (طبع قاہرہ،۱۹۷۱ء):۵:۳۳۵،(طبع بیروت ۱۹۷۳ء): ۴۹۳

(۱۸۹) مجلۃ مجمع اللغۃ العربیۃ بدمشق مجلد ۴۱:۱۶۔۱۸(جنوری ۱۹۶۶ء)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۲۴۔ حدیث عبداللہ بن بسر ۲:۲۶۸
۲۵۔ حدیث عبداللہ بن مسعود ۲:۲۶۹
۲۶۔ حدیث زید بن ارقم ۲:۲۸۷
۲۷۔ حدیث عمران بن الحصین ۲:۲۸۹
۲۸۔ حدیث حذیفہ بن الیمان ۲:۲۹۰
۲۹۔ حدیث ابی الدرداء ۲:۲۹۵، ۳۰۲
۳۰۔ حدیث عوف بن مالک ۲:۲۹۷
۳۱۔ حدیث وائل بن حجر ۲:۲۹۷
۳۲۔ حدیث ابی حذیفہ بن عتبۃ ۲:۲۹۸
۳۳۔ حدیث عمار بن رویبہ ۲:۲۹۹
۳۴۔ حدیث المغیرۃ بن شعبۃ ۲:۳۰۰
۳۵۔ حدیث الضحاک بن قیس ۲:۳۰۰
۳۶۔ حدیث عقیل بن أبی طالب ۲:۳۰۵
۳۷۔ حدیث النعمان بن بشیر ۳:۲، ۱۱۔۱۲
۳۸۔ حدیث ابی سعید خدری ۳:۴
۳۹۔ حدیث ابی ھریرۃ ۳:۵
۴۰۔ حدیث عقبہ بن عامر ۳:۱۰
۴۱۔ حدیث البراء بن عازب ۳:۱۲
۴۲۔ حدیث حذیفہ بن اسید ۳:۱۳
۴۳۔ حدیث جابر بن عبداللہ ۳:۱۳
۴۴۔ حدیث کعب بن مالک ۳:۱۵
۴۵۔ حدیث ابی برزۃ ۳:۱۷
۴۶۔ حدیث حسان بن ثابت ۳:۱۹
۴۷۔ حدیث عمرو بن العاص ۳:۲۲
۴۸۔ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص ۳:۲۶
۴۹۔ حدیث معاویہ بن ابی سفیان ۳:۲۹
۵۰۔ حدیث یزید بن ابی سفیان ۳:۴۶
۵۱۔ حدیث الحکم بن ابی العاص ۳:۴۹
۵۲۔ حدیث مروان بن الحکم ۳:۵۲
۵۳۔ حدیث عائشۃ ۳:۵۲
۵۴۔ حدیث ام سلمہ ۳:۶۳
۵۵۔ حدیث فاطمۃ بنت قیس ۳:۶۴
۵۶۔ حدیث اسماء بنت یزید ۳:۶۵
۵۷۔ حدیث حفصۃ ۳:۶۵
۵۸۔ حدیث صفیۃ ۳:۶۶
۵۹۔ حدیث سودۃ ۳:۶۷
۵۰۔ حدیث اسماء بنت ابی بکر ۳:۶۸
۶۱۔ حدیث ابن عباس ۳:۷۰
۶۲۔ حدیث عبداللہ بن عمر ۳:۹۱
۶۳۔ حدیث انس بن مالک ۳:۱۰۹
۶۴۔ حدیث عبداللہ بن الزبیر ۳:۱۱۰
۶۵۔ حدیث الحسن ۳:۱۱۴
۶۶۔ حدیث الحسین بن علی ۳:۱۱۴

صحابہ (۶۶) کی احادیث مکمل ہوئیں۔

احادیث تابعین (۸۵ تابعین)

۱۔ حدیث کعب الاحبار ۳:۱۱۸
۲۔ حدیث عبید بن عمیر ۳:۱۲۰
۳۔ حدیث نافع بن جبیر ۳:۱۲۴
۴۔ حدیث سعید بن المسیب ۳:۱۲۴
۵۔ حدیث ابی الوقاص ۳:۱۲۸
۶۔ حدیث سعید بن جبیر ۳:۱۲۸
۷۔ حدیث ابی مسلم الخولانی ۳:۱۳۱
۸۔ حدیث محمد بن سیرین ۳:۱۳۲
۹۔ حدیث محمد بن الحنفیۃ ۳:۱۳۳
۱۰۔ حدیث ابن کعب بن مالک ۳:۱۳۴
۱۱۔ حدیث القاسم بن محمد بن ابی بکر ۳:۱۳۶
۱۲۔ حدیث ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن ۳:۱۳۸
۱۳۔ حدیث محمد بن علی بن الحسین ۳:۱۳۹
۱۴۔ حدیث مغیث ۳:۱۳۹
۱۵۔ حدیث عبداللہ بن شداد بن الھادی ۳:۱۴۰
۱۶۔ حدیث طاؤس بن کیسان ۳:۱۴۲
۱۷۔ حدیث شریح بن الحارث القاضی ۳:۱۴۳
۱۸۔ حدیث مسروق بن الاجدع ۳:۱۵۳
۱۹۔ حدیث الاسود بن یزید ۳:۱۵۶
۲۰۔ حدیث ابی وائل شقیق بن سلمۃ ۳:۱۵۷
۲۱۔ حدیث عمرو بن شرحبیل ۳:۱۵۸
۲۲۔ حدیث الربیع بن خثیم ۳:۱۵۹
۲۳۔ حدیث مطرف بن عبداللہ بن الشخیر ۳:۱۶۱
۲۴۔ حدیث یزید بن عبداللہ بن الشخیر ۳:۱۶۱
۲۵۔ حدیث ابی عثمان النھدی ۳:۱۶۲
۲۶۔ حدیث ابی البختری ۳:۱۶۳
۲۷۔ حدیث ابی ایاس معاویہ بن قرۃ ۳:۱۶۴
۲۸۔ حدیث عبید بن ابی الجعد ۳:۱۶۵
۲۹۔ حدیث بشیر بن ابی مسعود ۳:۱۶۵
۳۰۔ حدیث الاحنف بن قیس ۳:۱۶۶
۳۱۔ حدیث الحسن البصری ۳:۱۷۱
۳۲۔ حدیث سوید بن معقبہ ۳:۱۸۹
۳۳۔ حدیث عمرو بن معدیکرب ۳:۱۹۰
۳۴۔ حدیث ابی مجلز لاحق بن حمید ۳:۱۹۱
۳۵۔ حدیث عطاء بن ابی رباح ۳:۱۹۱
۳۶۔ حدیث ابی قلابۃ عبداللہ بن یزید ۳:۱۹۳
۳۷۔ حدیث مسلم بن یسار ۳:۱۹۳
۳۸۔ حدیث عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ۳:۱۹۴
۳۹۔ حدیث عطاء بن یسار ۳:۱۹۴
۴۰۔ حدیث ابی الجوزاء اوس بن عبداللہ ۳:۱۹۴
۴۱۔ حدیث عبداللہ بن الصامت ۳:۱۹۶
۴۲۔ حدیث مکحول ۳:۱۹۷
۴۳۔ حدیث ایاس بن معاویہ ۳:۱۹۸

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۴۔ حدیث عامر بن شراحیل الشعبی ۱۹۹:۳
۴۵۔ حدیث ابی الحجاج مجاہد بن جبر ۲۲۹:۳
۴۶۔ حدیث عکرمہ مولی ابن عباس ۲۳۲:۳
۴۷۔ حدیث قتادہ بن دعامہ السدوسی ۲۳۵:۳
۴۸۔ حدیث ابراھیم بن یزید النخعی ۲۳۹:۳
۴۹۔ حدیث زید بن علی بن الحسین ۲۴۴:۳
۵۰۔ حدیث عبدالملک بن مروان ۲۴۶:۳
۵۱۔ حدیث عبدالعزیز بن مروان ۲۵۰:۳
۵۲۔ حدیث سلیمان بن عبدالملک ۲۵۱:۳
۵۳۔ حدیث عمر بن عبدالعزیز ۲۵۴:۳
۵۴۔ حدیث ہشام بن عبدالملک ۲۶۰:۳
۵۵۔ حدیث مسلمۃ بن عبدالملک ۲۶۲:۳
۵۶۔ حدیث الحجاج بن یوسف ۲۶۶:۳
۵۷۔ حدیث عبدالکریم بن امیۃ ۲۶۹:۳
۵۸۔ حدیث سعید بن ابی عروبۃ ۲۷۰:۳
۵۹۔ حدیث قرۃ بن خالد سدوسی ۲۷۰:۳
۶۰۔ حدیث عاصم بن ابی النجود ۲۷۰:۳
۶۱۔ حدیث ابی الزناد ۲۷۱:۳
۶۲۔ حدیث موسی بن سلیمان الدمشقی (۱۹۰) ۲۷۱:۳
۶۳۔ حدیث یحیی بن ابی کثیر ۲۷۲:۳
۶۴۔ حدیث محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ۲۷۴:۳
۶۵۔ حدیث سالم بن ابی الجعد ۲۷۹:۳
۶۶۔ حدیث حمید بن ہلال ۲۸۰:۳
۶۷۔ حدیث عمرو بن دینار ۲۸۰:۳
۶۸۔ حدیث ابی ہاشم الرمانی ۲۸۱:۳
۶۹۔ حدیث خصیف بن عبدالرحمٰن ۲۸۲:۳
۷۰۔ حدیث حسان بن عطیہ ۲۸۲:۳
۷۱۔ حدیث سفیان بن عیینہ ۲۸۳:۳
۷۲۔ حدیث مالک بن انس ۲۸۳:۳
۷۳۔ حدیث سفیان بن سعید الثوری ۲۸۸:۳
۷۴۔ حدیث شعبۃ بن الحجاج ۲۹۰:۳
۷۵۔ حدیث محمد بن اسحٰق بن یسار ۲۹۲:۳
۷۶۔ حدیث سلمۃ بن دینار ۲۹۴:۳
۷۷۔ حدیث عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ ۲۹۵:۳
۷۸۔ حدیث مالک بن دینار ۲۹۵:۳
۷۹۔ حدیث الضحاک بن مزاحم ۲۹۶:۳
۸۰۔ حدیث القاسم بن مخیمرۃ ۲۹۸:۳
۸۱۔ حدیث ابن ابی نجیح ۲۹۸:۳
۸۲۔ حدیث عبداللہ بن شبرمہ ۲۹۹:۳
۸۳۔ حدیث ابن الرھین ۳۰۰:۳
۸۴۔ حدیث ابی بکر بن عیاش ۳۰۰:۳
۸۵۔ حدیث وکیع بن الجراح ۳۰۱:۳
احادیث منثورۃ (متفرق احادیث)
باب فی الدعاء ۳۰۲:۳

(۱۹۰) صحیح نام سلیمان بن موسیٰ ہے (تہذیب التہذیب ۴: ۲۲۶۔۲۲۷)

(۳)

مخطوطہ استانبول

استانبول کے مکتبہ اوقاف میں کتاب الدلائل کا دوسرا حصہ نمبر ۱۶۸۲ کے تحت محفوظ ہے۔ یہ مخطوطہ ۱۲۸ اوراق پر مشتمل ہے، تین اوراق مزید لگائے گئے ہیں، مغربی رسم الخط میں ہے۔ ہر صفحہ میں ۲۵ سطریں ہیں۔ ہر دو فقروں کے درمیان کاتب نے تین نقطوں (∴) کے ذریعہ فصل کیا ہے، سرورق پر مشرقی خط میں کتاب کا نام اس طرح درج ہے۔ "السفر الثانی من کتاب الدلائل فی تفسیر مشکل الاحادیث النبویة ، مما عني بتأليفه : السرقسطی رضی الله عنه" دائیں جانب صفحہ کے زیریں حصہ میں اوراق کی تعداد کے بارے میں یہ تحریر ہے:

"عدد أوراقه مأة وتسعة و عشرين ورقة (كذا) معهاثلاث ورقات صغار ،صح"

بائیں جانب صفحہ کے بالائی حصہ میں یہ تملیک ہے: "ملکه من فضل الله تعالی عبده الفقیرإلیه احمد بن عبد القادربن احمد بن مکتوم بن احمد القیسی۔ (۱۹۱) اس کے نیچے باریک تر خط میں دوسری تملیک یہ ہے:

"ملکه وماقبله من فضل الله تعالی : محمد بن محمد العمادی" (۱۹۲)

(۱۹۱) احمد بن عبدالقادر بن احمد بن مکتوم القیسی (۶۸۲۔۷۴۹ھ) ائمہ نحو میں شمار ہوتے ہیں۔ نحو کی ابتدائی تعلیم البہاء بن النحاس سے حاصل کی۔ ایک مدت دراز تک ابو حیان کی صحبت میں رہے۔ لغت و نحو پر عمدہ تصنیفات ہیں۔ حالات کے ماخذ کے لئے ملاحظہ ہو: الاعلام ۱: ۱۴۷، معجم المؤلفین ۱: ۲۷۸۔۲۷۹۔ زرکلی نے اپنی کتاب الاعلام میں موصوف کے خط کا نمونہ بھی دیا ہے (الاعلام ۱، ق ۱)

(۱۹۲) غالباً یہ محمد بن محمد العمادی، المولی ابو السعود ہیں (۸۹۸۔۹۸۲ھ) حالات کے لئے دیکھئے الاعلام ۷: ۲۸۸، معجم المؤلفین ۱۱: ۳۱۔۳۲

Toobaa-elibrary.blogspot.com

اس کے بعد اس سے مختلف خط میں ایک جملہ ہے جو واضح نہیں ہے اور اس کے بعد "محمد بن علی" لکھا ہے۔ مخطوطہ پہلے ورق کی پشت (۱/ب) سے شروع ہوتا ہے۔ اس صفحہ پر ایک مہر دو بار لگائی گئی ہے۔(۱۹۳) اس مہر کے نقش میں دو ہی لفظ "صار ...... محمد ......" پڑھے جا سکے، مخطوطہ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

" بسم الله الرحمن الرحيم ، (و) صلى الله على محمد رسوله الكريم وسلم تسليما.

حديث عبد الله بن عباس رضى الله عنه

وقال فيه : إنه وقف عند الجمرتين قدرسورة من السبع.

نا اسحاق بن موسى الخزاعى قال : ناأبو الوليد الأزرقى قال : أخبرنى جدى قال : أخبرنى مسلم بن خالد عن ابن جريج قال : أخبرنى عبد الله بن عثمان بن خثيم، قال : أخبرنى سعيد بن جبير انه رمى مع ابن عباس فوقف عند الجمرتين قدرسورة من السبع......"(۱۹۴)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے جس نسخہ سے نقل کیا ہے اس میں اجزاء کی تقسیم کاتب کی اختیار کردہ تقسیم سے مختلف تھی چنانچہ ورق ۴۳ کے پہلے صفحہ پر لکھا ہے: "هنا كمل الجزء الثالث "وفيه من الاحاديث ......" کاتب نے اس نسخہ کا مقابلہ

(۱۹۳) یہی مہر دوسرے ورق کے پہلے صفحہ پر اور ورق ۱۲۸ کی پشت پر بھی ہے۔

(۱۹۴) مخطوطہ ظاہریہ میں یہ حدیث ص ۸۴ کی پشت پر ہے۔ ظاہریہ میں اسحاق بن موسی الخزاعی کے بجائے اسحاق بن محمد الخزاعی ہے۔ اور حاشیہ میں یہ تعلیق ہے: "الصواب: اسحاق بن احمد" مخطوطہ رباط (۳:۲۰۷) میں اسحاق بن احمد الخزاعی ہے۔ موصوف قاسم بن ثابت اور ان کے والد کے ان شیوخ میں ہیں جن سے انھوں نے مکہ میں استفادہ کیا تھا۔ حالات کے لئے ملاحظہ ہو: العبر ۲:۱۳۶، الوافی ۸:۴۰۳، طبقات ابن الجزری ۱:۱۵۶، شذرات الذهب ۲:۲۵۳۔

اصل سے کیا ہے (۱۹۵) پھر دوبارہ ایک سے زیادہ "اصول" سے کیا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جس نسخہ سے کاتب نے یہ مخطوطہ نقل کیا ہے اس میں ایک جگہ بیاض تھی اس پر کاتب نے یہ تعلیق لکھی ہے: "نظرت موضع البياض فى أصل قرئ على البطليوسى فلم أجده فيه......" اسی طرح ایک مقام پر لکھا ہے: "نقصت هنا أحاديث تثبت فى آخر الكتاب" (۸۹/الف) اور جب کاتب نے اپنا وعدہ پورا کیا اور جو احادیث کم تھیں ان کو کتاب کے آخر میں درج کیا تو اس پر یہ عنوان دیا: "أحاديث لم تقع فى الرواية التى ابتدأت الكتب منها واستدركتها هاهنا (۱۲۱/الف)

یہ حصہ صحابہ کی احادیث سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ۶۱ صحابہ کی احادیث کی تشریح کی گئی ہے۔ پھر اس کے بعد تابعین کی احادیث ہیں (۶۸الف) تابعین کی تعداد ۸۶ ہے۔

مخطوطہ کا خاتمہ (۱۲۰ب) عبدالملک بن مروان کی حدیث أن رجلا وصف له ظبية صادها ......" پر ہوتا ہے اور اس کے نیچے یہ عبارت ہے:

"كمل جميع كتاب الدلائل بحمد الله تعالى وحسن عونه ، والحمد لله رب العالمين و صلواته على محمد سيد المرسلين ، وعليهم أجمعين ، وعلى آله وسلامه"

صفحہ کے حاشیہ میں "فيه من الأحاديث" اور اس کے اوپر بعض حروف لکھے ہیں جو تعداد کو بتاتے ہیں مگر پڑھے نہیں جا سکے۔ پھر بعد کے اوراق (۱۲۱/الف۔ ۱۲۸/الف) میں ۱۴ تابعین (جن کی احادیث کا ایک حصہ گذر چکا تھا) کی وہ احادیث ہیں

(۱۹۵) حواشی میں کثرت سے "بلغت" کا لفظ ملتا ہے جو مقابلہ کی علامت ہے مثلاً: "۷/الف، ۱۳۰الف، ۲۰/ب، ۳۰/ب ۳۶/ب، ۷۱/الف، ۸۵/الف، ۸۹/ب ۹۵/الف، ۹۹/ب ۱۰۵/الف، ۱۰۰/الف، ۱۱۶/ب۔

Toobaa-elibrary.blogspot.com

جو چھوٹ گئی تھیں۔ اس کے بعد ورق ۱۲۸ پر ثابت بن قاسم، ان کے والد قاسم مصنف کتاب اور ان کے دادا ثابت کے حالات زندگی ہیں۔

مخطوطہ کا اصل سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ چھوٹے ہوئے الفاظ کی تصحیح حواشی میں کی گئی ہے اور اس کے آخر میں ایک چھوٹا سا "صح" یا دو چھوٹے الفاظ "صح، اُصل" لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ حواشی میں اختلاف نسخ اور بعض دوسری تنبیہات بھی ہیں۔ مثلاً مروان بن الحکم کی حدیث پر جس کا ذکر صحابہ کی احادیث میں کیا گیا ہے حاشیہ میں یہ تنبیہ ہے: "تکرر و ثبت فی أحادیث التابعین" (۶۵ الف) واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث تابعین کی احادیث میں مکرر ذکر کی گئی ہے۔ (۱۱۵ ب) اسی طرح ایک جگہ مصنف کے قول: "والمعزقة : البيل أو المرّ" (۶۹ الف) پر یہ حاشیہ لکھا ہے: "والمر: المسحاة، وكذلك...... فاما البيل فغير معروف" (۱۹۶)

ان حواشی میں بعض ایسے افادات بھی ملتے ہیں جن سے مخطوطۂ ظاہریہ خالی ہے۔ مثلاً: "ويقال: إن عمرو بن عبيد قال بعد جواب أبي عمرو (بن العلاء): يا أباعمرو، شغلك الاعراب عن الصواب، (۱۹۷) صح" (۷۰ ب)

مخطوطہ استانبول کے زیر نظر دوسرے حصہ کی فہرست درج ذیل ہے:

فہرست مخطوطہ استانبول

احادیث صحابہ (۶۱ صحابہ)

۱۔ حدیث عبداللہ بن عباس	۱/ب	۳۔ حدیث انس بن مالک	۱۳/ب
۲۔ حدیث عبداللہ بن عمر	۸/الف	۴۔ حدیث عبدالرحمٰن بن عوف	۱۴/الف

(۱۹۶) ظاہریہ میں ہے (۱۰۸/الف): "و المعزقة : البال أو المر" جاحظ نے البيان والتبيين (۱: ۱۹) میں لکھا ہے: "وكذلك أهل الكوفة فإنهم يسمون المسحاة : بال، وبال بالفارسية۔

(۱۹۷) ملاحظہ ہو مراتب النحويين: ۱۷۔۱۸

۵۔ حدیث ابی موسی الاشعری	۱۵/الف	۲۵۔ حدیث عمران بن الحصین	۳۵/ب
۶۔ حدیث المقداد بن الاسود	۱۷/الف	۲۶۔ حدیث حذیفہ بن الیمان	۳۵/ب
۷۔ حدیث العباس بن عبدالمطلب	۱۷/ب	۲۷۔ حدیث ابی الدرداء	۳۷/ب
۸۔ حدیث زید بن ثابت	۲۰/الف	۲۸۔ حدیث کعب بن مالک	۳۹/الف
۹۔ عبداللہ بن انیس	۲۱/الف	۲۹۔ حدیث البراء بن عازب	۳۹/ب
۱۰۔ حدیث معاذ بن جبل	۲۱/الف	۳۰۔ حدیث عمرو بن سلمۃ الجرمی	۴۰/الف
۱۱۔ حدیث عمار بن یاسر	۲۱/ب	۳۱۔ حدیث ابی برزۃ الاسلمی	۴۰/ب
۱۲۔ حدیث سلمان الفارسی	۲۲/الف	۳۲۔ حدیث عوف بن مالک الاشجعی	۴۱/ب
۱۳۔ حدیث ابی عبیدۃ بن الجراح	۲۲/ب	۳۳۔ حدیث وائل بن حجر	۴۱/ب
۱۴۔ حدیث ابی ایوب	۲۳/الف	۳۴۔ حدیث أبی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ	۴۱/ب
۱۵۔ حدیث خوات بن جبیر	۲۳/ب	۳۵۔ حدیث عمار بن رویبہ	۴۲/الف
۱۶۔ حدیث زید بن خالد	۲۳/ب	۳۶۔ حدیث المغیرۃ بن شعبۃ	۴۲/ب
۱۷۔ حدیث عبداللہ بن سلام	۲۳/ب	۳۷۔ حدیث قیس بن الضحاک (۱۹۹)	۴۲/ب
۱۸۔ حدیث ابی ذر	۲۴/الف	۳۸۔ حدیث عقیل بن ابی طالب	۴۲/ب
۱۹۔ حدیث عبداللہ بن بسر	۲۶/ب	۳۹۔ حدیث أبی مسعود الانصاری	۴۲/ب
۲۰۔ حدیث حسان بن ثابت	۲۷/الف	۴۰۔ حدیث النعمان بن بشر	۴۳/الف
۲۱۔ حدیث عبداللہ بن مسعود	۲۷/ب	۴۱۔ حدیث ابی سعید الخدری	۴۴/ب
۲۲۔ حدیث ایوب السختیانی (۱۹۸)	۳۳/ب	۴۲۔ حدیث ابی ھریرۃ	۴۵/الف
۲۳۔ حدیث عبداللہ بن الزبیر	۳۳/ب	۴۳۔ حدیث عقبہ بن عامر	۴۶/ب
۲۴۔ حدیث زید بن ارقع	۳۵/الف	۴۴۔ حدیث حذیفہ بن اسید الغفاری	۴۶/ب
		۴۵۔ حدیث جابر بن عبداللہ	۴۶/ب

(۱۹۸) کذا! ایوب تبع تابعی ہیں م ۱۳۱ھ (تہذیب التہذیب) ۱: ۳۹۷۔۳۹۹

(۱۹۹) صحیح الضحاک بن قیس ہے۔ ملاحظہ ہو مخطوطۂ ظاہریہ (۶۵/ب) اور مخطوطۂ رباط (۲: ۳۰۰)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۴۶۔ حدیث معاویۃ بن ابی سفیان ۷۴/الف
۴۷۔ حدیث عمرو بن العاص ۵۲/الف
۴۸۔ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص ۵۳/ب
۴۹۔ حدیث یزید بن ابی سفیان ۵۴/ب
۵۰۔ حدیث الحکم بن ابی العاصی ۵۵/ب
۵۱۔ حدیث مروان بن الحکم ۵۶/الف
۵۲۔ حدیث الحسن بن علی ۵۶/الف
۵۳۔ حدیث الحسین بن علی ۵۶/ب
۵۴۔ حدیث عائشۃ ۵۷/ب
۵۵۔ حدیث ام سلمۃ ۶۶/الف
۵۶۔ حدیث اسماء بنت یزید بن سکن ۶۶/الف
۵۷۔ حدیث فاطمۃ بنت قیس ۶۶/ب
۵۸۔ حدیث حفصۃ ۶۶/ب
۵۹۔ حدیث صفیہ ۶۶/ب
۶۰۔ حدیث سودۃ ۶۷/الف
۶۱۔ حدیث اسماء بنت ابی بکر ۶۷/ب

احادیث تابعین (۸۵ تابعین)

۱۔ حدیث سعید بن المسیب ۶۸/الف
۲۔ حدیث نافع بن جبیر ۶۹/الف
۳۔ حدیث ابی الوقاص ۶۹/الف
۴۔ حدیث سعید بن جبیر ۶۹/الف
۵۔ حدیث ابی مسلم الخولانی ۷۰/الف
۶۔ حدیث مطرف بن عبداللہ بن الشخیر ۷۰/الف
۷۔ حدیث محمد بن سیرین ۷۰/ب
۸۔ حدیث محمد بن الحنفیۃ ۷۱/الف
۹۔ حدیث ابی کعب بن مالک ۷۱/الف
۱۰۔ حدیث القاسم بن محمد ۷۱/الف
۱۱۔ حدیث عروۃ بن الزبیر ۷۱/ب
۱۲۔ حدیث ابی سلمۃ بن عبدالرحمن ۷۲/الف
۱۳۔ حدیث محمد بن علی بن الحسین ۷۲/ب
۱۴۔ حدیث مغیث بن سمی ۷۲/ب
۱۵۔ حدیث عبداللہ بن شداد بن الہادی ۷۳/الف
۱۶۔ حدیث ایاس بن معاویہ ۷۳/ب
۱۷۔ حدیث ابی مجلز ۷۴/الف
۱۸۔ حدیث الحسن بن الحسن البصری ۷۴/الف
۱۹۔ حدیث الاحنف بن قیس ۷۷/ب
۲۰۔ حدیث ابی البختری ۷۹/الف
۲۱۔ حدیث معاویۃ بن قرۃ ۷۹/الف
۲۲۔ حدیث بشیر بن ابی مسعود ۷۹/ب
۲۳۔ حدیث الاسود بن یزید ۸۰/الف
۲۴۔ حدیث ابی وائل ۸۰/الف
۲۵۔ حدیث عمرو بن شرحبیل ۸۰/ب
۲۶۔ حدیث الربیع بن خثیم ۸۱/الف
۲۷۔ حدیث ابی العلاء ۸۱/الف

۲۸۔ حدیث ابی عثمان النمیری ۸۱/ب
۲۹۔ حدیث عامر الشعبی ۸۲/الف
۳۰۔ حدیث مالک بن انس ۸۹/ب
۳۱۔ حدیث کعب الاحبار ۹۱/ب
۳۲۔ حدیث شریح القاضی ۹۲/ب
۳۳۔ حدیث مسروق ۹۵/ب
۳۴۔ حدیث عبید بن عمیر ۹۶/الف
۳۵۔ حدیث طاؤس ۹۷/ب
۳۶۔ حدیث سوید بن شعبہ ۹۷/ب
۳۷۔ حدیث عمرو بن معدیکرب ۹۷/ب
۳۸۔ حدیث عطاء بن ابی رباح ۹۸/الف
۴۰۔ حدیث ابی قلابۃ ۹۸/الف
۴۱۔ حدیث عطاء بن یسار ۹۸/الف
۴۲۔ حدیث ابی الجوزاء ۹۸/الف
۴۳۔ حدیث مکحول ۹۸/ب
۴۴۔ حدیث مسلم بن یسار ۹۹/الف
۴۵۔ حدیث عبداللہ بن عتبہ ۹۹/ب
۴۶۔ حدیث عبداللہ بن الصامت ۹۹/ب
۴۷۔ حدیث الزہری ۹۹/ب
۴۸۔ حدیث سالم بن ابی الجعد ۱۰۱/الف
۴۹۔ حدیث سفیان بن عیینہ ۱۰۱/الف
۵۰۔ حدیث حمید بن ہلال ۱۰۱/الف
۵۱۔ حدیث عمرو بن دینار ۱۰۱/ب
۵۲۔ حدیث ابی ہاشم ۱۰۱/ب
۵۳۔ حدیث سفیان ثوری ۱۰۱/ب
۵۴۔ حدیث مجاہد ۱۰۲/ب
۵۵۔ حدیث عکرمۃ ۱۰۳/الف
۵۶۔ حدیث قتادۃ ۱۰۴/ب
۵۷۔ حدیث ابراھیم نخعی ۱۰۵/الف
۵۸۔ حدیث زید بن علی ۱۰۵/ب
۵۹۔ حدیث عبدالملک بن مروان ۱۰۶/الف
۶۰۔ حدیث عبدالعزیز بن مروان ۱۰۷/الف
۶۱۔ حدیث سلیمان بن عبدالملک ۱۰۷/الف
۶۲۔ حدیث عمر بن عبدالعزیز ۱۰۷/الف
۶۳۔ حدیث ہشام بن عبدالملک ۱۰۹/الف
۶۴۔ حدیث مسلمۃ بن عبدالملک ۱۱۰/الف
۶۵۔ حدیث الحجاج بن یوسف ۱۱۱/الف
۶۶۔ حدیث عبدالکریم بن امیۃ ۱۱۱/ب
۶۷۔ حدیث ابن ابی عروبۃ ۱۱۲/الف
۶۸۔ حدیث قرۃ بن مخلد ۱۱۲/الف
۶۹۔ حدیث عاصم بن ابی النجود ۱۱۲/الف
۷۰۔ حدیث ابی الزناد ۱۱۲/ب
۷۱۔ حدیث سلیمان بن موسی ۱۱۲/ب
۷۲۔ حدیث یحیی بن ابی کثیر ۱۱۳/الف

Toobaa-elibrary.blogspot.com

۷۳۔ حدیث ابن ابی نجیح	۱۱۳/ ب
۷۴۔ حدیث ابن الرحمین	۱۱۴/ الف، ۱۱۷/ ب
۷۵۔ حدیث ابی بکر بن عیاش	۱۱۴/ الف
۷۶۔ حدیث شعبہ بن الحجاج	۱۱۴/ ب
۷۷۔ حدیث ضعیف	۱۱۵/ الف
۷۸۔ حدیث مروان بن الحکم (صحابہ میں ذکر گذر چکا ہے)	(۱۱۵/ ب)
۷۹۔ حدیث حسان بن عطیہ	۱۱۵/ ب
۸۰۔ حدیث محمد بن اسحاق	۱۱۵/ ب
۸۱۔ حدیث عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمۃ	۱۱۶/ ب
۸۲۔ حدیث مالک بن دینار	۱۱۶/ ب
۸۳۔ حدیث الضحاک بن مزاحم	۱۱۶/ ب
۸۔ حدیث ابی حازم	۱۱۷/ ب
۸۵۔ حدیث القاسم بن مخیمرۃ	۱۱۸/ الف
۸۶۔ حدیث ابن شبرمۃ	۱۱۸/ الف
۳۹۔ حدیث وکیع	۱۱۸/ الف
- باب فی الدعاء	۱۱۸/ ب

احادیث

جو اس نسخہ میں نہیں تھیں جو ابتدا میں کاتب کے پیش نظر تھا

من حدیث الحسن بن ابی الحسن	۱۲۱/ الف
حدیث الربیع بن خیثم	۱۲۳/ الف
من حدیث الشعبی	۱۲۳/ الف
من حدیث مسروق	۱۲۳/ الف
من حدیث طاوس	۱۲۵/ الف
من حدیث عطاء	۱۲۵/ الف
من حدیث الزہری	۱۲۵/ ب
من حدیث عمرو بن دینار	۱۲۶/ الف
من حدیث قتادہ	۱۲۶/ الف
من حدیث ابراہیم النخعی	۱۲۶/ الف
من حدیث عبدالملک بن مروان	۱۲۶/ ب
من حدیث سلیمان بن عبدالملک	۱۲۷/ الف
من حدیث عمر بن عبدالعزیز	۱۲۷ الف
من حدیث الحجاج	۱۲۷/ ب

کتاب الدلائل کے اس تعارف کے آخر میں مصنف کتاب قاسم بن ثابت کی اس سوانح کا پیش کرنا غالباً مناسب ہو گا جو مخطوطہ ظاہریہ اور مخطوطہ استانبول میں

درج ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ مخطوطوں میں سے ہر ایک میں قاسم بن ثابت کے حالات زندگی کے متعلق بعض ایسی معلومات ہیں جو مطبوعہ مآخذ میں نہیں ہیں۔

قاسم بن ثابت کی سوانح، مخطوطہ ظاہریہ میں

(۱۸۰/ الف) وقال ثابت بن قاسم بن ثابت بن حزم بن عبد الرحمن : ولد أبی قاسم بن ثابت سنة خمس و خمسين و مائتين، وتوفی بسرقسطة فی شوال سنة اثنتين وثلا ثما ئة، وتوفی جدی ثابت بن حزم بن عبد الرحمن بسرقسطة فی شهر رمضان سنة ثلاث عشرة وثلاثمائة، وهوابن خمس و تسعين سنة أو نحوها، ومولده سنة سبع عشرة ومائتين أو نحوها.

قال ثابت : خرج أبی مع جدی إلى الحج سنة ثمان و ثمانين ومائتين، فسمعابمكة :من أبی محمد عبد الله بن الجارود، ومحمد بن علی بن زيد الصائغ، وأبی العباس مكی بن محمد بن أحمد، وأبی عمران موسى بن هارون الحمال، وأبی الحسن علی بن محمد بن عبد الحميد السياری الهروی ،ومحمدبن القاسم بن عبد الرزاق الجمحی، وجعفر بن محمد الفاريابی القاضی، وأحمد بن زكرياء العابدی ،وإسحاق بن أحمد الخزاعی، وأحمد بن عمروبن مسلم الخلال، وأبی سعيد المفضل بن محمد بن إبراهيم بن المفضل بن سعيد بن عامر الشعبی المعروف بالجندی، وخلف بن عمروالعكبری، وإبراهيم بن سعيد بن عثمان بن مسلم بن الوليد بن رباح الحذاء المكی. وسمعابمصر من جماعة منهم: أبوبكر بن الامام، ومحمد بن أحمد بن الهيثم التميمی، وعبد الرحمن بن

Toobaa-elibrary.blogspot.com

سليمان بن موسى بن مرداس أبوسعيد الجرجانى، وأحمدبن عمرو بن عبد الخالق البصرى البزار، وأحمد بن حمزة بن محمد بن هارون، وإبراهيم بن حميد بن العلاء الكلابزى البصرى، وغيرهم، وسمعا بالأندلس: من الخشنى محمد بن عبد السلام، وعبيد الله بن يحيى، ومحمد بن وضاح، ومطرف بن قيس، وعبد الله بن مسرة، ومحمد بن عبد الله بن الغاز، وسعيد بن خمير.

وانفرد ثابت بن حزم بالرواية عن بقى بن مخلد، ويحيى بن إبراهيم بن مزين، ومحمد بن أحمدبن عبدالعزيز العتبى.

وسمعابالثغر: من محمد بن سليمان بن تليد، وإبراهيم بن نصر، ومحمد بن أبى النعمان أوانفردجدى بالرواية عن أحمد ويحيى ابنى محمد بن عجلان، وكان احمد ممن روى عن مالك.

وانصرفاإلى الثغر سنة أربع وتسعين ومائتين.

وكان قاسم ورعا فاضلا عالما. قال ابنه ثابت -: إنه من بنى عوف من غطفان، قال ثابت: أناثابت بن قاسم بن ثا بت بن حزم بن عبد الرحمن بن غانم بن يحيى بن سليمان العوفى. قال الحكم (المستنصر امير المومنين) رحمه الله: سألته، فقال: من بنى عوف، قال الحكم: فذكرت ذلك لزكرياء بن الخطاب، فقال: هم من البربر، يتو لون زهرة بن كلاب، فوقع بينه وبين الذين كان يتولاهم كلام، فحلف ألاينمى إليهم ثم ندم وتذمم من ذلك فكتب: العوفى، فقلت له: ياأباالقاسم، ماهذا؟ فقال: أليس(١٨٠/ب) /عبد الرحمن ابن عوف، وإنه من موالى ولد

عبدالرحمن، فهو مولى عبدالرحمن، قال ثابت بن قاسم بن ثابت: سمعت جدى يقول: الولاء، ولاء ان: ولاء عتاقة و ولاء علاقة.

قال الحكم: فقال لى زكرياء بن خطاب: هو مولى بنى زهرة مولى علاقة، وهم من البربر. وانتماء البربر إلى ولاء زهرة فى ذلك الثغر وذلك الشرق كثير جدا، لاترى أحدا من البربر يذكر غير ولاء زهرة، إلاالشاذ، يز عمون أنهم أسلموا على يدى رجل من ولد عبد الرحمن بن عوف، كان عندهم فى الثغر، وقت افتتاح الاندلس. وتوفى قاسم بن ثابت بن حزم السرقسطى يوم الاثنين لأربع خلون من شوال سنة اثنتين وخمسين وثلا ثمائة بحركش: قرية من قرى سرقسطة، على عشرة أميال منها، بقبليها، ودفن بسرقسطة يوم الاربعاء لست خلون من شوال المؤرخ وصلى عليه ابنه سعيد، ومولد ثابت سنة تسع وثمانين ومائتين، فبلغ من السن ثلاثاوستين سنة، أخبر بذلك ابنه سعيد عند قدومه من الحج سنة ست و خمسين وثلا ثمائة فى جمادى الآخرة، وكان حجه فى موسم خمس وخسين وثلا ثمائة.

قاسم بن ثابت کی سوانح مخطوطہ استانبول میں

١٢٨/الف /ثابت:هوابن قاسم بن ثابت بن حزم بن عبد الرحمن بن غانم بن يحيى بن سليمان العوفى السرقسطى، وكان كتب هذاالكتاب للحكم أمير المومنين من الكتاب الذى عمله أبوه قاسم بن ثابت.

قال ثابت: ولد أبي قاسم بن ثابت سنة خمس وخمسين ومائتين، وتوفى بسرقسطة فى شوال سنة اثنتين وثلا ثمائة،وتوفى جدى ثابت بن

Toobaa-elibrary.blogspot.com

حزم بن عبد الرحمن بسرقسطة فى شهررمضان سنة ثلاث عشرة وثلاثمائة، وهوابن خمس وتسعين سنة أونحوها، ومولده : سنة سبع عشرة و مائتين أو نحو ها.

قال ثابت : خرج أبى مع جدى إلى الحج سنة ثمان وثمانين و مائتين، فسمعابمكةمن أبى محمد عبد الله بن الجارود فى جماعة ، وسمعا بمصر من أبى نصر بن الامام فى جماعة ، وسمعابالاندلس من الخشنى محمد بن عبد السلام، وانصرفا إلى الثغرسنة أربع وتسعين ومائتين، وكان قاسم ورعافاضلاعالما، قال ابنه ثابت : إنه من بنى عوف من غطفان، وقال : أناثابت بن قاسم بن ثابت بن حزم بن عبد الرحمن بن غانم بن يحيى بن سليمان العوفى، قال الحكم أمير المؤمنين :سألته، فقال : من بنى عوف،وذكرت ذلك لزكريابن خطاب فقال: هم من البربر يتولون زهرة بن كلاب، وتوفى ثابت بن قاسم بن ثابت بن حزم يوم الاثنين لأربع خلون من شوال سنة اثنتين وخمسين وثلا ثمائة بجوكش : قرية من قرى سرقسطة، على عشرة أميال منها، ودفن بسرقسطة يوم الاربعاء لست خلون من شوال، وصلى عليه ابنه سعيد، ومولد ثابت سنة تسع وثمانين، فبلغ من السن ثلاثا وستين سنة . أخبر بذلك ابنه سعيد عندقدومه من الحج سنة ست وخمسين وثلا ثمائة فى جمادى الآخرة ، وكان حجه فى موسم سنة خمس وخمسين وثلا ثمائة.

١٢٨/ب / ثابت بن حزم بن عبد الرحمن العوفى، وهم بطن فى قيس، ذكره لناالقاسم، وكانت له رحلة وسماع فى المشرق، وهو أول من

أدخل كتاب العين الأندلس، وكانت وفاته سنة أربع عشرة وثلا ثمائة، وكان له ابن يسمى قاسما، غاية فى العلم والورع، ورحل مع أبيه إلى المشرق، فلقى رجال الحديث واللغة،وتوفى سنة ست وثلاثمائة ، قبل أبيه، وألف قاسم هذاكتابافى شرح حديث النبى صلى الله عليه وسلم وسماه كتاب الدلائل، بلغ فيه الغاية من الاتقان والتجويد،حتى حسد عليه ونسب إلى غيره من أهل المشرق، ومات قبل إكماله، فأكمله أبوه ثابت، قال أبوعلى اسماعيل بن القاسم البغدادى :لم يؤلف بالأندلس كتاب مثل كتاب ثابت فى شرح الحديث،قال أبوعلى إسماعيل:وأخذته عن ابن قاسم اعجابًا به، ولقاسم هذاكتاب سماه كتاب الرطب، جمع فيه من أشعار المتقدمين والمحدثين نحوا من أربعة آلاف قطعة فى أنواع شتى من المعانى، وتناول هذاالكتاب محمدبن أفلح مولى أميرالمومنين الحكم المستنصررضوان الله عليه ، فاعتمل فيه على طريقة إسحاق بن إبراهيم الموصلى فى كتابه المعروف بالأغانى من تسمية شعراء تلك الأشعار، ومواليدهم ،وبلدانهم، وأخارهم، وماتضمنت تلك الاشعار من المعانى والآثار.

ناالوزير صاحب الصلاة يونس بن عبدالله قال : ناأبو الفضل عباس بن عمرو الصفارعن القاسم (٢٠٠) بن ثابت بن حزم السرقسطى عن أهل الاندلس الذى ألف مع أبيه الشرح المعروف بشرح ثابت فى

(٢٠٠) صحیح عبارت غالبایہ ہوگی: عن ثابت عن القاسم بن ثابت،اس لئے کہ صفار کی قاسم بن ثابت سے ملاقات نہیں ہوئی کہ وہ ان سے روایت کرتے، کیونکہ صفار ٢٩٥ھ میں پیدا ہوئے اور ٣٢٦ھ میں اندلس آئے۔(دیکھئے ابن الفرضی ١: ٣٤٣)

Toobaa-elibrary.blogspot.com

الحديث، أن الوالى بسرقسطة - وكان من العرب - بعث فى ثابت بن حزم فقال له: قد استخرت الله عز وجل فى تقديم ابنك القاسم إلى قضاء بلده هذا، فاعرض عليه ذلك ، فعرض عليه أبوه هذا فأبى عنه ،فأعلم الوالى بذلك فغضب وقال له :أنت إن لم يجبنى ابنك إلى هذا فاخرجوا عن بلدى، فانصرف إليه أبوه فقال له :يابنى ،تكلفنى فى آخر عمرى أن أجلو عن وطنى ،وأتطوف على البلدان ببنياتى ، فقال له ابنه القاسم : ياوالدى أمهلنى فى هذا إلى نهار غد ،فلما أتى الليل صار القاسم بن ثابت فى محرابه يصلى طول ليلته ،ثم أصبح فى محرابه ميتا،رحمه الله . وهذا الكلام فيه خلاف للكلام المتقدم فى الصفح قبله.

طوبیٰ ریسرچ لائبریری

اسلامی اردو، انگلش کتب،

تاریخی، سفرنامے، لغات،

اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

toobaa-elibrary.blogspot.com